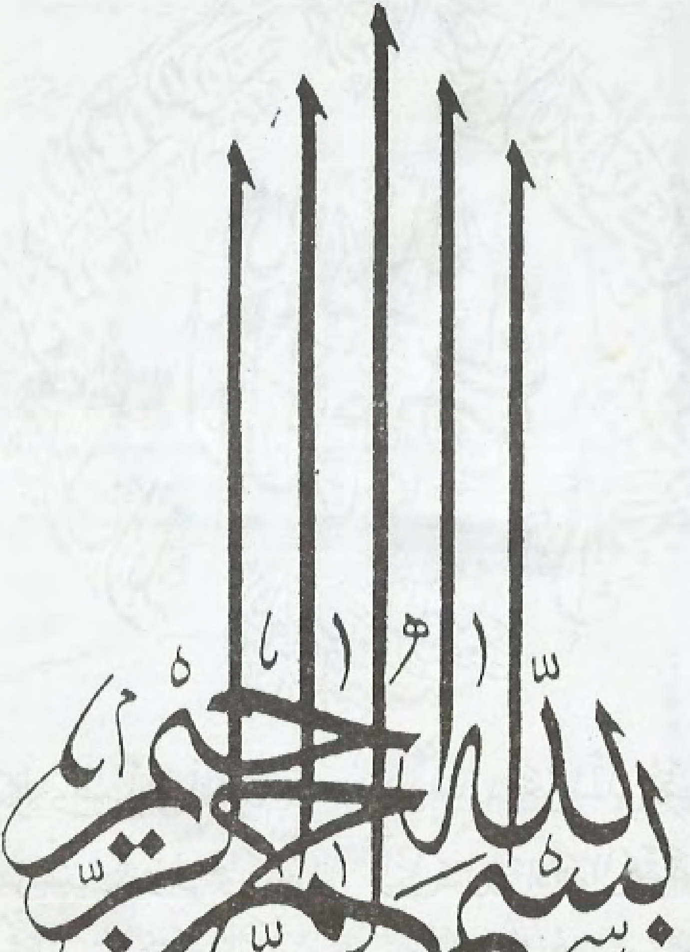
ازواج الانبیاء



علامہ ماجد عشلی کمالی

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور


بسم الله الرحمن الرحيم



مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِیبِکَ خَیرِ الخَلقِ کُلِّهِمِ

هُوَ الحَبِیبُ الَّذِی تُرجٰی شَفَاعَتُهٗ — لِکُلِّ هَولٍ مِّنَ الاَهوَالِ مُقتَحِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الکَونَینِ وَالثَّقَلَینِ — وَالفَرِیقَینِ مِن عُربٍ وَّمِن عَجَمِ

فَاِنَّ مِن جُودِكَ الدُّنیَا وَضَرَّتَهَا — وَمِن عُلُومِكَ عِلمَ اللَّوحِ وَالقَلَمِ

مکتبہ حنفیہ || قادری رضوی کتب خانہ لاہور

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

القرآن

ازواج الانبیاء

علامہ ماجد علی کمالی

قادری رضوی کتب خانہ

گنج بخش روڈ، لاہور 042-7213575

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	______	ازواجِ الانبیاء
مصنف	______	علامہ ماجد علی کمالی
نظر ثانی	______	مولانا محمد عبد الاحد قادری
اشاعت باراول	______	1431ھ/2010ء
صفحات	______	352
کمپوزنگ	______	محمد حامد احد
زیر نگرانی	______	چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	______	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	______	چوہدری عبد المجید قادری
تعداد	______	1100
قیمت	______	200روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

حُسنِ فہرست

انتساب

کائنات کی عظیم ترین خاتون سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے نام کہ جن کی مقدس آغوش میں رحمت عالم، محسن کائنات، فخر موجودات، امام الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر ہوئے کہ بزم ہستی پکار اُٹھی۔

بصد اندازِ یکتائی بغایت شان زیبائی
امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

ماجد علی کمالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول الله

الصلوٰۃ والسلام علیك یا حبیب الله

بندۂ ناچیز کی دیرینہ خواہش تھی کہ ارباب ذوق وشوق کے لئے کچھ نیا لکھا جائے مگر جب بھی اس کے متعلق سوچتا تو بڑے بڑے قلمکار خیالات کی وادی میں گھومنے لگتے۔ جن کی معرکۃ الآرا تصانیف اور دقیق مضامین دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے کہ کہاں یہ قلم اور تحریر کے سمندر میں غوطہ لگانے والے لوگ اور کہاں میں، سراپا خطا کار۔ قلمی دنیا کے شہنشاہوں کی صف میں اپنے نووارد ہونے کا احساس قدم قدم پر روڑے اٹکاتا اور ان لوگوں کی ذی علمی کے سامنے خود کو ہیچ تصور کرتا۔ انجام کار کہ لکھنے لکھانے کی خواہش دل سے محو ہو جاتی۔ مگر کامیاب ہونے کی دُھن کے اُکسانے پر جوش پھریرا ہو جاتا۔ چونکہ لکھنے لکھانے کے تجربے سے میں دو تین بار گزر چکا ہوں اس لئے کمر ہمت باندھ کر کسی اچھے موضوع کی تلاش میں رہنے لگا۔

خاکسار کی پہلے دو کتابیں ''قصص الانبیاء اور عشرہ مبشرہ'' منظر عام پر آ چکی ہیں۔ اول الذکر کتاب میں انبیاء کرام علیہم السلام کی مقدس زندگیوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور دوسری کتاب یعنی ''عشرہ مبشرہ'' میں ان نفوس قدسیہ کا ذکر جمیل ہے جن کو دنیا میں پروانہ بہشت سے سرفراز فرمایا گیا۔ یہ دونوں کتابیں عوام الناس میں کافی پذیرائی حاصل کر چکی ہیں۔ اور ایسا سوچ کر کہ اپنے معزز قارئین کو کوئی ایسا تحفہ دیا جائے جو ان کے لئے نیا بھی ہو اور اچھوتا بھی تو فوراً دل میں خیال گزرا کہ مارکیٹ میں انبیاء کرام، اولیاء، فقراء وصالحین کی سوانح عمریوں پر مبنی ہزاروں کتابیں دستیاب ہیں۔ اب کیوں نہ تاریخ انسانیت کی اس اچھوتی مخلوق پر قلم

اُٹھایا جائے جو کائنات کے حسن کا منبع ہے۔ جس نے انبیاء، اولیاء، فقراء، صالحین کو جنم دیا۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر دور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم تک ان بیبیوں کے حالات لکھیں جائیں جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج ہونے کے ناطے تاریخ انسانی میں ایک خاص حوالے سے جانی جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں لاہور کی مشہور زمانہ پبلشنگ کمپنیاں "قادری رضوی کتب خانہ اور مکتبہ حنفیہ" کے میجنگ ڈائریکٹر جناب چودھری عبدالمجید قادری صاحب سے مشورہ کیا تو انہوں نے بڑے نیک اور دل سوز جذبے سے میری اس نیک خواہش کو فوراً عملی جامہ پہنانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ایسی کتاب کی بے حد ضرورت ہے جو مسلمان عورتوں کے لئے سبق آموز ہو اور مسلمان بچیوں کو جہیز میں دی جاسکے اور ان کے نصاب میں بھی شامل ہو۔

چودھری صاحب نے کمال مہربانی سے اس موضوع پر مبنی بے شمار مواد میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیاء عظام، صحابیات اور امت کی دیگر نیک بیبیوں پر بڑا کام ہو چکا ہے اس لیے آپ یہی کام کریں جو ابھی تک عوام الناس تک نہیں پہنچ سکا۔ لہٰذا ان کے مشورے سے میں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی ازواج مطہرات پر قلم اُٹھایا اور اللہ کے فضل و کرم سے لکھتا چلا گیا۔ اللہ رب العزت میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اور اس کے ساتھ بالخصوص میں اپنے محسن "فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا الحافظ القاری محمد عبدالاحد قادری دامت برکاتہم العالیہ" حال مقیم لاہور کا بے حد مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں میری رہنمائی فرمائی اور نظر ثانی بھی فرمائی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے علم میں برکت عطا فرمائے۔

العبد العاصی

ماجد علی کمالی

(سیالکوٹ)

باب اوّل:

حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ ○

﴿سورۃ الاحزاب﴾

ترجمہ: یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔ ﴿کنزالایمان﴾

پاک دامن اور مبارک خاتون:

پاکیزگی اور برکت کے دامن میں خلوص اور ایثار کی چوٹی پر ہم اپنی ماں اُم المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ابن اسد القرشیہ الاسدیہ کی سیرت کے سائے میں خوش بختی کے ساتھ زندہ ہیں۔ یہ ہمارے آقا اور محبوب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔

ہم میں سے کون اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حق کو پورا کر سکتا ہے یا اس کا بدلہ دے سکتا ہے۔ لیکن ہم کوشش کریں گے کہ گم گشتہ حوالوں سے برکت اور بھلائی کی باتیں ان کی سخاوت بھری زندگی کے احوال بیان کریں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فضائل کے ساتھ آراستہ اور آداب کے ساتھ مزین ہو کر پرورش پائی اور عفت' شرف اور کمال سے متصف ہوئیں حتیٰ کہ اپنے زمانے میں مکہ کی خواتین میں ''طاہرہ'' کے لقب سے معروف ہوئیں۔

﴿اسد الغابہ﴾

سیدہ، طاہرہ، یہ بہت بڑا اعزاز ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس مہکتے ہوئے مبارک لقب سے سرفراز ہوئیں۔ اور یہ اس زمانے کی بات ہے جب جاہلیت کا سمندر موجیں مار رہا تھا اور عورتوں کی بھی قیمت لگائی جاتی تھی۔

پیدائش:

اُمّ القریٰ (مکہ) میں پاک دامن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سن ۶۸ (قبل ہجرت) میں پیدا ہوئیں اور یہ عام الفیل سے تقریباً پندرہ سال قبل کا وقت ہے۔

﴿الاصابۃ، الاستیعاب﴾

آپ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم القرشیہ تھیں جن کا تعلق بنی عامر بن لوئی سے تھا۔ اور آپ کے والد خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ۔ قریش کے معززین میں سے تھے ان کا انتقال ''یوم الفجار'' میں ہوا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے ابوھالۃ بن زرارہ التمیمی کی زوجہ تھیں انکا انتقال ہونے کے بعد عتیق بن عابد المخزومی سے نکاح ہوا، پھر انکے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ ﴿اسد الغابہ﴾

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئیں تو انکا ستارہ چمکا اور انکی فضیلت ظاہر ہوئی۔ اور یہ مکہ کی تمام خواتین کی سردار بن گئیں بلکہ سارے جہان کی خواتین کی سردار۔

حدیث میں ہے کہ ''تمہیں خواتین جہاں میں سے حضرت مریم بنت عمران، حضرت خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہء فرعون کافی ہیں'' ﴿ترمذی، جامع الاصول﴾

بلند مرتبت خاتون:

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا مکہ کی خواتین میں مال، شرافت اور مرتبے کی حیرت انگیز مثال تھیں۔ انکی بڑی وسیع تجارت تھی یہ با اعتماد لوگوں کو مستاجر بنا کر

انکا حصہ مقرر کر کے انہیں تجارت کے لئے بھیجا کرتی تھیں اسی دوران حضرت خدیجہ طاہرہ ایک امانت دار نوجوان حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ سے واقف ہوئیں جس کا نسب ان کے نسب سے قصی بن کلاب میں جا کر ملتا تھا۔

حافظ ابن حجر نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے لکھا ہے کہ یہ باقی ازواج کے مقابلے میں آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی دور اندیش اور فراست میں معروف تھیں۔ وہ صبح وشام رسول اللہ ﷺ کو دیکھتیں اور ان کے مہکتے واقعات سنا کرتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمہ اور صفات جمیلہ سے دل کی دنیا کو معطر کر رہی تھیں اور مختلف لوگوں کے دلوں میں گھر کر رہی تھیں اور اسی لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انہیں تجارت کے لئے بھیجنے کی طرف راغب ہوئیں تو آپ پیغام بھیجا اور کہا آپ کی سچائی اور عظیم امانت داری اور اچھے اخلاق کی وجہ سے میں تمہیں پیغام بھجوانے پر مجبور ہوئی ہوں میں آپ کو تجارت میں آپ کی قوم کے لوگوں سے دگنا حصہ دوں گی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اس پیشکش کو قبول فرمالیا اور جب حضرت ابو طالب نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی پیشکش کا سنا تو حضور نبی کریم ﷺ کو کہا کہ یہ رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

یکتائے روزگا:

ابوجعفر طبری، ابن کثیر اور علامہ ابن سید الناس نے معمر سے امام ابن شہاب زھری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ

حضور نبی کریم ﷺ عالم شباب کو پہنچے تو آپ کے پاس کچھ زیادہ مال نہیں تھا۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد نے آپ ﷺ کو ”حباشہ“ جو تہامہ کا بازار ہے تجارت کے لئے بھیجا اور آپ کے ساتھ ایک اور قریشی شخص بھی مستاجر تھا۔ جس

کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد میں اشارہ ہے کہ ''میں نے خدیجہ جیسی کوئی اجیر نہیں دیکھی، میں اور میرا ساتھی جب لوٹتے تو ہمیں اس کے ہاں سے قیمتی تحفہ ملا کرتا جو وہ ہمارے لے ھدیہ دیتی تھیں۔''

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی امانت اور اچھے اخلاق کو محسوس کرلیا اور وہ آپ کے لئے خوب عطیات تحفے وغیرہ دیا کرتیں اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کی عمر کو پہنچے تو ان کا سامان تجارت لے کر ان کے غلام کے ساتھ شام کا سفر کیا اور ان کا سامان بیچا اور جو چاہا خریدا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے عام منافع سے دوگنا منافع کمایا اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ لوٹ آئے اور ان کی اپنے ذمہ سے امانت اور بڑی عظیم ذہانت کے ساتھ کی ہوئی تجارت وغیرہ کا حساب انہیں دیا۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور آپ کی رعایت کے ساتھ آپ کی نگرانی کی یہاں تک کہ یہ سفر خیر وبرکت کے ساتھ ''جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا اثر تھا'' پورا ہوا۔

مکہ میں میسرہ (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام) نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ، اچھی مصاحبت اور عظیم امانت داری کا چرچا کرنا شروع کردیا بلکہ اس نے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کرامات نبوت جو اس نے محسوس کیں اور دیکھیں بیان کرنا شروع کردیں۔اور جو کچھ اس نے اس خوب صورت سفر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے خصائص دیکھے۔آپ کی سچائی کی مبارک گواہی بھی اپنی مالکن کو دے دی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری اور سچائی سے بہت مسرور ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے جو منافع ملا تھا اس سے بہت خوش تھیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اعزاز لکھ دیا تھا اور ان سے خیر کا ارادہ فرمالیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں وہ مبارک اور مکرم خیال ڈالا

جس نے انہیں دونوں جہانوں میں خوش بخت بنا دیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:

مکہ کے سرداران، اور بڑے بڑے رئیس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے خواہشمند تھے مگر انہوں نے سب کو انکار کر دیا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں جو خوبیاں نظر آئیں ان کی وجہ سے ان کا رخ اس طرف ہو گیا اور انہوں نے اپنی ایک سہیلی نُفیسہ (نون کے پیش اور فاء کے زبر کے ساتھ ہے۔ منیہ ان کی والدہ کی طرف نسبت ہے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے "بنت امیہ" اور امیہ والد ہیں۔ یہ مشہور جلیل القدر صحابی یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں)

بنت منیہ کو اپنے دل کی بات بتا دی۔ تو یہ نُفیسہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ کے بارے میں بات کی اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو شادی سے کیا چیز مانع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس شادی کے لئے کچھ نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر تمہیں کفایت ہو جائے اور خوبصورتی، مال، شرافت اور کفاءت کی طرف دعوت ملے تو کیا حامی نہیں بھرو گے۔ آپ نے فرمایا وہ کون ہے۔ انہوں نے کہا خدیجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ میرے ذمہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔

نفیسہ، حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مہم میں کامیابی کی خبر لے کر لوٹیں اور انہیں بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شادی کے لئے تیار ہیں۔ تو حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ شادی کرا دیں تو وہ آ گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آل عبد المطلب کو لے کر آئے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو طالب بھی تھے اور ان کا استقبال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا اور چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے کیا اور حضرت ابو طالب

نے خطبہ پڑھا۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے بنایا۔ اور ہمیں اپنے گھر کے محافظ اور اپنے حرم کا نگہباں بنایا اور ہمارے لئے ایک محترم گھر اور محفوظ حرم بنادیا۔ پھر۔ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے جس کا، شرافت، ذہانت اور فضیلت میں اگر قریش کے کسی آدمی سے موازنہ کیا جائے تو اسی کو ترجیح دی جائے گی......

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کو تم جانتے ہو اور انہیں خدیجہ بنت خویلد میں رغبت ہے اور خدیجہ کو بھی ان میں رغبت ہے اور حق مہر آپ چاہیں تو میں دینے کو تیار ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ضعیف چچا بن اسد نے ان کی موافقت کی اور کہا کہ یہ وہ نر ہے جسے ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔

فائدہ: یہ محاورہ ہے جو ایسے معزز شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو برابری کا ہے۔ عربوں کے ہاں رواج تھا کہ وہ جب کسی نر اونٹ کو خراب نسل دیکھتے تو اس کی ناک میں زخم لگادیتے تا کہ وہ اونٹنی کے پاس نہ جائے اور اگر اچھی نسل کا ہوتا تو اس کو ایسا نہیں کرتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کی مراد یہ تھی کہ ان کا رشتہ ٹھکرایا نہیں جاسکتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ طاہرہ سے شادی کرلی اور حق مہر میں بیس جواں اونٹ دیئے جنہیں ذبح کر کے لوگوں کو کھلا دیا گیا۔

علامہ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وراعته خديجه والتقى والزه دفيه سجية والحياء

واتاماان الغمامة والسرح اظلته منهما افياء

واحاديث ان وعد رسول الله بالبعث حان منه الوفاء

فدعتهالى الزواج وماام سن ان يبلغ المنى الا ذكياء

ترجمہ: اور خدیجہ نے ان میں تقویٰ زہد (السرح ایک بڑا درخت ہے) اور حیاء چمکتی دیکھی اور اس کو سمجھ آیا کہ بادل اور سرح نامی درخت ان دونوں کا سایہ اس پر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس کے پورے ہونے کا وقت آگیا ہے تو انہوں نے زواج دعوت دے دی اور کیا ہی اچھا ہوا کہا کہ آرزو میں اچھے لوگوں پہنچیں۔

اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی جو زیادہ ہونے کی پوری عمر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی پچیس سال عمر تھی جو عین شباب کا زمانہ تھا اور مبارک عقد میں حضرت خدیجہ ایک اپنی محبت کے ساتھ ایک وفا شعار خاتون ثابت ہوئیں اور یہ دل جوئی، شفقت، توجہ میں کامل تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، کثیر الاولاد محبت کرنے والی زوجہ:

یہ شادی بڑی ہی مبارک اور نیک بخت تھی، اور رسول اللہ ﷺ بہترین شوہر اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہترین وفا شعار بیوی تھیں یہ دونوں بڑے خوش و خرم رہے اور ان میں مثالی محبت قائم ہوئی، قائم کی، رہنے کے عوامل بھی طویل تھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایثار، کرم اور نیکی میں حیرت انگیز مثال قائم کی، اور جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے ہیں تو انہوں نے اپنا غلام آپ کو ہبہ کر دیا۔ اور اس سے ایک منزلت آپ ﷺ کے دل میں اور بڑھ گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مشفق ماں، مہربان دل اور نیک سیرت پایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس مبارک شادی کو اولاد کے ذریعے کمال عطا فرمادیا اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی اسی کی وجہ سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے پھر حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُم

کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں اور یہ قبل از نبوت پیدا ہوئے اور اسلام میں عبداللہ کی ولادت ہوئی جنہیں طیب اور طاہر کا نام دیا گیا۔ اور ہر بچے کے مابین ایک سال کا فرق تھا اور حضرت خدیجہ ان کے لئے دودھ پلانے والی آیا تلاش کر کے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی تیار کر کے رکھتیں۔

اولاد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ﴿نساء مبشرات بالجنہ، ص ۲۲﴾

حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ اور حضرت کلثوم رضی اللہ عنہن اور ایک بیٹا حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صاحبزادے بچپن ہی میں وفات پا گئے البتہ بیٹیوں نے دور اسلام پایا اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی کی۔ حضرت رقیہ اور حضرت اُمّ کلثوم یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور حضرت زینب، ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی زوجہ بنیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔

﴿دلائل النبوۃ، تہذیب الاسماء، تاریخ اسلام ذھبی﴾

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب صاحبزادیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پا گئیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

غار حرا میں عبادت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں اپنی صفات کی وجہ سے ممتاز تھے اور ان میں سب پر فوقیت رکھتے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کو "امین" کا لقب دے دیا تھا اور اس کی وجہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جمیع احوال صالحہ اور راضی رکھنے والی

صفات کو حضرت خدیجہ نے اپنے اس قول میں جمع کیا ہے کہ۔

بے شک آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، ہر ایک کی مدد کرتے ہیں مفلس کو مال دیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں، اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ ﴿صحیح بخاری، جلد ا﴾

جی ہاں! اہل مکہ حضور نبی کریم ﷺ کی صفات کو جانتے تھے اور وہ آپ کے فیصلوں سے اپنے اختلافات کے دوران، متفق ہو جاتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ ان کی گمراہی اور بتوں کی عبادت کرنے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ اور جب آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ تنہائی پسند ہو گئے آپ اپنے اوقات غار حرا میں جو مکہ کے قریب ہے۔ عبادت و ریاضت میں اور کائنات اور اس کی تخلیق میں غور فکر کرنے میں گزار دیتے۔

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا جب صبح بیدار ہوتیں تو اپنے شوہر کو غائب پاتیں تو وہ سمجھ جاتیں کہ وہ اپنی تنہائی میں ہوں گے تو وہ کوئی سوال نہ کرتیں اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ ایک عقلمند اور زیرک خاتون تھیں حضور نبی کریم ﷺ کے وہ احوال جانتی تھیں جو کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وحی کے نزول پر تسلی دینا:

حضور نبی کریم ﷺ کو سچے خواب دکھائی دینے لگے ان میں سے پہلا وہ تھا کہ آپ پر نبوت کا نور چمکا، اور حضور نبی کریم ﷺ جو دیکھتے وہ صبح کی کرن کی طرح سامنے آجاتا تھا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ پر خوف حملہ آور ہوتا تو آپ ﷺ اپنی عقلمند زوجہ کو اپنا خوف بتلاتے اور فرماتے کہ میں نے خلوت میں کوئی آواز سنی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ کوئی بات نہ ہو۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا انہیں اطمینان دلاتیں اور کہتیں کہ "اللہ کی پناہ! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا ویسا نہیں کرے گا۔ خدا کی قسم آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں امانت کو حفاظت سے لوٹاتے ہیں اور سچ

بولتے ہیں۔ ﴿بخاری﴾

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ، ان کی الہامی فراست کی طرز کے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹھنڈک اور سلامتی بنتے۔اور اس سے اچانک خوف کے جو آثار آپ محسوس کررہے ہوتے تھے'' وہ ہلکے ہوجاتے تھے

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ نورانی الفاظ، ان کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی معرفت سے پیدا ہوتے تھے جو وہ اپنے تجربات اور فراست سے میدان کار میں دیکھ چکی تھیں۔ یہ اس کے علاوہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی برادری میں بڑائی، آپکے اچھے کردار، اور خوبصورت گفتگو کی (اہمیت اور شہرت) تھی۔

عقلمند باشعور، زوجہ رضی اللہ عنہا:

جب حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے ساتھ اترے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ (سورۃ العلق)

ترجمہ: پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو، سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ ﴿کنزالایمان﴾

تو اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک مبارک کردار تھا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کے کردار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت نبوت سنانے، اور حوصلہ افزائی کرنے کو اس طرح بیان کیا ہے۔فرماتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ (یعنی سورۃ العلق) لے کر لوٹے آپ کا دل خوف سے بھرا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئے اور فرمایا مجھے چادر اڑھاؤ مجھے چادر اڑھاؤ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر سے ڈھانپ دیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوف کی حالت ختم ہوگئی تو پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو ساری بات

بتائی اور فرمایا کہ میں اپنی جان پر ڈرتا ہوں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہرگز نہیں خدا کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں ہر ایک کی مدد کرتے ہیں مفلس کو مال دیتے ہیں، مہمانوں کا احترام کرتے ہیں اور مصیبت میں دوسروں کے کام آتے ہیں۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا زاد بھائی، ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں جو کہ دور جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی لکھنا جانتے تھے اور انجیل سے عبرانی میں جو اللہ چاہتا، لکھتے تھے اور یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔

انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے چچا کے بیٹے اپنے چچازاد کی بات سنو! تو ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے چچا کے بیٹے! آپ نے کیا دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جو دیکھا تھا گوش گزار کر دیا۔

تو ورقہ نے کہا کے یہ وہی ناموس ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا کاش کہ میری جوانی ہوتی اور کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں جو شخص بھی کبھی وہ پیغام لایا جو تم لائے ہو تو قوم نے انہیں تکالیف دیں اور وطن سے نکال دیا اور اگر مجھے تمہارا وہ دن ملا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا تو پھر کچھ ہی دن کے بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی بھی منقطع ہو گئی۔ ﴿بخاری، ج ا﴾

اور یہ بھی روایت ہے کہ ورقہ نے اپنی بہن حضرت طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا کہ۔

فان یلث حقایا خدیجه فا علمی   حدیثك ایانا فا حمد مرسل

وجبریل یا تیه ه میکال معهما   من الله روح یشرح الصدر منزل

ترجمہ: اگر یہ سچ ہے، تو اے خدیجہ جان لے تیری ہم سے گفتگو کہ احمد رسول

ہے اور جبرئیل اور میکائیل دونوں آپ کے پاس ساتھ آتے ہیں، اللہ کی طرف سے روح نازل ہوکر سینے کو کھول دیتے ہیں۔ ﴿البدایہ والنہایہ﴾

سب سے پہلے تصدیق کرنے والی خاتون:

ایمانی دوڑ کے میدان میں اور اسلام پر سبقت لے جانے کے میدان میں حضرت طاہرہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب پر سبقت لے گئیں اور مومنات اولین میں اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں اور اسی لقب کا انہیں اعزاز دیا گیا اور عظمت ملی۔

حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پہلی شخصیت ہیں جو ایمان لائیں اور رسالت کی تصدیق کی اور سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اسلام فطری، صاف ستھرا، خالص اور الہام کی روشنی میں روشن مستقبل کی اطلاع کے نتیجے میں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی عقل اور بڑی نادر الوجود اور مبارک ذہانت عطا فرمائی تھی۔

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مطالعہ ایمانی میں بڑا اہم کردار ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں اور ایسے فضائل ہیں جن میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اور ہو بھی کیسے سکتا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بڑا مرتبہ حاصل ہوا تھا۔ کہ یہ اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اپنے مال سے سخاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔ (رضی اللہ عنھا وارضاھا)۔

مبارک گھر:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے اسلام کا نور چمکا اور ساری دنیا کو منور کر دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ یہ گھر پھلدار، زرخیز اور مبارک جگہ قرار پائے۔

اس گھر کی ایک برکت تو یہ تھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خود اور ان کی صاحبزادیاں (بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اسلام لائیں بلکہ ہر وہ شخص جو اس گھر کی چھت کے نیچے تھا اس نے اسلام لانے میں پہل کی۔اور ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دونوں پہلے اسلام لائے اور یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے تحت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک گھر میں قیام پذیر تھے۔

اور ان بھولے بھالے بابرکت لوگوں کا اللہ پر ایمان اور رسالت کی تصدیق میں پہل کرنا ان کی فطرت سلیمہ کی دلیل ہے جو انہوں نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے حاصل کی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس گھر کو بڑا مرتبہ اور مبارک فضیلت حاصل ہے۔محبّ طبریؒ نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر مکہ میں مسجد حرام کے بعد سب سے زیادہ افضل جگہ تھی۔

﴿شفاء الغرام باخبار البلد الحرام، ج ۱﴾

یہ بات غالباً اس لئے کہی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طویل عرصہ اس میں مقیم رہے اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی۔

امام الفاسی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ کے گھروں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا گھر بڑا ہی مبارک تھا کیونکہ اس گھر میں، سارے جہانوں کی خواتین کی سردار حضرت فاطمہ الزہرء اور ان کی بہنیں پیدا ہوئیں اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے ساتھ اپنی زندگی یہیں گزاری اور حضرت خدیجہ کا انتقال بھی اسی گھر میں ہوا۔اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی میں ہمیشہ رہے یہاں تک کہ مدینہ ہجرت فرمائی فرمائی پھر اس گھر کو حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لے لیا اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے کے بعد اسے خرید لیا اور اسے مسجد

بنادیا جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔(حوالہ بالا)۔

امام فاسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمعہ کی رات کو دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نیک خواور ہمدرد بیوی:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً چوتھائی صدی (۲۵ سال) کے قریب عرصہ گزارا اور اپنی اس مبارک زندگی میں اپنے شوہر کی ہمدرد اور دل جو زوجہ ثابت ہوئیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غم و خوشی میں شریک ہوئیں ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور رضا کا لحاظ رکھتیں ۔اور جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسیت ہوتی ان سے نیک سلوک روا رکھتیں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کا رتبہ بڑھے ۔اور ان کے نیک سلوک اور کرم کی وہ ادائیں سامنے آئیں جنہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اونچے اور باعزت مرتبہ پر فائز کر دیا۔

ایک سال لوگوں کو قحط کا سامنا کرنا پڑا (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح ہونے کے بعد کی بات ہے) اسی سال حضرت حلیمہ سعدیہ (رضاعی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں اور جب واپس لوٹیں تو ان کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دیا ہوا ایک اونٹ جس پر پانی لدا تھا، اور چالیس بکریاں تھیں۔

اور ان کا یہ نیک سلوک اس کے بعد بھی ظاہر ہوا کہ جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی رضاعی والدہ حضرت ثویبہ تشریف لائیں تو ان کا خوب اعزاز و اکرام کرتیں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی بناء پر، اور یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بہت خیال کرتے اور انہیں بہت رتبہ عطا فرماتے۔

ایک عبادت گزار خاتون:

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ

نمازیں سب سے پہلے پڑھی جو نماز صلوٰت خمسہ کے فرض ہونے سے پہلے تھیں۔ یعنی دو صبح اور دو رکعت رات کو۔

امام ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز حضور نبی کریم ﷺ پر فرض ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ مکہ سے آگے کسی اونچی جگہ پر تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام انہیں پیچھے وادی میں لے گئے وہاں سے ایک چشمہ جاری ہوگیا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ لوٹ آئے، اور آپ کی آنکھیں سرور سے اور دل خوشی سے لبریز تھا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ تھام کر اس چشمے تک لائے اور حضرت جبریل علیہ السلام کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں چار سجود کے ساتھ دونوں نے پڑھیں پھر اس کے بعد آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چھپ کر نمازیں پڑھنے لگے۔

نماز اس طرح پڑھی جاتی تھی اور یہ شہر مکہ میں ایک اجنبی چیز تھی اور ان کی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔

حضرت عفیف الکندی رضی اللہ عنہ جو اشعث بن قیس کے بھائی ہیں ان کی حدیث میں یہ بات موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میرے دوست تھے وہ یمن آتے جاتے رہتے تھے وہ وہاں سے عطر خریدتے اور حج کے ایام میں بیچا کرتے۔ تو میں اور وہ ایک دن منیٰ میں تھے تو اچانک ایک جوان عمر کا آدمی آیا اور خوب اچھی طرح وضو کے افعال سرانجام دیئے اور پھر نماز پڑھنے لگا اتنے میں ایک عورت آئی وہ بھی وضو کر کے نماز پڑھنے لگی پھر ایک کمسن نوجوان آیا اور وہ بھی ان کے قریب ہو کر نماز پڑھنے لگا تو میں نے کہا۔ برباد ہوا اے عباس! یہ کیسا دین ہے۔ کہنے لگے کہ یہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) میرے بھتیجے کا دین ہے اور یہ دوسرا لڑکا بھی میرا بھتیجا

علی ابن ابی طالب ہے اور یہ عورت حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی خدیجہ ہے یہ اس کے دین کے تابع ہو چکے ہیں۔

حضرت عفیف اس کے بعد کہ جب ان کے دل میں اسلام راسخ ہو (اور اسلام لے آئے تو کہا کرتے کہ) کاش میں چوتھا شخص ہوتا۔

﴿عیون الاثر، مجمع الزوائد، سیرت حلبی، ج ا، ابن سعد ج ۸﴾

یہ ایک روشن مثال ہے ہماری ماں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عبادت کی۔ جو اسلام لانے والے لوگوں میں اور نماز میں پہل کرنے والوں میں سب سے آگے تھیں۔ یہ بندے اور آقا میں قوی رابطہ کی بات ہے

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، منقول ہے لیکن صحاح میں موجود نہیں۔

﴿المجتبیٰ لابن الجوزی﴾

ایک صابر، خاتون:

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے صبر کے معاملہ میں خواتین کی زندگی میں حیرت انگیز مثال قائم کی۔ اور اپنے اس صبر کی بدولت نبوت کے مشن کی تاریخ میں امتیازی شان کے ساتھ کامیاب قرار پائیں۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے سیر و مغازی میں لکھا ہے کہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور تصدیق کرنے والی پہلی شخصیت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تخفیف کا معاملہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں کہیں اعتراض سنتے یا انہیں جھٹلایا جاتا تو وہ غمگین ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے غموں کو دور فرما دیتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوصلہ دیتیں اور ہمت بڑھاتیں۔ اور آپ کی تصدیق کر کے لوگوں کی بات کو آسانی سے سہہ جانے کی

ہمت دلاتیں۔اوران کا حال ایسا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا۔

وھی لا تنشنی عن الحق صبرا

ودفاعا عن خاتم الانبیاء

ترجمہ: اور وہ صبر کے باعث حق سے نہیں ہٹیں،اور خاتم الانبیاء کے دفاع سے۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنی رسالت کے ساتھ بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کو اندھیرں سے اجالے کی طرف بلایا توانہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی دعوت دین کے معاملہ میں مشکلیں پیدا کیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس پریشانی کے دور میں صبر کے ساتھ رہتی تھیں اور بڑی محنت سے اپنی استطاعت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کی دل جوئی اور پریشانی دور کرنے میں لگی رہتیں،لیکن قریش اپنی سرکشی میں بہت بڑھ گئے اور بنی ہاشم کا تین سال تک کے لئے مقاطعہ (بائیکاٹ) کردیا اور اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شعب کے حصار میں داخل ہوئیں۔تکالیف شدید ہوگئیں اور حالات مشکل ہوگئے۔قریش کے بت پرست سرداروں کی سرکشی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے مابین امر مشکل ہوگیا،اوران کے نامراد سرداروں میں ان کی عقلیں مضطرب تو ہوئیں مگر صرف سرکشی،ظلم اور ضعیفوں پر ظلم ہی سمجھ آیااور ان کے دل سوائے فساد اور بت پرستی کی خواہش کے خالی ہوگئے تھے مگر یہ مسلمانوں نے وقار کے ساتھ صبر کیا اور انہوں نے اپنی ثابت قدمی اور سچائی کے ذریعے اپنے صبر پر دلیل قائم کردی۔اور ہماری ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی ہمت بڑھاتیں اور ان کی قوم کی طرف سے ملنے والی تکالیف میں راضی وصابر اور پُرامید نفس کے ساتھ ان کی شریک ہوتیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم اور کڑوے مقاطعہ پر جو کہ محصور مومنین کی گردنوں پر ایک مسلط تلواری کی طرح تھا اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کی وجہ سے تھا۔اپنا فیصلہ فرما دیا یعنی حصار ختم ہوگیا حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حصار سے کامیاب وکامران نکلیں جو کہ ان

کے صبر کا ثمرہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت جو انہوں نے زندگی میں امانت دار اور وفاء کے سائے، ایمان کی سچائی اور اچھے صبر کے ساتھ کی تھی، وجہ سے تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں کی اس خوف ناک اور شدید مصیبت پر صبر، ثابت قدمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں بلند مقام کا مستحق اور دنیا میں زمین کا سردار بنا دیا۔ یہ صبر کرنے والے کو بدلہ اور شاکرین کو انعام ہے۔

وجزا هم فی جنة الخلد فيما

صبر واوهي منه خير جزاء

ترجمہ: اور ان کی جزاء آخرت میں ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔ صبر کرنے کی وجہ سے اور یہ بہترین جزاء ہے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال:

اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حصار شعب ابی طالب سے باہر نکلیں تو کچھ ہی عرصے زندہ رہیں اور پھر اپنے رب کی ندا پر راضی خوشی لبیک کہا اور انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے ٹھکانے اور ہمیشہ کی جنت کی خوش خبری دی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہجرت سے تین سال قبل پینسٹھ برس کی عمر میں انتقال ہوا جب ان کا انتقال ہونے لگا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ جو میں تمھاری حالت دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں تکلیف دہ محسوس ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی تکلیف میں خیر رکھی ہے۔ اور جب انہیں دفن کیا جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس خود قبر میں اتر کر انہیں اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا جو حجون پہاڑ (کے قبرستان) میں واقع ہے۔ ﴿المجتبیٰ، ابن جوزی﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جدائی کو بہت محسوس کیا اور ان کی وفات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گہرا اثر چھوڑا۔ کیونکہ یہ ایسی زوجہ تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کا

سکون روح کی راحت تھیں۔اسی طرح آپ اس سے پہلے اپنے چچا حضرت ابوطالب کی وفات (کہا گیا ہے کہ حضرت ابوطالب کا انتقال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تین دن قبل ہوا تھا) سے بھی بہت غمگین ہوئے تھے اور اپنے نفس میں بڑا اثر محسوس کیا اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' یعنی غم کا سال رکھ دیا تھا یہ اس لئے کہ دعوت حق کے راستے میں تکالیف مزید بڑھ گئی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بڑا زبردست خلاء پیدا ہوگیا تھا۔جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس کیا اور اس وجہ سے بڑے غمگین ہوئے اور آپ پر غم کا غلبہ ہوگیا حتیٰ کہ خشیت محسوس ہونے لگی۔اور آپ کا گھر ان کی وفات سے خالی اور ویران ہوگیا تھا جہاں کوئی مونس اور غمگسار نہ تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خولہ بنت حکیم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے غم بہت زیادہ دیکھتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا واقعی! وہ میرے بچوں کی ماں اور گھر کی ذمہ دار خاتون تھیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ولو کان النساء کمن فقدنا لفضلت النساء علی الرجال○

ترجمہ: اگر عورتیں ایسی ہوتیں جیسی جدائی کے بعد لگتی ہیں تو عورتوں کو مردوں پر فضیلت ہوتی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالب ایک ہی سال میں فوت ہوئے اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے مصائب آنا شروع ہوگئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام پر تصدیق کی وزیر تھیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون ملتا تھا۔

﴿سیرت ابن ہشام﴾

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چوبیس سال اور چند مہینے رہیں پھر آپ کی وفات ہوگئی۔ ﴿تہذیب الاسماء واللغات﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خراج عقیدت:

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ (حضرت خدیجہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا) کے مناقب بہت زیادہ ہیں اور یہ دنیا کی کامل ترین خواتین میں سے تھیں۔ یہ ایک عقلمند ،ذی شعور، بلند مرتبہ، دیانتدار، محافظہ اور اھل جنت میں سے بزرگ ہستی تھیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف کرتے اور دوسری اُمھات المومنین پرانہیں فضیلت دیتے اور ان کی تعظیم حد سے زیادہ فرماتے۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ۔ میں نے کسی عورت سے ایسی غیرت نہیں کھائی مگر جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کثرت سے ذکر کرنے سے کھائی۔

﴿سیر اعلام النبلاء﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت فرماتے ان کا اکرام کرتے اور ان کے حق میں تعریفی کلمات ادا فرماتے۔ کہ

مردوں میں بہت لوگ کامل ہوئے مگر عورتوں میں صرف تین خواتین کامل ہوئیں (۱) حضرت مریم بنت عمران (۲) حضرت آسیہ زوجہ فرعون (۳) خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ (رضی اللہ عنہن) کی فضیلت دوسری خواتین پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے۔

ایک علمی نکتہ:

ایک فاضل محقق نے اس حدیث پر ایک بہترین علمی نکتہ لکھا ہے، کہتے ہیں کہ ان تینوں خواتین میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ کہ ان میں سے ہر خاتون نے ایک نبی مرسل کی کفالت کی ہے اور ان کے ساتھ اچھی مصاحبت اختیار کی اور

اس پر ایمان بھی لائی تو حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی
ان سے نیک سلوک کیا اور معبوث ہونے کے بعد ان کی تصدیق کی حضرت مریم
نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پرورش کی اور انھیں رسالت ملنے کے بعد ان کی تصدیق
کی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دل چسپی لی اور اپنے نفس اور
مال سے آپ کی خدمت کی اور ان کے ساتھ اچھی مصاحبت اختیار کی اور جب ان پر
وحی نازل ہوئی تو سب سے پہلے ان کی تصدیق کی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بہت کرتے اور فرماتے
کہ مجھے خدیجہ کی محبت عطا ہوئی ہے۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب
الفضائل میں راویت کیا)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف میں یہ بھی فرمایا کہ ان بہترین
عورتوں میں سے مریم بنت عمران اور خدیجہ ہیں یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان اور
زمین کی طرف اشارہ فرمایا۔ ﴿یہ حدیث بخاری، مسلم اور ترمذی میں ہے﴾

بوقت وصال عمر:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پینسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا اور اس وقت
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچاس سال تھی اور یہ ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے خوب صورت ترین سال تھے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل
میں بہت اچھا نقش چھوڑا کہ ایام گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی برکت، وفا اور ان
کے حق میں خراج عقیدت مزید ہوتا گیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک اور اعزاز:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اعزاز یہ بھی حاصل
تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پہلے کسی خاتون سے شادی نہیں کی اور آپ کی سب
اولاد انہی سے پیدا ہوئی سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے، جو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا

کے بطن سے پیدا ہوئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موجودگی میں کسی خاتون سے نکاح نہیں کیا حتیٰ کہ ان کا وقت پورا ہو گیا۔

خوشگوار لمحات کو یاد کر کے مسرور ہوتے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہمیشہ تعریف کرتے ہے اور جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت کرتا تھا وہ اس سے محبت فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل حضرت خدیجہ کی آواز سننے کو بھی چاہتا تو آپ کے پاس حضرت ہالہ بنت خویلد ''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن'' تشریف لے آتیں تو ان کی آواز آپ کو حضرت خدیجہ کی آواز دلاتی اور ان کی پاکیزہ باتیں اور گزرے ہوئے مبارک خوشگوار دنوں کی یاد لاتی، آپ کے دل کو تسلی ہوتی اور چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو جاتے۔

وفا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وفا منش شخصیت تھی۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کو اعزاز مصاحبت اور بہترین برتاؤ کے ساتھ نبھایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد بھی وفا کو اچھی طرح نبھایا۔اور ہمیشہ ان کا تذکرہ اور ان کے فضائل اور خصوصیات کا ذکر فرماتے رہے اور ان کے لئے رحمت کی دعائیں فرماتے۔بلکہ جس کی کسی بھی طور سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ داری ہوتی اس پر احسان فرماتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وفا کرتے جو مستحق وفا ہوتا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو وفا کا منبع اور تمام فضائل کا معدن تھیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے وفا بے نظیر وفا ہو۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار دیکھ کر رقت طاری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ سے وفا کے، حیرت انگیز دلائل میں سے

ایک بات یہ ہے جو غزوہ بدر کبریٰ میں واقعہ پیش آیا جب ابوالعاص بن الربیع، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر گرفتار ہو کر آئے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کے فدیہ کے طور پر وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی رخصتی کے دن انہیں تحفے میں دیا تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور انہیں اپنی باوفا زوجہ، حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی یاد آگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ:

اگر تم اس کے اسیر کو چھوڑنا چاہو اور ہار بھی واپس بھیج سکو تو ایسا کرلو۔

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی، جس بات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باوفا زوجہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی یادوں کے جذبات واحساسات کو جگادیا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ وہ ہستی ہیں جن کا ہر مسلمان مرد و عورت کی گردن پر بڑا قرض ہے۔ رضی اللہ عنہما وارضاھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صفات اولیات:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چند صفات اولیات ایسی ہیں جن تک کوئی نہ پہنچ سکا وہ ایسے کہ امام عزالدین ابوالحسن بن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں پہلی شخصیت ہیں جو اسلام لائیں اس پر امت کا اجماع ہے، اس معاملے میں کوئی مرد یا عورت ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکا۔ اور یہ بڑی عظیم منقبت ہے جس میں اُمّ المومنین کا کوئی ثانی نہیں۔

﴿اسد الغابہ﴾

امام زہری، حضرت قتادہ، حضرت موسیٰ بن عقبہ، امام ابن اسحاق، علامہ واقدی، حضرت سعید بن یحییٰ الاموی (رحمہم اللہ)، سب فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس

کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجہ، حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ ﴿تاریخ اسلام للذھبی﴾

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی رسالت کو قبول کیا اور گھر کی طرف لوٹ گئے اور راستے میں جس درخت یا چٹان کے قریب سے گزرتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کرتا، تو آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو۔ انہیں ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں۔کہ جو میں نے تمہیں پہلے بتایا تھا کہ میں نے اسے خواب میں دیکھا ہے۔سنو وہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں انہوں نے مجھے خبر دی کہ اسے اللہ تعالیٰ نے میرے پاس بھیجا ہے۔

﴿تاریخ اسلام للذھبی﴾

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وحی کے بارے میں بتلایا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر کا ہی معاملہ کرے گا تو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے اسے قبول کرلو کیونکہ یہ حق ہے۔ ﴿الفصول﴾

علامہ ابن کثیر نے اپنی بہترین کتاب 'الفصول' میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اولیات کا ذکر کیا ہے کہتے ہیں۔

سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والی تھیں۔اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کی سب سے پہلے شادی ہوئی وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور انہی نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔ ﴿الفصول﴾

اور دوسری صفات اولیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ ہیں۔

(۱) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے نماز پڑھی۔

(۲) سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد انہی سے ہوئی۔

(۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج میں سب سے پہلے جنت کی بشارت انہیں ملی

(۴) سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام بھیجا۔
(۵) مومنات میں سے پہلی صدیقہ، خاتون ہیں۔
(۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ وفات کے اعتبار سے بھی ہیں۔
(۷) یہ پہلی شخصیت ہیں جن کی قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترے۔

حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما:

مشہور ثقہ راوی، امام مسروق بن الاجدع الھمدانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نقل کرتے ہیں تو کہتے ہیں صدیقہ بنت صدیق حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کی آسمان سے برأت نازل ہوئی بیان کیا۔

یہ صدیقہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں مرتبہ تھا ایک مرتبہ انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ، دافع غیرت کے انداز میں کردیا، لیکن انہیں بھی منع کردیا گیا کہ آئندہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ اس انداز سے نہ کریں کیونکہ وہ حضرت خدیجہ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون، پختہ رائے کی عامل، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس، ان کی فضیلت عظیم اور ان کی بھلائی عام ہے۔

اس بارے میں خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے فرماتی ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلنے سے پہلے حضرت خدیجہ کا تذکرہ اور ان کی تعریف ضرور کرتے۔ایک دن اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی تو مجھے (بتقاضائے بشری کے تحت) غیرت آگئی اور میں نے کہا، وہ تو ایک بوڑھی خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بہترین نعم البدل عطا فرمایا ہے۔تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں آگئے اور فرمایا خدا کی قسم! مجھے اس سے اچھا نعم البدل نہیں مل

سکتا۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ انکار کررہے تھے، اور میری تصدیق کی جب لوگ جھٹلا رہے تھے اور اپنے مال سے میری خدمت کی جب لوگوں نے مجھے مفلس کردیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے اولاد عطا کی دوسری بیویوں سے نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس دن، دل ہی میں فیصلہ کرلیا آئندہ کبھی ان کا ذکر اس انداز سے نہیں کروں گی۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی کسی عورت پر غیرت نہیں کھائی جیسی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کھائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کثرت سے فرماتے تھے۔

(اس حدیث کو بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے)

اور یہ بڑی عجیب بات تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسی خاتون پر غیرت آئی ہو جو انکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے کافی عرصہ قبل ہی انتقال کرچکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو باقی ازدواج مطہرات سے غیرت کھانے سے بچائے رکھا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شریک تھیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف وکرم تھا تاکہ انکی زندگی منکدر نہ ہوجائے۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

اللہ اکبر! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیا شان والی خاتون ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی بھر ان کی یاد باقی رہی حالانکہ وہ مٹی کے نیچے جاچکی تھیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اللہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کا اکرام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مزید کرامات بھی ہیں کہ ایک بوڑھی خاتون جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں سے تھیں نبی

کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کی خوب اچھی طرح خاطر مدارات کی اور انہیں اچھی طرح بٹھلایا اور اپنی چادر انکے بیٹھنے کی لئے بچھادی اور ان سے انکے احوال دریافت کرنے لگے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں اس بوڑھی خاتون کو دیکھنے نکلی تو ان بوڑھی خاتون کا یہ اعزاز مجھے عجیب لگا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ ہمارے ہاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وقت بھی آیا کرتی تھیں اور انکا ایمان بہت اچھا رہا۔ (اس حدیث کو امام حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں راویت کیا ہے)

میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چاہنے والوں کو پسند کرتا ہوں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب کوئی بکری ذبح فرماتے کہ اسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ داروں کے ہاں بھی بھیجنے کا حکم ارشاد فرماتے تو میں نے ایک دن اس بات کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چاہنے والوں کو پسند کرتا ہوں۔ ﴿صحیح مسلم﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے جنت کی بشارت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ○ ﴿سورۃ الواقعہ﴾

ترجمہ: اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے وہی مقرب بارگاہ میں چین کے باغوں میں اگلوں میں سے ایک گروہ۔ ﴿کنز الایمان﴾

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ○ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ○ ﴿سورۃ البینہ﴾

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ ﴿کنز الایمان﴾

حضرت اُمّ المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا حیات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑا عظیم مرتبہ ہے اور ان کا یہ مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پوری زندگی بلند ہی رہا۔ بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ یہ اپنے زمانے کی خواتین میں علی الاطلاق سب سے افضل ہیں اور انہیں کئی مرتبہ جنت کی بشارت سنائی گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے سلام کہیے۔ جنت میں یاقوت سے بنے ہوئے گھر کی جس میں کوئی شور شرابا ہے نہ تھکاوٹ ہے کی بشارت دیں۔ (اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے)

قارئین! اس حدیث شریف میں بڑی عظیم اور مبارک بشارت ہے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام بھیجا اور اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام نے سلام پیش کیا۔ اور اللہ تعالیٰ صرف اسی کو سلام بھیجتا ہے جس کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ہو اور بلند شان ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں گھر کی بشارت دی جہاں کوئی شور جھگڑا نہیں اور نہ ہی مشقت اور تھکاوٹ کی کوئی وجہ ہے۔

علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پر ایک پُر لطف تعلیق کی ہے جو حضرت خدیجہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت کی غماز ہے۔ ﴿الروض الانف﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ملا تو وہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت

جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سلام بھیجا ہے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی سلام ہو اور آپ پر سلامتی ہو اس کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہوں۔

﴿فضائل صحابہ للنسائی﴾

اہل علم نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب ان کی سمجھ اور عقلمندی، اور حسن ادب کی دلیل ہے۔

ایک اور حدیث میں، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں بھی اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جنت کی بشارت کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چند خطوط بنائے۔ اور فرمایا جانتے ہو! یہ کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، جنت کی عورتوں میں افضل خواتین'' خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، فرعون کی بیوی '' ہیں۔

﴿نسائی﴾

سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم سے دریافت کیا کہ ہماری والدہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کہاں ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یاقوت سے بنے ایک گھر میں جس میں نہ کچھ شور ہے نہ ہی تھکاوٹ، حضرت مریم اور حضرت آسیہ کے درمیان والے علاقے میں۔ تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ کیا اس قصب یعنی نرکل بانس وغیرہ کے گھر میں فرمایا نہیں بلکہ ہیروں، سچے موتیوں، اور یاقوت سے بنے گھر میں ہے۔

﴿مجمع الزوائد، ج ۹﴾

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا! اسلام پر تصدیق کی وزیر تھیں اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں راحت کا سامان مہیا کیا۔ تو اس کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ راحت اور نعمت کے تمام وسائل آخرت میں انہیں مہیا فرمادے۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا۝ ﴿سورۃ الدھر﴾

ترجمہ: ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

﴿کنزالایمان﴾

یہ کچھ مہکتے، دمکتے صفحات، حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے بارے میں تھے جو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے مقدم فرمایا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ ان کی والدہ ام الشموس بنت قیس بن زید بن عمر تھیں، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اپنے ایک چچا زاد کے نکاح میں تھیں جسے سکران بن عمرو کہا جاتا تھا اور اس کا ایک بھائی سہیل بن عمرو تھا۔ بنی عامر بن لوی سے ان کا تعلق تھا۔ ان کے شوہر نے ان کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا اور پھر دونوں حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے، پھر جب حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے تو ان کے شوہر کا انتقال مکہ ہی میں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔ ﴿طبقات ابن سعد، ج ۸﴾

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح سے پہلے ان سے مکہ ہی میں نکاح کیا یہی قول امام قتادہ اور ابو عبیدہ کا بھی ہے اور ابن قتیبہ نے صرف یہی قول نقل کیا ہے اور امام زہری کی دوسری روایت جسے عبداللہ بن محمد بن عقیل نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد ان سے نکاح کیا۔

﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نکاح کرنا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ چاہیں تو باکرہ سے شادی کرلیں، اور چاہیں تو کسی بیوہ سے نکاح کرلیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باکرہ کون لڑکی ہے؟ اور بیوہ کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا باکرہ لڑکی تو آپ کے محبوب خلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی عائشہ ہے۔ اور اگر بیوہ سے شادی کرنا چاہیں تو سودہ بنت زمعہ ہے جو آپ پر ایمان بھی لائی ہے آپ کی پیروکار بھی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے میرا تذکرہ کرو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جا کر حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا (والدہ حضرت عائشہ) سے تذکرہ کیا تو انہوں نے اس پیغام کو قبول کرلیا اور نکاح کے لئے رضامند ہوگئیں۔

وہ فرماتی ہیں کہ میں اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی ان کے والد بہت بوڑھے تھے اور گھر میں ہی رہتے تھے ان پر ضعف طاری ہو چکا تھا۔ میں نے انہیں زمانہ جاہلیت کے مطابق تحیہ و سلام کیا اور کہا ''انعم صباحاً (دراصل زمانہ جاہلیت میں استقبالیہ کلمات مختلف انداز میں کہے جاتے تھے اور وہ وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے تھے، مثلاً صبح کے وقت ''نعم صباحاً، صباح الخیر'' اور شام کے وقت ''انعم مساء، عم مساء، مساء الخیر'' وغیرہ وغیرہ۔ یہ اسی طرح کے کلمات ہمارے ہاں بھی بعض لوگ کہتے ہیں جیسے شب بخیر وغیرہ۔

کہتے ہیں یہ تمام چیزیں زمانہ جاہلیت کے زمرے میں آتی ہیں۔ اسلام کی جامعیت دیکھئے کہ ایسی تعلیم ارشاد فرمائی جس سے ہمیشہ کے لئے سلامتی کی دعا ملتی ہے یعنی ''السلام علیکم'' لہٰذا تمام طریقے ترک کر کے ہمیں اسلام کا بتایا ہوا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ جب انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں حکیم کی بیٹی خولہ ہوں، تو انہوں نے بڑی اپنائیت

سے استقبال کیا اور پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سودہ سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو بڑے اچھے آدمی ہیں۔ تم نے اپنی سہیلی (یعنی سودہ) سے پوچھا وہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کیا اسے یہ رشتہ پسند ہے انہوں نے کہا جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ آپ تشریف لے آئیے۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کا ردعمل:

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور انہوں نے آپ سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرا دیا۔ جب عبد بن زمعہ جو حضرت سودہ کے بھائی ہیں گھر تشریف لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو گیا ہے چونکہ وہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالنی شروع کر دی کہ یہ وہ آدمی جس سے ہم دور بھاگ رہے ہیں وہ گھر کا فرد بن بیٹھا ہے اور جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو فرمایا کرتے کہ میں اس وقت بیوقوف تھا کہ اپنے سر میں مٹی ڈال رہا تھا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ سے کیوں ہوا؟ جبکہ یہی عین خوش قسمتی کی بات تھی۔ اس روایت کو دوسرے حضرات نے بھی اختصار سے نقل کیا ہے۔ ﴿مسند احمد﴾

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت اور اس روایت میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے پہلے نکاح کیا ہو اور حضرت سودہ سے بعد میں۔ اور پھر حضرت سودہ کی رخصتی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ہوئی ہو، کیونکہ تزویج کا اطلاق عقد نکاح رخصتی دونوں پر ہوتا ہے۔ مگر متبادر نکاح ہی ہے نہ کہ رخصتی۔

﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی اور ضعیف ہوگئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے مقرر کردیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو دن ٹھہرا کرتے تھے یعنی ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کا۔ ﴿مسلم﴾

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کے لئے ایک دن ایک رات مقرر فرما رکھی تھی۔ البتہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کردیا تھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی عورت ہیں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے نکاح کے بعد شادی کی۔ ﴿بخاری﴾

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا مجھے بہت اچھی لگتی تھی، میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسی کے رنگ میں رنگی جاؤں۔ جب وہ بوڑھی ہوگئیں تو انہوں نے اپنی باری کا دن بھی مجھے دے دیا۔ ﴿مسلم﴾

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں، جب بوڑھی ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے طلاق نہ دیجئے اور اپنے ہی نکاح میں رہنے دیجئے میں آپ سے کوئی مطالبہ نہیں کرونگی، بلکہ میں یہ پسند کرتی ہوں کہ کل

قیامت کے دن آپ کی ازواج مطہرات میں سے ہی اٹھائی جاؤں۔ اور میں نے اپنی باری کا دن بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق نہ دی وہ آخری دم تک آپ کے نکاح میں تھیں۔

قرآن میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان:

ارشاد باری تعالیٰ:

"وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا" ﴿سورۃ نساء﴾

ترجمہ: اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی بے رغبتی کا اندیشہ کرے۔

﴿کنزالایمان﴾

علامہ ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی مشہور یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مطلق کسی کی تخصیص نہیں کی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مذکورہ بالا آیت کریمہ کے بارے میں فرماتی ہیں کہ یہ اس عورت کے بارے میں ہے جو ایسے خاوند کے نکاح میں ہو جو اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے طلاق دے کر دوسری شادی کرنا چاہتا ہو تو عورت اپنے اس شوہر سے کہے کہ تو دوسری شادی کر لے اور مجھے طلاق نہ دے اور تجھے میری طرف سے مکمل آزادی ہے یہی مفہوم مندرجہ ذیل آیت کا ہے:

"فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۝"

﴿سورۃ نساء﴾

ترجمہ: تو ان پر گناہ نہیں آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔

﴿کنزالایمان﴾

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت ایسے آدمی کے بارے میں ہے جو اپنی پہلی بیوی کے بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے جدائی اختیار کر کے دوسری شادی کرنا چاہتا ہو۔ اور عورت کہے کہ تو مجھے اپنے پاس رکھ لے اور جس طرح چاہے میرے

لئے تقسیم کردے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر دونوں باہم راضی ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ﴿بخاری﴾

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا بکثرت صدقہ دینا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواج مطہرات جمع تھیں۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے آپ کی ملاقات کس بیوی سے ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بیوی کا ہاتھ لمبا ہوگا۔ فرماتی ہیں کہ ہم نے لکڑی لے کر ہاتھ ناپنے شروع کیے تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ لمبا پایا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال سب سے پہلے ہوا اور وہ بکثرت صدقہ دیا کرتی تھیں۔ ﴿مسلم﴾

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے ہاتھ کا لمبا ہونا دراصل صدقہ وخیرات دینے کا عمل تھا۔ کیونکہ صدقہ دینا آپ کو بڑا محبوب تھا۔

فائدہ:

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات محققین نے تصریح کی ہے کہ اس واقعہ کو نقل کرنے میں بعض رواۃ حدیث سے غلطی ہوئی ہے اور تعجب کی بات ہے کہ امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث بھی اس پر متنبہ نہ ہوئے اور دوسرں کا کیا کہنا۔ دراصل یہ صفت یعنی بکثرت صدقہ وخیرات دینا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا میں پائی جاتی تھی۔ کیونکہ انہیں کے متعلق احادیث مبارکہ میں یہ جملہ نقل کیا جاتا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا جبکہ حضرت سودہ کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا اس لحاظ سے مذکورہ روایت میں بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی کی قرین قیاس ہے۔ ﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حلوہ ملنے کا قصہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذاق میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر حلوہ مل دیا تھا جواباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم بھی اس کے مل دو۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لئے نرمی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ لیلۃ المزدلفہ میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے اور لوگوں کا رش بڑھنے سے پہلے چلی جاؤں۔ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھاری جسم والی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور ہم وہیں آپ کے ساتھ رہے اور صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانگی ہوئی۔ ﴿مسلم﴾

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شان اتباع:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا اس دفعہ آخری حج ہے پھر ہم محصور ہو جائیں گے آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام ازواج نے آپ کے ساتھ حج کیا البتہ حضرت زینب بنت جحش اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا شریک نہ ہوئیں وہ فرماتیں کہ جب سے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے ہم میں سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ ﴿مسند احمد﴾

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال خلافت حضرت عمر کے آخری زمانہ میں ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ منورہ ۵۴ھ ماہ شوال میں ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

پاکیزہ درخت:

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ لوگوں میں سے آپ کو کون زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہ! عمرو نے کہا اور مردوں میں فرمایا۔ اس کا والد (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) ﴿مشکوٰۃ﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے پاکیزہ چیزوں کے کچھ پسند نہ فرماتے تھے اسی لئے آپ نے اپنی امت کے بہترین شخص اور بہترین عورت کو محبوب فرمایا۔ اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں محبوبوں سے محبت کرے گا وہ یقیناً اس لائق ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی محبوب ہو۔

اور حبیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضرت عائشہ صدیقہ ہیں جو حضرت سیدنا صدیق اکبر، خلیفہ اول حضرت ابو بکر عبد اللہ بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ نسباً قریشی تیمی نسبتاً مکی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔

﴿سیر اعلام النبلاء﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت اُمّ رومان بنت عامر بن عویمر الکنانیہ ہیں۔ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ جن کا لقب ذات النطاقین ہیں۔ (ان کی عمر سو سال ہوئی اور یہ خود بھی اہل جنت میں سے ہیں)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ اسلام کے جانبازوں میں سے تھے اور دوسری والدہ سے ان کے بھائی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر مدرسہ نبوت کے شہسوار اور مشہور لوگ ہیں۔

ولادت:

اس پاکیزہ گھر میں جو سچائی اور ایمان کا گھر ہے حضرت عائشہ کی ولادت ہوئی یہ ہجرت سے سات سال پہلے مکہ میں تولد ہوئیں اور یہ اسلامی دور میں پیدا ہونے والے لوگوں میں سے ہیں۔ وہ خود فرماتی ہیں کہ جب مجھے کچھ شعور آیا تو میں نے اپنے والدین کو اسلام پر عمل پیرا دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی افزائش ونشوونما اس پاکیزہ گھر میں ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں دو مرتبہ تشریف لاتے اور خواتین اسلام میں بڑی شان کی مالک آپ ہیں۔

تمام صفات کی جامع:

امام مسروق بن عبدالرحمن ھمدانی کوفی ایک جلیل القدر محدث تابعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راویت نقل کرتے تو فرماتے کہ۔

مجھے صدیقہ بنت صدیق، حبیب اللہ کی حبیبہ، اور کتاب اللہ میں جن کی برأت اتری نے مجھے یہ حدیث سنائی کہ۔ ﴿حلیۃ الاولیاء، ج۲﴾

اس صدیقہ نے اپنے والدین سے سچائی کا دودھ پیا۔ اور خوان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے غذا پائی تو یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں کہ یہ خواتین میں یکتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انہیں حاصل ہو جبکہ انہیں ہر طرف سے خیر کی تمام صفات حاصل تھیں۔ اور اسی لئے ان کو ''صدیقہ'' کا لقب بھی ملا۔

امام ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب تعریف بیان کی ہے لکھتے ہیں۔

''صدیقہ بنت صدیق، عتیقہ بنت عتیق، محبوب خدا کی حبیبہ، سیدالمرسلین محمد الخطیب سے محبت کرنیوالی تمام عیوب سے مبرا دلوں کے شکوک سے عاری، علام الغیوب کے قاصد حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنے والی۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ﴿حلیۃ الاولیاء﴾

علم اور فضل کے تمام فضائل جمع تھے اور اس میدان میں ان جیسی کوئی پاکیزہ مثال موجود نہیں انہوں نے دنیا میں وہ مبارک یادگاریں چھوڑی ہیں جو رہتی دنیا تک موجود رہیں گی۔

صدیقہ لقب:

''اُمّ المومنین'' کا لقب انہیں اس وقت حاصل ہوا جب وحی الٰہی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان سے نکاح کیا۔

ریشمی کپڑے پر تصویر:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ارشاد فرمایا جب آپ اُمّ المومنین سے یہ فرما رہے تھے ''تو مجھے خواب میں تین رات تک دکھلائی گئی۔

میرے پاس ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں تجھے لایا اور یہ کہتا کہ یہ آپ کی زوجہ ہے اور میں تیرے چہرے سے پردا ہٹاتا تو وہ تم (عائشہ) تھیں۔ تو میں یہ کہتا کہ اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔ ﴿الفتح الربانی﴾

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خیر (بھلائی) کا ارادہ فرمایا اور انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنانے کے لیے تیار کیا اور انہیں بلند مقام و مرتبہ عنایت فرمایا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی والدہ کو یہ کہہ کر وصیت فرماتے کہ''

اے اُمّ رومان عائشہ کو اچھی تربیت دو اور اس میں میرا خیال کرو۔''

حق مہر:

جب مناسب وقت آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت عائشہ سے عقد کر لیا اور چار سو درہم مہر مقرر فرمایا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس رشتہ سے خوش نصیبی حاصل ہوئی اور انہیں بہترین چیز حاصل ہوگئی۔

ہجرت مدینہ:

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مکہ سے مدمنورہ ہجرت کی تو اس ہجرت مبارکہ کے بارے میں حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم کے گھرانے کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچ گئے تو پھر اپنے گھر والوں کو لانے کیلئے آدمی بھیجے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حتیٰ کہ دونوں خاندان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے اور احاطے میں مدینہ میں پہنچ گئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن کو ایک مبارک انعام واحسان سے سرفراز فرمایا کہ جب ان کا اونٹ بدک گیا تو حضرت اُمّ رومان رضی اللہ عنہا یہ کہتی رہ گئیں۔" اوہ میری بیٹی ،اوہ میری دلہن اور پھر اچانک اونٹ رک گیا اور اللہ نے انہیں محفوظ رکھا اور یہ قافلہ آسانی سے مدینے میں داخل ہو گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھرانے کے ساتھ "دار بنی حارث بن خزرج" میں اتریں۔

رخصتی کی مبارک گھڑی:

ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی "بدر" میں مدد فرمائی اور مدینہ کی گلیوں اور مضافات میں اس عظیم نصرت کی خوشی دوڑ گئی اور شوال کے مہینے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والدہ کے گھر سے اپنے "بیت زوجیت" میں منتقل ہوئیں جو نبوت کا گھر اور وحی اترنے کا گھر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو "اُمّ عبداللہ" کی کنیت عطا فرمائی۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اس وقت آپ نوعمر تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا بہت لحاظ فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری بچیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیلا کرتیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بچیوں کو حضرت عائشہ کے ساتھ کھیلنے کے لئے بلوا بھیجتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی خوشی پر حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت کو بیان فرماتی ہیں کہ۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں لڑکیوں کے ساتھ گڑیا سے کھیل رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے اور اس کے پَر تھے۔ یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔ ﴿طبقات ابن سعد، ج ا﴾

حبیبۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم:

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک حسین وجمیل خاتون تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی اور نہ ہی ان جیسی محبت کسی اور زوجہ سے کی۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

مجھے امت محمدیہ میں سے بلکہ مطلقاً تمام خواتین میں سے ان جیسی عالمہ کا معلوم نہیں۔ اور ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں دنیا آخرت میں۔ تو اس سے اوپر کوئی فخر کی بات ہوسکتی ہے۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

حبیبۂ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات میں سے ایک بات یہ ہے کہ ان کا حجرہ ''مھبط وحی'' تھا کیونکہ اس حجرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ وحی اتری تھی۔ تو یہ اس حبیبہ اور حجرے کی شان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں بڑا مرتبہ ومقام تھا اور اس درجہ تک سوائے اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے کوئی نہ پہنچ سکا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس مبارک منزلت سے واقف تھے۔ اس لئے ان کی بہت زیادہ عزت وتوقیر کرتے اور مزید یہ کہ دوسری اُمھات المومنین بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس مرتبے کی قائل تھیں اور ان سب میں پہلا نام اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔

فضائل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وہ واضح فضائل حاصل تھے۔ جو مسلم خواتین میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئے اور ان فضائل میں سے ہر فضیلت ایسی ہے جو کسی بھی عورت کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچادے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فضائل حاصل ہوئے ہم ان کی بابت خود انہی کی زبانی معلوم کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ مجھے تو فضائل ایسے ملے جو حضرت مریم بنت عمران کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیئے گئے۔

(۱) حضرت جبریل امین علیہ السلام میری تصویر لے کر اترے اور حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ وہ مجھ سے نکاح کریں۔ اور مجھ کنواری سے نکاح فرمایا اور میرے علاوہ کسی کنواری سے نکاح نہیں فرمایا۔

(۲) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی گئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا۔

(۳) اور میرے حجرے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بنائی گئی۔

(۴) ملائکہ (فرشتے) میرے گھر میں آتے جاتے اور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاف میں ہوتی اور وحی نازل ہو جاتی۔

(۵) میں ان کے خلیفہ اور صدیق کی بیٹی ہوں۔

(۶) میری پاکیزگی کی گواہی آسمان سے نازل ہوئی۔

(۷) مجھے پاک چیزوں میں بہترین خلقت میں ڈھالا گیا۔

(۸) مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ کیا گیا۔

﴿مجمع الزوائد، ج۹، سیر اعلام النبلاء﴾

شانِ صدیقہ میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

اس بات پر اور پُر لطف قصیدہ لکھا ہے۔

انی خصت علی لسان محمد	بصفات بر تحتهن معانی
وسبقتهن الی الفضائل کلها	فالسبق سبقی والعنان عنانی
زوجی رسول الله لم ار غیره	الله زوجنی به وحبانی
واتاه جبریل الا مین بصوری	فاجنی المختار حین رآنی
وانا ابزة الصدیق صاحب احمد	وحبیبه فی السروالا علان

ترجمہ: مجھے حضرت محمد ﷺ کی زبان سے چند نیک صفات کی خصوصیت دی گئی جن کے چند معانی ہیں۔

اور میں ان کے ساتھ تمام فضائل میں سبقت لے گئی یہی جیت میری جیت ہے اور فوقیت میری فوقیت ہے۔

میرے شوہر رسول اللہ ﷺ ہیں جن کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا اللہ نے میرا ان سے نکاح کرایا اور مجھے تحفہ دیا۔

اور ان کے پاس جبریل امین میری تصویر لائے تو مختار نے جب مجھے دیکھا پسند کرلیا۔

اور میں احمد ﷺ کے ساتھی اور ان کے راز اور اعلان کے وقت کے محبوب صدیق کی بیٹی ہوں۔ ﴿نساء مبشرات بالجنہ، ص ۱۹۹﴾

محبت رسول ﷺ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں ایک حضور نبی کریم ﷺ کی ان سے مشہور محبت ہے اور اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام اپنے ھدایا عام طور سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دن بھیجا کرتے تا کہ حضور نبی کریم ﷺ خوش ہوں اور جب کسی کے پاس ھدیہ کی چیز بھی موجود ہوتی تب بھی وہ اسکو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری والے دن کے لئے مؤخر کئے رکھتا۔ تو بعض

ازواج نبی ﷺ نے اس بات کا تذکرہ جناب اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو ھدایت کریں کہ نبی کریم ﷺ جہاں بھی ہوں وہاں انہیں ھدیہ بھیجا جائے۔ تو یہ بات حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کے گوش گزار کردی تو آپ ﷺ خاموش رہے انہوں نے دوبارہ کہی پھر بھی آپ ﷺ خاموش رہے جب تیسری مرتبہ کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اُمّ سلمہ! مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف مت دو پس خدا کی قسم میں جب تم میں سے کسی کے لحاف میں ہوتا ہوں تو مجھے وحی نہیں آتی سوائے عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے۔ ﴿بخاری، مسلم، صفتہ الصفوۃ، ج ۲﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ نبی کریم ﷺ کے دل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اور یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے انعامات میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود ان نعمتوں کے بارے میں فرماتی ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ساری خصوصیات دیں ان میں ایک یہ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات میرے حجرے میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے ہوئی۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت سی خصوصیات ہیں اور انہی خصوصیات کی بناء پر رسول اللہ ﷺ کے ہاں ان کا مرتبہ بہت بلند تھا اور اسی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی یہی فضیلت بتلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ ﴿مسلم﴾

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح کون ہوسکتا ہے کیا حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خالص دوست نہ تھے۔ اور وہ کون تھے کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی کو خلیل بناتے تو اسی کو بناتے۔ کیا دوست بارش کی طرح نہیں ہوتا کہ

جہاں آئے نفع پہنچائے۔

اللہ تعالیٰ ان اشعار کے قائل پر رحم فرمائے۔

لا تفضل علی العتیق صدیقا فهو صدیق احمد المختار

وان ارتیت فی الاحادیث فاقراء ثانی اثنین اذهما فی الغار

ترجمہ: عتیق پر کسی اور دوست کو فضیلت مت دے وہ تو احمد المختار صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

اور اگر تجھے احادیث میں شک ہو تو آیت ثانی اثنین اذهما فی الغار پڑھ لے کیا یہ فضیلت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے کافی نہیں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت دوسرے کھانوں پر۔ ﴿متفق علیہ﴾

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی قریظہ میں تھیں وہاں حضرت جبریل علیہ السلام نے انہیں سلام پیش کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! یہ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور یہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ۔ یارسول اللہ! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔

﴿بخاری، مسلم، ابوداود، درمنثور، ج ٦﴾

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل محدود نہیں ہیں اور ان کے لئے یہ فضیلت کافی ہے کہ قرآن خاص طور سے انہی کی وجہ سے بھی نازل ہوتا رہا اس سے بڑی فضیلت ہو ہی نہیں سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غزوات میں شرکت:

ان صفحات میں سیرت اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں شامل ہونے والی برکات میں سے وہ مہکتے دمکتے لمحات ہیں جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں گزارے۔ اور جو بات حیرت زدہ کردیتی ہے وہ یہ ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک عام خاتون کی طرح جہاد میں شریک ہوتیں اور یہ شرکت ان حدود میں ہوتی جو شرع نے جائز رکھی ہیں مثلاً پانی پلانا، مریضوں کی مرہم پٹی کرنا اور کھانا وغیرہ تیار کرنا۔ وغیرہ۔

غزوہ احد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پانی اپنی گردن پر رکھ کر مجاہدین کو پلانے کے لئے لاتیں یہ اس وقت ''صغیر السن'' تھیں لیکن پہلی مرتبہ اس غزوہ میں شریک ہوئی تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اُمّ المومنین کی اس غزوہ میں کارگزاری کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ۔

میں نے حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ گھونگھٹ نکالے ہوئے تھیں مجھے ان کے پاؤں میں پڑے پازیب نظر آرہے تھے وہ ڈول بھر بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پلاتیں جب وہ خالی ہوجاتا تو پھر اسے بھر کر لاتیں اور لوگوں کو پلاتیں۔

غزوۂ خندق میں اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شجاعت نایاب اور جرأت مشہور ہے حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی جرات کو حیرت سے دیکھا جب وہ پہلی صفوں کے قریب تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ میں خندق کے دن لوگوں کو تلاش کرنے نکلی۔ تو میں نے زمین پر چلنے کی آوازیں سنیں تو دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھتیجے حارث بن اوس اپنا اسلحہ وزرہ اٹھائے چلے جارہے ہیں۔ حضرت سعد میرے قریب سے گزرے انہوں نے لوہے کی زرہ پہنی ہوئی تھی جس کے کنارے نکلے ہوئے تھے اور میں

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اطراف جو، زرہ سے خالی تھے سے گھبرا رہی تھی اور حضرت سعد لوگوں میں بہت زیادہ لمبے چوڑے شخص تھے وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

لبث قلیلا یدرك الهیجا حمل ما احسن الموت اذا حان الاجل

ترجمہ: گھوڑا ذرا ٹھہر جا! ابھی سخت لڑائی آنے والی ہے۔
جب وقت پورا ہو جائے تو موت کتنی اچھی۔

میں وہاں سے چلی اور ایک باغیچے میں جا پہنچی وہاں پہلے سے چند مسلمان موجود تھے اور وہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان میں ایک شخص نے خود پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم کیوں آگئیں تم تو بہت بہادر ہو تمہیں کیا کہ سخت لڑائی ہو یا لڑائی سے علیحدگی ہو۔ وہ مجھے برابر یونہی ملامت کر رہے حتیٰ کہ میں نے یہ تمنا کی کہ زمین پھٹے اور میں اس میں چلی جاؤں۔ اتنے میں اس شخص نے اپنا خود اٹھایا تو وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے وہ کہنے لگے اے عمر! آج تو تم نے حد ہی کر دی ہے اور آج فرار کہاں ہے سوائے اللہ کی طرف رجوع کے۔

﴿البدایہ والنھایہ، تفسیر ابن کثیر، سورۃ احزاب، آیت ۲۷، تاریخ اسلام ذھبی، طبقات الکبریٰ﴾

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق کے لئے نکلے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جنہیں مال غنیمت میں سے حصہ ملا تھا اور اسی غزوۂ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بڑا کڑا امتحان بھی ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ان کی مدد فرمائی اور وہ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی مبارک گواہی کے ذریعے نکل آئیں اور وہ آیات آج تک ان گھروں میں تلاوت کی جاتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنا نام اور یاد بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور ہر گھر اور روئے زمین پر ہر علم کے گھر میں تلاوت ہو رہی ہیں۔

واقعہ افک :

اسلام کی ترقی اور فتوحات کو دیکھنے والے منافقین کو کسی پل قرار نہ آتا تھا اور وہ اپنی اہمیت کو گرتے ہوئے دیکھ رہے جو کسی جگہ ٹک نہیں پا رہی تھی تو انہوں نے اپنے گمان کے مطابق یہ پروگرام بنایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی سخت چوٹ دی جائے اس لئے انہوں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بڑا عظیم بہتان لگا دیا۔

عبداللہ بن سلول (منافق) نے جس دن سے اسلام کے بارے میں سنا تھا اسی دن سے اس کے دل میں نفاق اور حسد پیدا ہو گیا تھا وہ اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مسلسل سازشیں کرتا رہتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت منافقین کی گھات میں رہتی تھی اور انہیں لگام دیئے رہتی اور ذلیل اور رسوا کرتی رہتی تھی۔

واقعہ افک کی وجہ سے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دل پر بڑا دردناک اثر ہوا اور ان پر بیت نبوی اور بیت ابوبکر پر یہ اوقات بڑے سخت گزارے جو تقریباً ایک مہینہ پر میحط تھے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم اس پاک دامن صدیقہ رضی اللہ عنہا کیلئے برأت لے کر نازل ہوا۔

اور یہ برات مومن مسلمان حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جنہیں اس واقعہ میں ملوث ہونے کا بہتان لگایا تھا کے لئے بھی بڑی مبارک گواہی تھی اسی طرح منافقین نے ایک جھوٹی بات کو بہتان بنا کر لگایا جو آخر تک ان منافقین کے ساتھ رہے گا۔

منافقین کی ذلت :

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کو بڑی عظیم فتح عطا فرمائی تھی اور غزوۂ بنی مصطلق کی اس فتح ونصرت نے منافقین کے دل کینہ اور نفرت سے بھر دیئے اور ان کے دلوں میں غصہ شاید ان کی جانوں کو لے لیتا تو

انہوں نے اپنی نفاق کی فیکٹری سے تیار کردہ یہ بہتان اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حبیبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا دیا۔

اور جس شخص نے اس بہتان کی اشاعت کی وہ فاسق اور گندا شخص منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ اور یہ اندھا تھا فتنہ مسلمانوں کے اس معاشرے کو شدید دھچکا لگا سکتا تھا منافقین نے اس کی ترویج کی اور بہت سے کمزور ایمان والے حضرات اس کی تردید بھی نہ کر سکے قرآن کریم میں انہی کو "سماعون" کہا گیا ہے۔ ﴿سورۃ توبہ آیت نمبر ۴۷﴾

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس حادثہ سے ادب کا ایک درس بلیغ دینے کا ارادہ فرمایا اور اس میں نفاق اور منافقین کے لئے سخت سزا بھی رکھی گئی۔ اسی طرح اس میں اُمّ المومنین کے لئے بڑی عظیم کرامت عزت اور شان رکھی گئی اور یہ کہ ان کی اس شان کو "ہر گندگی سے پاک اور طاہر، اھل بیت میں واضح کیا جائے۔

ان کا کیا حال ہے:

قارئین! حدیث افک بخاری، مسلم، کتب سیرت اور اسی طرح کتب تفاسیر میں سورۃ نور کی تفسیر میں بیان ہوئی ہے اور اسے بذات خود اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے چند فقرات کو نقل کر رہے ہیں اور یہ بخاری کی روایت سے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ:

ہم مدینے آگئے مہینے کے شروع میں، بیمار ہوگئی اور لوگ آپس میں افک کی بابت کیا کرتے تھے اور مجھے کچھ پتہ تک نہ تھا۔ لیکن میری تکلیف میں اس بات سے مزید اضافہ ہو جاتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت میں وہ دل چسپی نہیں پا رہی تھی جو میں اپنی پہلی تکلیف میں دیکھتی تھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لاتے تو بیماری کے متعلق پوچھ لیتے کہ "ان کا کیا حال ہے۔ اور پھر واپس چلتے جاتے۔

''ان کا کیا حال ہے'' یہ جملہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے پہلی سی محبت سے خالی جملہ تھا اور اس میں وہ پہلی سی حرارت شوق بھی نہ تھی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاک دل کو خوشی سے بھر دیا کرتی تھی۔ آخر ماجرا کیا ہے۔ ہائے مصیبت! دن گزرتے رہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس ارشاد ''ان کا کیا حال ہے'' سے زیادہ گفتگو نہ فرماتے لیکن غم کے اس کالے بادل کو چھٹنا بھی ضروری تھا اور منافقین کی لگائی اس گرہ کو توڑنا بھی ضروری تھا۔

ایک دردناک خبر:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو افک کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے بعد فضاؤں کو کچھ بدلا بدلا سا پایا تو وہ اپنے والد کے گھر چلی گئیں اور پھر رات کو قضائے حاجت کے لئے نکلیں تو اُمّ مسطح بن اثاثہ بن عباد قریشی نے انہیں اہل افک کی باتوں کے بارے میں بتایا تو وہ بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئیں اور دو رات اور دو دن مسلسل روتی رہیں اور نیند اڑ گئی اور شاید ان کا رونا ان کا دل پھاڑ دیتا۔ ہم بقیہ حدیث بھی انہی کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ:

اس دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے انہوں نے سلام کیا پھر تشریف فرما ہوئے اور یہ باتیں ہونے کے بعد وہ میرے بارے میں کوئی ارشاد خداوندی بھی نہیں ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادتیں پڑھیں اور فرمایا ''اَمّا بعد'' اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) مجھے تمہارے بارے میں کچھ اس اس طرح کی باتیں پہنچی ہیں اگر تم ان سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برات نازل فرمائے گا اور اگر تم نے گناہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

''اللہ اکبر'' یہ کتنا عظیم کلام تھا لیکن۔

عسی الکرب الذی امیست بیہ　　　　یکون وراء فرج قریب

ترجمہ: یہ جو میں نے کرب میں وقت گزارا ہے۔ اس سے آگے کشادگی قریب ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری گفتگو کے دوران سر جھکائے بیٹھی رہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کی تو مجلس پر خاموشی چھاگئی اور ان کے آنسو تھم گئے اور ان میں جرأت پیدا ہوگئی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہا کہ آپ جواب دیں تو انہوں نے کہا خدا کی قسم میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دوں۔ تو میں نے اپنی والدہ سے کہا امّی! آپ جواب دیں تو انہوں نے بھی یہی کہا۔ تو پھر میں نے کہا کہ میں نوعمر لڑکی ہوں اور زیادہ قرآن پڑھی ہوئی بھی نہیں لیکن خدا کی قسم میں اتنا جانتی ہوں کہ تم لوگوں نے یہ باتیں سنی ہیں اور یہ تمہارے دلوں میں جم گئی ہیں اور تم لوگ اس پر یقین کر بیٹھے ہو۔ اس لئے اگر میں تمہیں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا بھی ہے کہ کہ میں بے گناہ ہوں لیکن تم لوگ یقین نہیں کروے اور اگر میں اعتراف کرلوں حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں'' تو تم میری بات پر یقین بھی کرلو گے خدا کی قسم میں آپ لوگوں کو کہنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کے قول کے سوا کچھ نہیں پاتی انہوں نے فرمایا تھا'' ﴿سورۂ یوسف آیت نمبر ۱۸﴾

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ○

ترجمہ: تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔ ﴿کنزالایمان﴾

اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ گواہی:

اب حقیقت واضح ہونے اور فتنہ کے اندھیروں کے زائل ہونے کا وقت آچکا تھا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات ختم کرلی تو اللہ تعالیٰ نے سات

آسمانوں کے اوپر سے ان کی بے گناہی نازل فرمادی اور یہ برأت اللہ رب العالمین کی مہر زدہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ۔

اللہ کی قسم! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہلے بھی نہ تھے اور نہ ہی کوئی اور گھر سے باہر گیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی آپ کی پیشانی عرق آلودہ ہونے لگی حالانکہ سردیوں کے دن تھے (یہ وحی نازل ہونے کی نشانی تھی کہ وحی کے بوجھ سے آپ پسینے میں شرابور ہو جاتے تھے)۔

جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوشی سے ہنس رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ ''اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے گناہ قرار دے دیا ہے۔'' تو میری والدہ نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کے احترام میں) کھڑی ہو کر شکریہ ادا کرو۔ تو میں نے کہا خدا کی قسم میں نہ ان کی لئے کھڑی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شکر نہیں کروں گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دس آیات نازل فرمائیں۔ ان الذین جاء وا بالا فلك الایۃ ﴿بخاری ج ۲﴾

تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی گواہی اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے نازل ہوئی ان کے گھر کو پاک کرنے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام اور آل ابی بکر رضی اللہ عنہ کی توقیر وعزت کے لئے۔ ان لوگوں پر بہت بڑا صدمہ گزر گیا تھا جس پر آل ابی بکر رضی اللہ عنہ جیسی مصیبت نازل ہوئی ہو۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے فضل وکرم سے عزت عطا فرمائی اور منافقین کی سازشوں کو انہی پر لوٹا دیا۔

شان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں قصیدہ غوث:

حضرت سیدنا غوث اعظم عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کو بڑے خوبصورت پیرائے میں پیش کیا ہے فرماتے ہیں۔

وتکلم اللہ العظیم بحجتی　　　وبراءتی فی محکم القرآن

والله فی القرآن قدلعن الذی بعد البراء ۃ بالقبیح ومانی
والله فضلنی وعظم حرمتی وعلی لسان نبیة برائی
والله وبخ من اراد تنقصی افکاً و سبّح نفسہ فی شانی

﴿المحاسن المجتمعہ﴾

ترجمہ: اللہ نے میری پاکی دلیل بیان کی اور میری برات محکم قرآن کریم میں۔
اور اللہ نے قرآن میں اس شخص پر لعنت کی ہے جو رات کے بعد مجھے گندا الزام لگائے۔

اور اللہ نے مجھے فضیلت دی اور میری عزت کو عظمت عطا فرمائی اور اپنے نبی کی زبانی مجھے بری قرار دیا۔

اور اللہ نے اسے ملامت کی ہے جو میری تنقیص کرنا چاہے الزام لگا کر اور اللہ نے میری شان میں اپنی تسبیح بیان کا ہے۔

یہ وہ گونگا بہرہ فتنہ افک تھا جسے منافقین کے سردار ابن سلول نے برپا کیا تھا اس کی اور اس کے متبعین کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے رسوا فرمایا اور اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اُمہات المومنین کی حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ ○ ﴿سورۃ نور﴾

ترجمہ: وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ﴿کنزالایمان﴾

مبارک گواہیاں:

اللہ تعالیٰ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لئے بے گناہی اور پاکیزگی کی گواہی دی اور ان کے پاک دامن ہونے پر وہ گواہی دی کہ اسے زمانہ کی گردش مٹا نہ سکے گی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام کو بلند فرمایا اور مسلمانوں کے دلوں میں عظمت رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ زمین کا وارث بن جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے بارے میں فضل اور خیر کی گواہی دی ہے۔

اور اہل فضیلت کو صرف اہل فضیلت ہی پہنچانتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون افضل ہوسکتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔

کہ'' خدا کی قسم میں نے اپنے اہل میں صرف خیر ہی خیر پائی ہے۔

﴿الفصول ابن کثیر﴾

اور دوسری اُمہات المومنین بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پاکیزگی کی گواہی دیتی ہیں کسی اُمّ المومنین سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی ناز یبابات منقول نہیں۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بڑا عظیم باشعور اور برکت کی خوشبو والا موقف تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے نزول سے پہلے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

''میں اپنی سماعت وبصارت کی حفاظت کرتی ہوں میں نے ان میں سوائے خیر کے کوئی بات نہیں پائی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا شان صدیقہ میں قصیدہ:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک قصیدہ کہا جس میں انہوں نے ان کی پاکدامنی اور بعض فضائل کو ذکر کیا ہے۔فرماتے ہیں۔

حصان رزان ماتزن بريبة   وتصبح غرثي عن لحوم الغوافل

مهذبة قد طهر الله خيمها وطهرها   من كل بغي وباطل

ترجمہ: پاک دامن سنجیدہ ہے جس پر شک نہیں کیا جاسکتا اور وہ غافلات کے گوشت سے بھوکی صبح اٹھتی ہے۔

پاکیزہ اخلاق والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت کو پاک بنایا ہے

اور اسے ہر گناہ اور غلط بات سے پاک کیا ہے۔

حضرت کبشہ کا قصیدہ:

حضرت کبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا (یہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدح میں ان کی طبیعت کی پاکیزگی کو بیان فرماتی ہیں۔

تتقی الله فی الغیب علیھا	نعمة سترها ما یریم
للموالی اذار مو ھا بافك اخذ	تهم مقامع وجحیم
لیت من كان قد قفا ھا لبسوء	فی حطام حتی یسول اللئی اللئیم

ترجمہ: اس کی غیبت کرنے میں اللہ تے ڈرو وہ اللہ کی نعمت ہے جو اس کا قصد کرے (ملنے کے لئے) اسے خوشی ہوگئی۔

خیر ھدی اور نفس اور والد کے اعتبار سے خواتین میں بہتر ہے بلندی کے لئے اس کی پرورش ایک معزز شخص نے کی ہے۔

جانے والوں کے لئے جب وہ اسے جھوٹا الزام لگائیں تو انہیں ہتھوڑوں اور جہنم کی سزا ملے گی۔

کاش کہ وہ جس نے انہیں جھوٹا الزام لگایا تھا اس دنیا میں مرتا تا کہ وہ کمینہ گمراہ نظر آتا۔ ﴿مجمع الزوائد، ج ۹﴾

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصہء افک کے علاوہ دوسرے فضائل نہ ہوتے تب بھی قصہ افک ان کی فضیلت اور بزرگی کے مرتبہ کے لئے کافی ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے بارے میں قرآن نازل ہوا ہے جو قیامت تک تلاوت ہوتا رہے گا۔ ﴿اسد الغابہ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکات:

ہماری روحانی ماں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برکات میں سے ایک آیت تیمّم کا نزول بھی ہے جو انہی کے سبب مسلمانوں کی آسانی کے لئے نازل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے جب ہم ''بیداء مقام'' یاذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈھونڈنے کے لئے قافلہ روک لیا سب رک گئے وہاں پانی بھی نہیں تھا اور نہ ہی لوگوں کے پاس تھا تو لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ ''آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کیا ہے۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت سب لوگوں کو رکوالیا ہے اور نہ یہاں پانی ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے خوب ڈانٹا اور انہوں نے مجھے پہلو میں کونچیں بھی ماریں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرمانے کی وجہ سے میں ہلنے سے باز رہی۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور صبح ہوگئی اور پانی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے تیمّم کی آیت نازل فرمائی۔

﴿صحیح بخاری، تفسیر ابن کثیر، اعلام النبلاء﴾

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے رخصت نازل فرمائی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہوئے ''خدا کی قسم میری بیٹی تو بہت مبارک ہے۔

﴿الفتح الربانی، سیر اعلام النبلاء﴾

تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس روکنے کی برکت سے

مسلمانوں کو کیا برکت اور آسانی میسر فرمائی ہے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر تاریخی کلمات ادا کیے فرمانے لگے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تم میں برکت عطا فرمائی ہے اے آل ابی بکر تم لوگ مسلمانوں کیلئے برکت ہی برکت ہو۔ ﴿بخاری، سیرت حلبی﴾

اور جب آیت تخیر (جس میں اُمھات المومنین رضی اللہ عنہن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا یا تھا) نازل ہوئی تو اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار برکت قناعت اور پاک دامنی کو ظاہر کرنے والا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی سے پوچھنے کی ابتداء کی (یہ ان کے مرتبہ اور بزرگی کی وجہ سے تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات کہنے لگا ہوں تم اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: اے غیب بتانے والے نبی اپنی بیبیوں سے فرما دے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی تو بے شک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ ﴿سورۃ احزاب ترجمہ کنز الایمان﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے انہیں کہا کہ میں کس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں میں تو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرتی ہوں۔ پھر فرماتی ہیں کہ باقی ازواج نے بھی یہ کیا جو میں نے کیا تھا۔

﴿بخاری، تفسیر ابن کثیر، درمنثور﴾

محبوب کی جدائی:

برکت اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے تمام ادوار میں موجود رہی خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی میں انہیں عظیم شرف حاصل ہوا اور وہ شرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور آخری مرض میں ان کے حجرے میں ہونا۔ جو تمام دوسری ازدواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی اجازت کے ساتھ تھا انہوں نے اجازت دے دی تا کہ آپ جہاں پسند فرمائیں وہاں مقیم رہیں۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی انہی کے حجرے ہی میں ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وفات نبی کو روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور شرف میں سے مجھے ایک یہ شرف نصیب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں میرے دن میں میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے وصال فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے وصال کے وقت آپ کے اور میرے لعاب دہن کو جمع فرمادیا وہ یوں کہ میرے ہاں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) آئے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کی جانب دیکھ رہے ہیں تو میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں میں نے مسواک لی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت محسوس ہوئی میں نے پوچھا اسے نرم کر دوں۔ آپ نے اشارہ سے ہاں فرمایا تو میں نے نرم کر کے دی اور میرے سامنے ایک پانی سے بھرا برتن تھا آپ اس میں بار بار ہاتھ ڈال کر گیلے ہاتھ کو چہرے پر لگاتے فرماتے۔ ''لا الہ اللہ ان للموت سکرات'' کہ موت کے اثرات ہوتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اونچا فرمایا اور ارشاد فرمایا ''فی الرفیق الا علی'' حتیٰ کہ روح مبارک قبض ہوگئی اور ہاتھ نیچے ہوگیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایسا سانحہ تھا جس نے عقلوں کو بیکار کر دیا

اور دل پھٹنے لگا اور نفوس اپنی حالت کھو بیٹھے اور لوگ ان کی حالت کے بارے میں متحیر ہو گئے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ثابت القلب اور ہوش میں رہیں اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی ثابت القلب اور ہوش مند رہے اور ان دونوں صدیقین کا کردار ''نا قابل فراموش'' ہے۔ ﴿بخاری، البدایہ والنھایہ، دلائل النبوۃ بیہقی﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''بیت صدیقہ'' میں مدفون ہوئے تو انہیں دونوں جہانوں کا شرف حاصل ہو گیا اور ان کا حجرہ قیامت تک کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے آنے والوں کے لئے قبلہ بن گیا۔

ان فضائل میں سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت تھے آپ نے جواب دیکھا کہ تین چاند ٹوٹ کر ان کے حجرے میں آن گرے ہیں تو اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہوا تو تیرے گھر میں اھل زمین میں سے سب سے افضل لوگ دفن ہوں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (دفن کے بعد) انہیں فرمایا کہ ''یہ ان چاندوں میں سے ایک ہے اور سب سے افضل ہے۔ پھر اس کے بعد خود حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں دفن ہوئے یوں تین چاند پورے ہو گئے۔ ﴿انساب الاشراف﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہونے والی برکات میں ایک یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر اور حجرے کو پسند فرماتے تھے۔ اسی بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''ہر نبی کی اپنی محبوب ترین جگہ پر وفات ہوتی ہے اور یہی ہوا۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اتنے فضائل ہیں جن کا شمار نہیں یہ ان سات افراد میں شامل ہیں جنہوں نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ تعداد

میں مروی ہیں۔ انہوں نے براہ راست حضور نبی کریم ﷺ سے حدیث حاصل کی اور حضور نبی کریم ﷺ کی فعلی سنتیں نقل کرنے میں ان کا بڑا حصہ ہے اور اسی طرح ان کی تعلیم میں۔

اسی طرح ان کا حجرہ دنیا میں حدیث شریف کی تعلیم کا پہلا مدرسہ شمار کیا جاتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود نبی کریم ﷺ سے برکتوں والا پاکیزہ علم حاصل کیا اور اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر رضی اللہ عنہم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ بن عمر والا سلمی رضی اللہ عنہ اور جدامہ بنت وھب رضی اللہ عنہ سے ان علوم کو حاصل کیا اور خود ان سے ایک کثیر مخلوق نے جن کا شمار نہیں علم کی خوشہ چینی کی۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان روایت کی تعداد ذکر کی ہے جو صحابہ تابعین، اہل بیت اور خدام بیت نبوی پر مشتمل ہے اور وہ تقریباً سو تک جا پہنچی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی تعداد دو ہزار دوسودس ہے۔ بخاری و مسلم نے ان کی ایک سو چھتر روایات پر اتفاق کیا ہے اور صرف بخاری چوّن (۵۴) احادیث میں منفرد ہیں اور امام مسلم نے (۶۹) روایات اکیلے ذکر کی ہیں۔ ﴿تہذیب الاسماء﴾

حضور نبی کریم ﷺ سے کثرت سے روایات نقل کرنے والے صحابہ کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا یہ وہ ہیں جن کی روایات ہزاروں میں ہیں۔

(۱) حضرت سیدنا ابوھریرہ، عبدالرحمٰن بن صحر الدوسی رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو چھتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔

(۲) سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان سے دو ہزار چھ سو تیس (۲۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

(۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۴) احادیث

مروی ہیں۔

(۴) اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے دو ہزار دو سودس (۲۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔

(۵) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) احادیث مروی ہیں۔

(۶) سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس (۵۶۴۰) احادیث مروی ہیں۔

(۷) سیدنا سعد بن مالک یعنی حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ان سے بھی ایک ہزار پانچ سو چالیس (۵۶۴۰) احادیث مروی ہیں۔

بعض فضلاء نے ان ساتوں حضرات کے ناموں کو اشعار میں پیش کیا ہے۔

سبع من الصحب فوق الالف قد نقلوا من الحديث عن المختار خير مضر

ترجمہ: سات صحابہ نے ایک ہزار سے زیادہ نقل کی ہیں۔
المختار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مضر کے بہترین شخص۔

ابوهريرة سعد جابر انس

ترجمہ: وہ ابوہریرہ سعد جابر اور انس رضی اللہ عنہم
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ نے۔

﴿شذرات الذهب﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تفقہ اور علم:

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ امت مسلمہ کی خواتین میں علی الاعلان سب سے زیادہ فقیہ تھیں۔

اور یہ بات حقیقت پر ہی مبنی ہے کیونکہ ان کی نشوونما سچائی کے گھر میں ہوئی اور زندگی نبوت کے گھر میں گزری۔ اور یہ نبوت کے صاف اور خالص چشمے

ے سیراب ہوئیں۔ اسباب نزول قرآن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے حجرہ میں وحی اترنے کی جگہ تھی۔ تو اس میں کوئی تعجب نہیں کہ وہ امت کی خواتین میں سے سب زیادہ فقیہ ہوں۔ اسی وجہ سے ان کا علم پھیلا اور ان کا فضل شہروں میں پھیلا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض (وراثت) سنن اور فقہ کی معرفت میں سب سے فوقیت لے گئیں۔

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرائض (وراثت) کے مسائل بخوبی جانتی تھیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے مشائخ کو ان سے وراثت کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔

اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے) کے بارے میں حضرت قبیہ بن نویب رحمۃ اللہ علیہ نے رشک کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے میں ہم پر غلبہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب بڑی عالمہ تھیں۔ ﴿تہذیب التہذیب﴾

زہد اور کرم

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زہد کے اعلیٰ درجات پر دنیا سے اعراض اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے فائز ہو چکی تھیں اور وہ ایسی ہی تھیں جیسا کہ:

امام ابو نعیم اصبہانی نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ:

وہ دنیا سے بیزار اور اس کی رنگینیوں سے بے خبر اور اپنی محبوب چیز یعنی اعمال کے وہ زُہد میں ضرب المثل تھیں جس طرح سخاوت میں ضرب المثل تھیں دیکھا کہ ان کی پیشانی عرق آلود ہے اور ان کے پسینے سے نور پھوٹ رہا ہے۔ تو انہوں نے ابو کبیر الھذلی شاعر کے کلام سے اس کی مثال دی۔

واذا نظرت الی اسرہ وجھه برقت بروق العارض المهلل

یجزیك اور یشني علیك وان من اثنی علیك بما فعلت کمن جزیٰ

ترجمہ: اور جب میں اس کے چہرے کے خدوخال پر نظر ڈالتا ہوں تو وہ چمکتے بادل کی روشنی ہوتا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر کسی شاعر کے اس شعر سے تمثیل بیان کرتی تھیں۔

جو تجھے جزاء دے یا تیری تعریف کرے اور وہ۔ جو تیری تعریف تیرے کام کے بدلے کرے اس طرح ہے جیسے کوئی بدلہ ہے اور شاعری کی بہترین جھلک وہ ہے۔

جب ان کی والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وقت نزوع قریب آیا تو انہوں نے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرك مایغنی الثراء عن الفتر اذا حشر جت یوما وضاق بها الصبر

ترجمہ: تیری عمر کی قسم دولت کمزوری (یا موت) سے بچا نہیں سکتی۔
جس وقت سانس خرخرا جائے اور تجھے صبر کرنا مشکل ہو جائے۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بچی! ایسے مت کہو بلکہ یہ آیت پڑھو۔

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ○ ﴿سورہ ق﴾

ترجمہ: اور آئی موت کی سختی حق کے ساتھ یہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

﴿کنز الایمان﴾

اور جب ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فوت ہوئے یہ وہاں گئیں انہیں دیکھ کر متمم بن نویرہ کے اپنے بھائی کے لئے کہے اشعار پڑھے۔

وکنا کندمانی جذیمة برهة من الدهر حتی قبل لن بتصدعا

ترجمہ: اور ہم ایک عرصہ تک جذیمہ کے پہاڑوں کی طرح ساتھ تھے حتیٰ کہ کہا گیا کہ الگ نہ ہوں گے۔

فلما تفرقنا کافی وما لکا   لطول اجتماع لم بنت لیلة معا

ترجمہ: اور جب ہم جدا ہو گئے تو گویا کہ میں اور مالک لمبے عرصے جمع رہنے کے بعد ہم نے ایک رات بھی ساتھ نہیں گزاری۔ ﴿البدایہ النھایہ﴾

اور ہم آخر میں ایک مہکتی بات لکھ کو گفتگو ختم کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو زہیر بن حباب شاعر کے یہ اشعار پڑھتے سنا۔

ارفع ضعیفك لایحل بك ضعفه   یوما فتدرکه عراقب ماجنی

ترجمہ: اپنی کمزوری دور کر تجھے کمزوری روا نہیں ہوگی۔اس دن جب تیری خطاؤں کا انجام تجھے پکڑے گا۔

یحزیك اویشنی علیك وان من   اثنی علیك بما فعلت کمن جزی

ترجمہ: تجھے بدلہ دے یا تیری تعریف کرے اور جو تری تعریف کرے تیرے کسی کام بدلے، تو ایسا ہے جیسے کوئی بدلہ دے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ شاعر نے سچ کہا ''اللہ تعالیٰ اس پر رحمت نازل نہیں فرماتا جو لوگوں کا شکر نہیں کرتا۔ ﴿اعلام النبلاء﴾

اُمّ المومنین اور طب:

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں طب کی معرفت بھی منقول ہے اور اس بارے میں ''حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا تعجب کرنا بتاتا ہے انہوں نے اپنی خالہ کو کہا۔

اے اماں! میں آپ کی فہم وفراست سے متعجب نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ آپ زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور نہ میں آپ کے شاعری کے علم اور تاریخ سے واقفیت سے متعجب ہوتا ہوں۔ کہتا ہوں کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں اور وہ دنیا کے بڑے عالم تھے۔لیکن مجھے آپ علم طب سے حیرت ہوتی ہے یہ آپ کو کیسے آگیا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمانے لگیں کہ اے عریہ (عروہ کی تصغیر) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری عمر میں کافی بیمار رہے اور مختلف جگہوں سے عرب کے وفود آپ کے پاس آتے تھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ ہو جاتی تھی اور میں آپ کا علاج کیا کرتی تھی۔ تو یہ آپ کی برکت سے مجھ کو بھی آ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بارے میں بے شمار اقوال بھی ہیں جو ان کی امور پر تعلیم میں حسن اور قوت ملاخطہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فہم فراست عطا فرمائی تھی۔

آپ کا ایک ارشاد بھی ہے کہ جو شخص کھجور طاق عدد کھائے گا اسکو تکلیف نہ دے گی علاوہ ازیں یہ بھی ارشاد منقول ہے کہ بیداری تین آدمیوں کے لئے جائز ہے نماز پڑھنے والا۔ جس کی شادی ہوئی ہو (یعنی دولہا دلہن) مسافر اور ان تین آدمیوں کے لئے بیداری کو جائز کہنا دراصل بیداری شب کے انجام اور اس کے نقصانات کی طرف بڑا گہرا اشارہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال زریں:

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو "رجلۃ الرائی" (پختہ رائے والی خاتون) کہا جاتا تھا۔

جتنے بھی اقوال امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں وہ سب ان کے عظیم فہم اور پختہ عقل کی نشاندہی کرتے ہیں جو انہیں نبوت کے فیض اور قرآن کریم سے حاصل ہوئی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اقوال زریں کو اگر سونے کے پانی سے لکھا جائے تو بھی کم ہے فرماتی ہیں کہ "تکلہ (سوت کاتنے کا آلہ) عورت ہاتھ میں مجاہد فی سبیل اللہ کے ہاتھ میں نیزے سے بہتر ہے"۔

﴿حلیہ، مجمع الزوائد، سیر اعلام النبلاء﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک بہترین ارشاد ہے کہ ''رزق کو زمین کے ہر حصے میں تلاش کرو۔''

اللہ تعالیٰ کی رضا کے بارے میں فرماتی ہیں کہ ''جس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا کام کیا اس کی تعریف کرنے والے لوگ بھی اس کی بُرائی کرنے والے بن جائیں گے۔''

ان کا ایک خوبصورت اور حیرت انگیز ارشاد ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اچھی چیز نہ ملے تو بھی یہ تھوڑے سے گناہوں سے بہتر ہے۔ جو چاہے کہ وہ بے انتہا محنت کرنے والے سے آگے نکل جائے تو اس کو گناہوں کی کثرت سے باز رہنا چاہیے۔

ایک مرتبہ ایک سے پوچھا گیا آدمی غلطی پر کب ہوتا ہے۔ فرمایا کہ جب وہ سمجھے کہ میں اچھا کر رہا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ افقہ الناس اور سب سے بڑی عاملہ تھیں۔ وہ انصار کے بارے میں اچھا اور نیک ہونے میں ایک عظیم رائے رکھتی تھیں فرماتی ہیں کہ جب کوئی عورت دو نیک انصاریوں کے گھروں کے درمیان ہو تو اسے اس بات سے بے پرواہ ہو جانا چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے گھر رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خلفاء راشدین کے دور میں:

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خلفاء راشدین کے دور میں ان کے شایان شان مرتبہ حاصل تھا اور فقہی، تشریعی معاملات میں ان سے رجوع کیا جاتا تھا اسی طرح مسلمانوں کی زندگی میں مختلف طبقہ ہائے زندگی کے مسائل میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مرجع ومرکز تھیں اور آپ مسلمانوں میں پیش آنے والے واقعات سے اپنی کم وبیش ستر سالہ زندگی میں دور نہیں رہیں اس بارے میں آپ کے اہم کردار واقعات بہت مشہور ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد

پیش آنے والے سیاسی اور اجتماعی حالات میں آپ کا کردار مشہور واہم ہے۔
اور تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جس میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات کی بہترین تصویر اور واضح جھلک موجود ہے۔

اُمّ المومنین کا وصال:

اُمّ المومنین نے اپنا آخری وقت آپہنچا محسوس کرلیا تھا اس لئے وہ دار آخرت میں پہنچنے والوں سے ملنے کے لئے بے چین تھیں آخر کار مرض نے شدت کی اور آپ صاحب فراش ہو گئیں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی وہ تشریف لائے اس وقت آپ کے سرہانے آپ کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اماں مبارک ہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ملاقات ہونے میں صرف روح اور جسم کا تعلق باقی ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے فضائل بیان کرنا شروع کردیئے اور جب کافی دیر ہوگئی تو آپ نے فرمایا۔

اے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) بس کرو قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں تو چاہتی ہوں کہ میں کاش کچھ بھی نہ ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منگل کی رات میں فوت ہوئیں اور یہ سن ۵۸ھ تھا جو ۶۷۸ عیسوی کے مطابق ہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک انہتر سال تھی آپ کو جنت البقیع میں نماز وتر کے بعد دفن کیا گیا آپ کے جنازے میں اھل عوالی بھی شریک تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے کسی رات میں اتنے زیادہ آدمی نہیں دیکھے۔ نماز جنازہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کی قبر میں آپ کے محارم اترے۔

وصال پر اہل ایمان کو صدمہ:

آپ کی وفات کا مسلمانوں کی زندگی پر گہرا اثر ہوا اور لوگ بہت غمزدہ تھے حتیٰ کہ امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر ممانعت نہ ہوتی تو میں اُمّ المومنین پر نوحہ قائم کرواتا۔

سیر اعلام النبلاء میں امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب لوگوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے چیخ چیخ کر روتے سنا تو فرمانے لگیں کہ خدا کی قسم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوسرے لوگوں سے زیادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔

علامہ بلاذری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''انساب الاشراف'' میں لکھا ہے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔ اللہ آپ پر رحم کرے آپ کی مغفرت کرے اور آپ کو جنت میں ٹھکانہ عطا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے فخر کو اتنا ہی کافی ہے کہ علماء وفقہاء اور مؤرخین وغیرہ آپ کے فضائل کی اشاعت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ گئے اور آج تک ان کے فضائل کی اشاعت کر رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے جنت کی بشارت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا ان کے نیچے نہریں بہتی ہونگی نعمت کے باغوں میں ان کی دعا اس میں یہ ہوگی کہ (سبحانک اللّٰھم) اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراپا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔ (الحمد للہ رب العلمین)

﴿سورۃ یونس، آیت ۹، ترجمہ کنز الایمان﴾

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خواتین اسلام میں سب سے زیادہ مشہور خاتون ہیں اور اگر مشہور نہ بھی ہوتی تب بھی وہ اسلام اور مسلمین پر ان کی زندگی کے تمام شعبوں میں برکت کا باعث تھیں خاص طور پر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے پلی بڑھیں اور پھر عالم اسلام کی ایک خاتون بن گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر راحت کا خیال رکھا اور ان کے آرام کے لئے تمام وسائل کو بروئے کار لائیں اسی وجہ سے انہیں کئی مرتبہ متعدد مواقع میں جنت کی بشارت حاصل ہوئی۔

ان بشارتوں کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سبز کپڑے کے ٹکڑے میں ان کی تصویر لائے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ یہ آپ کی دنیا آخرت میں زوجہ ہوں گی۔

دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود اس بشارت کے بارے میں بتلاتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ:

''میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی جنت میں بیویاں کون ہوں گی۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان میں سے ایک ہو۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید یہ اس لئے ہے کہ آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں فرمایا''۔

﴿سیر اعلام النبلاء﴾

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی میں یہ ارشاد ملتا ہے کہ آپ کی تمام ازواج مطہرات انشاءاللہ جنت کی خوشخبری پانے والوں میں شامل ہیں۔

حضرات صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات یقین کو پہنچ چکی تھی کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکریم اور جنت کی عظیم

بشارت حاصل ہو چکی ہے اس لئے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ منبر پر یہ فرما رہے تھے کہ یہ ایک روایت میں جنت میں کے الفاظ منقول ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بشارت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے لئے آسان ہے کہ میں جنت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہتھیلی کی سفیدی دیکھ سکوں۔

﴿الفتح الربانی، تاریخ ابن کثیر﴾

اور آخر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ کچھ مبارک کلمات ہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے پڑھنے میں یہ امید کرتا ہوں کہ مجھے اس کے بیان کے صلہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوئی۔

مزید تفصیل کے لئے حضرت علامہ محمد عبدالاحد قادری دامت برکاتھم العالیہ کی کتاب ''سیرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' کا مطالعہ کریں۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

خاندانی عظمت وشرافت:

عظیم خاتون اُمّ المومنین حضرت حفصہ بنت حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ان صفحات میں ذکر خیر ہوگا۔

قریش حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل کعبہ کی عمارت کی تجدید کررہے تھے اور یہ قریش کی بھلائیوں کی ابتداء تھی اس طرح کہ ان کی آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے ایک ہوگئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس اختلاف کو ٹھنڈا کیا جو حجراسود کو اس جگہ پر رکھنے کے معاملے میں پیدا ہوا تھا۔

انہی مبارک ایام میں اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی اور فضیلت ان کے لئے تمام اطراف سے جمع کردی گئی اور شروع ہی سے برکت ان کے ساتھ رہی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد کسی تعارف کے محتاج نہیں انکی عظیم فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے وزیر اور اھل جنت کے چراغ ہیں اور بہت مہکنے والی خوشبو سے انہیں اتنا ہی کافی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ:

''جب تم چاہو کہ تمہاری مجلس مہکنے لگے تو مجلس میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرو۔''

ان کی والدہ حضرت زینب بنت مظعون بن حبیب ہیں جو جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ مہاجرین کے ایک سردار، متقین اولیاء اللہ میں سے ایک جو نبی کریم

ﷺ کی زندگی ہی میں فوت ہوئے اور ان کی نماز جنازہ آپ نے پڑھائی اور سب سے پہلے جنت البقیع میں مدفون ہوئے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔

ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے تقویٰ اور نیکی کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے دی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ عبداللہ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور اس گواہی نے انہیں متقین کی صف میں شامل کر دیا۔

ان کے چچا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو متقی سردار مجاہد اور شہید ہیں جن کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''یہ مجھ سے پہلے اسلام لائے اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے'' اور یہ بھی فرمایا کہ جب بھی بادصبا چلتی ہے مجھے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا ہیں جو ایمان کے آنگن میں سب سے پہلے داخل ہونے والی خواتین میں سے ہیں۔ اپنے شوہر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کے ساتھ ایمان لائیں۔

پاکیزہ پرورش:

اس یکتا جماعت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پرورش ہوئی۔ جب مکہ نور اسلام سے چمکا تو ان کے والد بھی سابقین اولین کے قافلے میں شامل ہو گئے اور ایمان حاصل کر لیا ان کے اسلام لانے سے فرشتے تک خوش ہوئے ان کا اسلام قبول کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لئے شہادتیں ادا کرنے کے ساتھ ہی برکت کا پیغام ثابت ہوا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نشوونما معرفت کی محبت پر ہوئی اور یہ علم وادب کے چشموں سے حسب استطاعت سیراب ہوئیں حتیٰ کہ قریشی خواتین میں فصیح شمار کی جانے لگیں اور انہوں نے لکھنا حضرت شفاء بنت عبداللہ العدویہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا۔

جب یہ جوان ہوئیں اور نسوانیت کامل ہوئی تو ان کا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ بن قیس اسہمی رضی اللہ عنہ سے ہوگیا اور حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی سابقین اولین میں سے ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارلارقم منتقل ہونے سے قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہوگئے تھے۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

صبر کرنے والی مہاجر خاتون:

جب مسلمانوں پر قریش کے مظالم بڑھ گئے تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی حبشہ ہجرت کرنے والوں کے ساتھ ہجرت کر گئے اور پھر مکہ لوٹے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ مدینے ہجرت کی یہ حضرت رفاعہ بن عبداللہ المنذ ر رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ اس طرح حضرت خنیس رضی اللہ عنہ دو ہجرتوں والے صحابی ہیں۔

جب غزوۂ بدر ہوا تو قبیلہ بنو سہم کے افراد میں سے صرف حضرت خنیس رضی اللہ عنہ غزوۂ میں شریک ہوئے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے والے مجاہدین شہسواروں میں سے تھے اور بے جگری سے لڑے اور ان کے جسم میں شدید زخم آئے لیکن یہ زخمی ہونے کے باوجود آخر دم تک لڑے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے فراز فرمایا۔ جب مسلمان مدینہ لوٹے تو حضرت خنیس رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے انتقال کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عین جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور انہیں اپنے شوہر کی وفات کا شدید رنج ہوا جس کے آثار ان کے چہرے کے حسن پر دیکھے جاسکتے تھے۔ لیکن انہوں نے صبر اور ایمان کے ساتھ سے اس غم کو برداشت کیا اور ان کے والدان کے پاس آتے اور ان کے غم اور الم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتے اور

اپنی محبت اور شفقت سے ان کی رعایت کرتے اور انہیں اپنے احساس فراست اور شعور سے اندازہ ہو چلا تھا کہ یہ بیٹی بڑی شان والی قرار پائے گی۔ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

متیقظ العزمات مذنهضت به　　　عزماته نحوالعلی لم یقعه

ویکاد من نورالبصیره ان یری　　　فی یومه فعل العواقب فی غد

ترجمہ: وہ حق و فرائض کے لئے بیدار ہے جب سے اٹھے اسے لے کر اس کے حقوق فرائض بلندی کی طرف وہ نہیں بیٹھا۔

ترجمہ: اور اس کے نور بصیرت سے بہت دیکھے جا سکیں گے۔ اس کے آنے والے کل افعال کے نجام آج ہی کے دن۔

اہل خیر کے ساتھ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بافضیلت عبادت گزار، اور متقی خواتین میں سے تھیں اور ان یقین والی صابر خواتین میں سے تھیں جنہوں نے عبادت کے میدان میں بلند مثالیں قائم کیں آپ کے والد اپنی صاجزادی میں یہ صفات دیکھ کر بہت خوش ہوتے مگر انہیں اپنی اس عبادت گزار بیٹی کا یہ حال دیکھ کر بہت دکھ ہوتا کہ وہ بچنے کی عمر میں بیوہ ہو گئیں۔

وہ اپنے اردگرد نظر ڈالتے تو انہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لائق لوگ نظر آتے اور ایک اہل خیر اور سابقین اولین کے علم بھی نظر آئے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) جو اپنی زوجہ حضرت رقیہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد اکیلے رہ گئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں تعزیت کرنے اور ان کے غم کو کم کرنے تشریف لے گئے اور اپنی بیٹی سے نکاح کی پیشکش بھی کر دی کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا نکاح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کر دوں گا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں اس بات پر غور کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ دن انتظار کیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہوں نے بتایا کہ وہ ان دنوں میں شادی کا ارادہ نہیں رکھتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کا خیال ترک کر دیا پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں چھوڑ کر اپنے رستہ پر چل دیے ان دو واقعوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے کبیدہ خاطر ہوئے اور انہوں نے اپنا دل ٹوٹا محسوس کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حال کا شکوہ کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ گئے اور ایک شافی جواب دیا جو نہایت ٹھنڈا اور سلامتی والا تھا فرمایا کہ:

حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے وہ شخص شادی کرے گا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے اور اس عورت سے عثمان (رضی اللہ عنہ) شادی کرے گا جو حفصہ (رضی اللہ عنہا) سے بہتر ہے۔

اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر خاتون کون ہو سکتی ہے۔ یہ دو سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں گردش کر رہے تھے آپ نے اس بارے میں سوال بھی نہیں کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے رشتہ کا پیغام دے دیا اور اُمّ المومنین بن گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ﴿طبقات ابن سعد، الاستیعاب، سیر اعلام النبلاء﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس رشتہ سے بڑی برکت حاصل ہوئی جس نے انہیں بلند مرتبہ پر فائز کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اس رشتہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے لئے منتخب فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت عثمان کے لئے حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر

تھیں۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی کرائی تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور بڑا لطیف اعتذار پیش کیا فرمایا کہ:

شاید تم مجھ سے ناراض ہو کہ تم نے مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی پیشکش کی اور میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''ہاں'' تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری پیشکش قبول کرنے میں مجھے کوئی مانع نہ تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رشتہ کرنے کا ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء کرنا درست نہ سمجھا لیکن اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع کر دیتے تو میں رشتہ ضرور قبول کر لیتا۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ھ میں غزوۂ احد سے پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور چار سو درہم مہر مقرر فرمایا اور یہ بہت بڑا کرم اور احسان تھا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد پر ہم یہاں ایک بات بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی کا رشتہ کفو اور اہل خیر پر پیش کرنا یہاں خیر کی کنجی ہے اور برکت کا باب اور ایک پاکیزہ سنت بھی ہے۔ اس شادی کی برکات میں سے یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک عنوان قائم کیا ہے۔

''کسی انسان کا اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ اہل خیر پر پیش کرنے کا بیان۔

﴿صحیح بخاری کتاب النکاح﴾

اور یہ محاسن پڑھے جاتے رہیں گے اور اہل خیر اس کی اقتداء کرتے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسری اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مابین حیرت انگیز مرتبہ حاصل تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرماتی ہیں کہ ''یہی وہ

خاتون ہیں جو ازواج مطہرات میں سے میری برابری کرتی تھیں۔

﴿سیر اعلام النبلاء﴾

اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی ان کے شایان شان مرتبہ حاصل تھا۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ قریشی ازواج میں سے ایک تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت اُمّ سلمہ، حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔ ﴿تاریخ الاسلام ذھبی﴾

اور پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان نیک اور بہتر خواتین میں سے تھیں جو نہایت احسن طریقے سے عبادت کیا کرتی تھیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کثرت صوم وصلوٰۃ سے معروف تھیں اور یہ دونوں صفات عبادت کی اعلیٰ اور اہم منزلیں ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان صفات کی حامل خواتین کو نکاح کے لئے اختیار کرنے پر ابھارا ہے لہٰذا فرمایا ”دین دار خاتون کو تلاش کو۔

اور اسی لئے ہر دور اور قریب والا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عبادت اور نیکی کی فضیلت کو پہچانتا تھا۔ اور اپنی ازدواجی زندگی میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو چاہتی رہیں اور اس معاملے میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس معاملے میں ایک دل چسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرماتے میں نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی تیار کیا اور میرے بھجوانے سے پہلے وہاں پہنچا دیا تو میں نے باندی سے کہا کہ جلدی سے جاؤ اور ان کے برتن کو گرا دو تو وہ پیالہ رکھے جانے کے قریب تھا کہ باندی نے اسے گروا دیا۔ اور کھانا بکھر گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے کو جمع کیا اور سب نے اس کھانے کو

کھایا اور پھر میرا پیالہ لے کر اسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بھجوادیا اور فرمایا کہ یہ برتن تمہارے برتن کے بدلے میں ہے رکھ لو اور جو اس میں ہے وہ کھالو۔

﴿حیات الصحابہ﴾

یہ بات کسی کو نہ بتانا:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنی ازواج کے ساتھ ایک انسان اور رسول ہی کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے ساتھ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب سے زیادہ نرم خو معزز ترین ہنس مکھ اور متبسم شخص تھے۔

(اس حدیث کو علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں نقل کیا ہے)

لیکن ازواج مطہرات کی زندگی بعض بشری پہلوؤں سے خالی نہ تھی اور ان کے باعث انہیں غیرت، سبقت اور اس کے مشابہ باتیں کبھی کبھی لاحق ہوجاتی تھیں اور اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امور کو تربیت الٰہی کے ساتھ اپنے گھر والوں ازواج اور اصحاب اور امت کے ساتھ بخوبی حل فرماتے اور سب کے ہاتھوں اسے پایہء تکمیل تک پہنچاتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر کبھی کبھی غیرت غالب آجاتی تھی اور ایسا ہوا کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو زیادہ وقت دے کر ترجیح دے رہے ہیں یا آپ اپنی اُمّ ولد حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو غیرت نے انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعاون حاصل کرنے پر لگایا تاکہ ان دونوں ازواج سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو دور کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے مبارک آیات نازل فرما کر اس میں ان دونوں اور دوسری ازواج مطہرات کے لئے تعلیم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تائید نازل فرمائی اور یہ ایک حکمت بھرا درس تھا جس نے امہات المومنین کے دل سے نام نہاد غیرت و نخوت کو دور کردیا۔

امام بخاری نے اپنی سند سے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس شہد پینے کے لئے کچھ دیر ٹھہر جایا کرتے تھے تو میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ مشورہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں وہ آپ سے کہے گی کہ آپ نے (مغافیر ایک میٹھا گوند ہے جس کی بوکریہہ ہوتی ہے) مغافیر کھایا ہے اور مجھے آپ کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے (تو ایسا ہی کیا گیا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ نہیں! لیکن میں نے (حضرت) زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد ضرور پیا ہے لیکن اب ہرگز نہیں پیوں گا اور میں اس بات پر حلف اٹھاتا ہوں اور تم یہ بات کسی کو بھی نہ بتانا۔ ﴿صحیح بخاری﴾

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس بات کو چھپا نہ سکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پر عمل کرنا بھول گئیں اور اپنی ہمراز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتادی اور یہ گمان کیا کہ شاید اس میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ دونوں عورتیں کون تھیں۔ جنہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ تو آپ نے بتایا کہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں اور یہ واقعہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سے خلوت میں ملاقات کی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج آپ نے میرے ہاں ایسا کام سرانجام دیا ہے جو اور کسی زوجہ کے ہاں نہیں کیا اور میرے دن میرے گھر اور میرے فراش پر کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خوش نہیں ہوگی کہ میں اس سے ملنا حرام کرلوں اور اس کے قریب بھی نہ جاؤں۔ تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بولیں کیوں نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دے دیا اور فرمایا ''اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔'' اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کردیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتادی۔ ﴿الدر المنثور﴾

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راز کو ظاہر ہونے کا علم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور بیویوں سے ایک ماہ کے لئے جدا ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی عورت اپنے شوہر سے بحث کرے یا کسی معاملہ میں اس کی بات کو رد کرے) تو وہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیسے سوچ سکتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرے (یا ان کی بات رد کرے) اور رات تک ان سے دور رہے۔

یہ کیا ہو گیا۔ اور ان کی حیرت اس وقت بڑھ گئی جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا اقرار بھی کیا۔ اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم قبیلہ قریش والے عورتوں پر غالب تھے اور جب مدینے آئے تو ایسی قوم سے واسطہ پڑا جن کی عورتیں، مردوں پر غالب تھیں تو ہماری عورتیں بھی ان سے سیکھنے لگیں۔ ایک دن میں اپنی بیوی پر غصہ ہوا وہ کسی معاملہ میں مجھ سے الجھ رہی تھی تو میں نے اس کی بحث کو ناپسند کیا تو اس نے مجھے کہا کہ تم کیا اسے عجیب سمجھ رہے ہو۔ خدا کی قسم! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی ان سے الجھ پڑتی ہیں اور ان میں سے ایک تو ان سے رات بھر دور بھی رہتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں چلا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرتی ہو۔ اس نے کہا جی ہاں! میں نے کہا کہ جو کوئی ایسا کرتے ہیں وہ تباہ ہوگا اور نقصان اٹھائے گا۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے مامون ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی پر ناراض ہو جائے اور وہ عورت ہلاک ہو جائے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث نہ کیا کرو اور پوچھ گچھ نہ کیا کرو جو تکلیف ہو مجھے بتاؤ! اور تمہیں یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوبصورت ہے

یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند ہے (مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں) یہ تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہترین باپ اور بہترین ناصح!

اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھے طلاق دے دیتے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری پڑوسی تھا جس نے انہیں بتایا کے رسول اللہ اپنی بیویوں سے دور ہو گئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حفصہ (رضی اللہ عنہا) فیل ہو گئی اور نقصان میں پڑ گئی اور مجھے شک تھا کہ ایسا ہوگا۔ پھر آپ نے کہا کہ حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی ناک خاک آلودہ ہو۔ اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے (یہ حجاب نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے) پھر انہیں نصیحت کی اور خوب ڈرایا اور اپنی صاحبزادی کے پاس آئے اور خوب ڈانٹا اور سخت سست کہا اور ان سے گویا ہوئے کہ خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت نہیں کرتے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھے طلاق دے دیتے۔ پھر آپ انہیں روتا چھوڑ کر وہاں سے نکل آئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالا خانے پر تھے جس پر سیڑھیوں سے جانا پڑتا تھا وہاں دروازے پر ایک غلام تھا جس کا نام رباح تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے کہا اے رباح! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لو اور انہوں نے بار بار اجازت مانگی مگر رباح کوئی جواب نہ لایا تو انہوں نے زوردار آواز میں کہا کہ رباح میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لو میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں حفصہ (رضی اللہ عنہا) کی وجہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیں تو میں اس کی گردن اڑادوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رباح کو اشارہ کیا اس نے کہا کہ اندر داخل ہو جاؤ تمہیں اجازت مل گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے پھر پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کہا اور پھر اپنی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ہونے والی گفتگو کا حال بتایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مسکراتے دیکھا تو انہوں نے بیٹھنے کی اجازت لی اور پوچھا کیا میں بیٹھ جاؤں۔ تو آپ نے فرمایا کہ "ہاں"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور اس حجرے کی حالت دیکھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریئے پر لیٹے ہیں اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا تکیہ ہے جس میں پتے بھرے ہوئے ہیں اور بوریئے کے نشان آپ کی کمر پر واضح ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ قیصر و کسریٰ اتنی عیش و عشرت میں ہیں آپ تو اللہ کے رسول ہیں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو۔ ﴿بخاری شریف﴾

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اے ابن خطاب شک میں ہو۔ یہ وہ قوم ہے جن کو دنیا کی زندگی میں ہی ان کی آسائشیں دے دی گئی ہیں۔ ﴿الدر المنثور، تفسیر قرطبی﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی قسم کھالی تھی کہ وہ ایک مہینے تک اپنی ازواج کے پاس نہیں آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس بات پر ناراضگی ظاہر کی اور آپ کی ازواج کی تحذیر کے لئے اللہ رب العزت نے یہ ارشاد نازل فرمایا کہ:

ترجمہ: اے غیب بتانے والے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ بے شک اللہ نے تمہارے لیے تمہاری قسموں کا اتار مقرر فرما دیا اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے کچھ جتایا اور کچھ چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اسے

اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔ نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور ان پر اگر زور باندھو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیبیاں بدل دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں۔

﴿سورۃ تحریم، آیت ۱-۵، ترجمہ کنزالایمان﴾

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور آپ کی ازواج نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے توبہ کی اور خلوص اور استقرار کی زندگی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج کی طرف عود کر آئی پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنے والا کوئی عمل نہیں کیا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہوگئے اور وہ ان سے اپنی دیگر پاکدامن ازواج سے راضی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے رحمت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیسا رویہ تھا وہ اپنے اسی پاکیزہ کردار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ومحبت میں اونچے مرتبے پر پہنچ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بنے۔ مختلف کتب میں یہ واقعہ درج ہے کہ:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے سر پر مٹی ڈال لی اور کہا کہ اللہ کی نظر میں عمر اور اس کی بیٹی کی کوئی وقعت نہیں۔ دوسرے دن ہی حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ" اللہ تعالیٰ نے آپ کو

حکم دیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ پر مہربانی (رحمت) کیلئے حفصہ سے رجوع کرلیں۔

﴿سیر اعلام النبلاء، الاستیعاب﴾

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا خانہ نشین ہوگئیں اور علم اور فقہ کا ایک مرکز بن گئیں۔ اور عہد صدیقی میں یہ عظمت اور قدرو منزل کے اونچے مقام پر فائز تھیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے ولی بنے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اللہ سے کئے عہد کو تھامے ہوئے تھیں انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ امیر المومنین کی صاحبزادی ہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا عظیم کردار ہے جوان کے زہد اور دنیا سے مکمل اعراض کی دلیل ہے اسی طرح ان دونوں حضرات کے دلی خلوص پر مشیر ہے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا اللہ تعالیٰ کی رضاء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے اتباع سے تعلق پر بھی دلیل ہے اس قسم کی ایک روایت ہے کہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے ان کے سامنے ٹھنڈا شوربا اور روٹی لاکر رکھی اور شوربے میں زیتون کا تیل ملا دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو سالن ایک برتن میں۔ میں تو مرتے دم تک نہ چکھوں گا۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

قارئین آپ کے ذہن میں یہ بات نہیں آنی چاہیے کہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا زھد کی حقیقت سے ناواقف تھیں! بلکہ یہ عمل انہوں نے اپنے والد کے اکرام کے لئے کیا تھا۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی سخت زندگی کو دیکھتی تھیں تو ایک دن انہوں نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ اپنے کپڑوں سے کچھ نرم کپڑے پہنیں اور اس کھانے سے نرم کھانا کھائیں۔ تو مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

آپ کو رزق میں وسعت دی ہے اور خیر فرمادی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہ میں خود تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت زندگی یاد نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں بار بار یاد دلاتے رہے حتیٰ کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو رلادیا پھر فرمایا جہاں تک میری کوشش ہوگی میں ان کی آسان اور پر آسائش زندگی کی اتباع کروں گا شاید اس طرح میں ان کی آسان اور پر آسائش زندگی (جنت کی زندگی) میں ان شریک بن جاؤں۔ حضرت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا علم اور فقہ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا علم اور تقویٰ سے معروف تھیں اور انہی صفات نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزدیک بڑے محترم مقام پر فائز کردیا تھا اور اپنے مرتبہ کو خلافت راشدہ خصوصاً اپنے والد کی خلافت میں ملحوظ رکھتی رہیں اور کئی مرتبہ ان کی آراء اور احکام فقہیہ کو معتبر مانا گیا۔ ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا کہ عورت اپنے شوہر سے کتنے عرصے دور رہ سکتی ہے تو انہوں نے جواب دیا چھ یا چار مہینے۔

﴿در منثور، ج ا﴾

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بے شمار صحابہ کرام کے لئے حدیث کے معاملے میں مرکز ومرجع تھیں اور خود ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ہونے والے اپنی اعمال کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتے۔ اور مزید یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے قرآن کے جمع کے لئے چنا۔ اس لئے کہ یہ قرآن کی حافظہ بھی تھیں اور شاید سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انہیں چننا ان صفات کی وجہ سے تھا جس میں انہوں نے تقویٰ علم روزے داری کو جمع کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ اپنے وقت میں پڑھنے کی ماہر بھی تھیں اور اس وقت مردوں میں

سے بھی بہت کم لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے تو عورتوں کو کیسے آتا۔ اس لئے حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذھین شاگرد تھیں جنہوں نے لوگوں کو بہت سے احکام نبویہ نقل کر دیئے۔

قرآن کی محافظ:

قیامت تک اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک امانت مسلمانوں کی گردنوں پر رہے گی جب بھی ہم کوئی آیت پڑھیں گے ہمیں ان کی اس قرآن کی اپنے گھر میں حفاظت کی فضیلت یاد آئے گی۔

اسی طرح ہم آپ کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس احسان کو نہیں بھول سکتے۔ جنہوں نے مرتدین کے خلاف میں حفاظ کی کثرت سے شہادت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ قرآن کریم جمع کیا جائے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مشورے سے اتفاق کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگایا اور فرمایا کہ تم ایک جوان اور سمجھدار آدمی ہو اور تم وحی لکھتے بھی رہے ہو لہذا اب قرآن کے اوراق تلاش کر کے جمع کرو۔

﴿دلائل النبوۃ بیہقی﴾

اللہ تعالیٰ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور اس مشکل کام کو کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرماتے ہیں کہ ''جب مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو میں نے قرآن کو جمع کرنا شروع کیا جو چمڑے کے ٹکڑوں تختیوں اور پتھروں پر لکھا ہوا تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے میں نے قرآن کو ایک الگ صحیفہ کی صورت میں لکھ لیا تھا اور وہ ان کے پاس رہا۔ ﴿حلیۃ الاولیاء﴾

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عظیم امانت کو حفاظت کے لئے اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا اور یہ نسخہ انہی کے پاس رہا حتیٰ کہ دور عثمانی میں

مصحف کی کتابت شروع ہوئی اور اس کا سبب اھل عراق اور شام کے مابین قرات کا اختلاف بنا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف کی خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچائی تو انہوں نے فوراً مصحف کی کتابت کی طرف توجہ فرمائی۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ مصحف ہمارے پاس بھیج دیں ہم اس سے دوسرے مصاحف کی نقل اور تصحیح کر کے آپ کو واپس دے دیں گے اور پھر دوبارہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور مزید تین حضرات عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ھشام رضی اللہ عنہم جو فصحاء قریش میں سے تھے ان کی کمیٹی بنا کر حضرت کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور ان سب کی ذمہ داری لگائی کہ وہ دوسرے نسخوں میں نقل کریں۔

جب دوسرے نسخے تیار ہوگئے تو یہ نسخے مختلف جگہوں میں بھیج دیئے گئے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا قرآن کی محافظ کو ان کا نسخہ واپس کر دیا یا تو ان کے اس عمل مبارک پر انہیں ثناء اور تقدم حاصل ہے اور اب قرآن آخر زمانہ تک باقی رہے گا اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔

جیسا کہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ○

﴿سورۃ الحجر، آیت ۸﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ﴿کنزالایمان﴾

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کے بارے میں انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے وصیت فرمائی اور جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے ان کے پاس بھیج دیا پھر انہیں غسل دیا گیا۔

﴿حلیۃ الاولیاء﴾

اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں ان کا قرآن کریم کا مسلم، اس کا حفظ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت اور جمع کرنا بھی شامل تھا۔ اور صحابہ کرام اور تابعین ان کے پاس موجود حدیث نبوی سننے کے لئے مشتاق رہتے تھے۔ انہوں نے ساٹھ احادیث روایت کی ہیں بخاری اور مسلم میں ان کی چار احادیث متفق علیہ ہیں اور مسلم میں چھ احادیث منفرد ہیں۔ ﴿سیر اعلام انبلاء﴾

اور ان سے روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (ان کے بھائی اور صاحبزادے) حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید، ام بشر انصاریہ عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم وغیرہ ہیں۔ ﴿تہذیب التہذیب﴾

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں سے ایک روایت وہ ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کے وقت مؤذن کے چپ ہونے کے بعد نماز کھڑی ہونے سے قبل دو رکعت مختصر پڑھا کرتے تھے''۔ ﴿اسد الغابہ﴾

صوم وصلوٰۃ کی پابند:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روزے کی حالت میں فوت ہوئیں۔ ﴿الاصابہ﴾

حافظ ابونعیم الاصبہانی نے ان کی سوانح کو یوں شروع کیا ہے۔

صوم وصلوٰۃ کی پابند اپنے نفس لوامہ کو ذلیل کرنے والی حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا جو قرآن کے جمع کیے ہوئے نسخے کی وارث ہیں۔ ﴿حلیۃ الاولیاء﴾

''الصوامہ القوامہ'' اس لقب کو حاصل کرنے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی رفعت شان کا اندازہ ہوتا ہے نماز، روزہ اور فرمانبرداری عبادت کے اعلیٰ مراتب ہیں جن پر انسان دنیاوی زندگی میں کاربند رہتا ہے عبادت نفس کی تعمیر اور قلب کی اصلاح کر کے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ کے لئے جوڑ دیتی ہے جو شخص

ان صفات سے مزین ہوا سے مبارک ہو اور ان صفات پر اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سختی سے کاربند تھیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس بلند درجہ حاصل کریں اور کامیاب ہوں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی زندگی میں تمام خیر حاصل کر لی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ میں پروان چڑھیں حتیٰ کہ ایک عالمہ، عابدہ، متقی، پرہیزگار بن گئیں اور ان کا تقویٰ ایمان کی خوشبو سے مہر زدہ تھا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کی تصدیق پر مہر ثبت کی کہ یہ صوامہ، بہت روزے رکھنے والی اور نماز پڑھنے والی خاتون ہیں۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

ہم اگر یہ کہیں کہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اپنے حقائق اور تفصیل کے اعتبار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی عملی تصور تھی'' تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کو ان کا پڑھنے لکھنے کی معرفت بڑھاتی ہے جس نے انہیں قرآن کی حافظہ اور محافظ بنا دیا تھا۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام ان کے فضائل کے معترف تھے اور ان کے لئے انسانی تاریخ اور ہر وہ شخص جو حق کو پہنچانتا ہے جہاں بھی ہو اس بات کی گواہی دیتا ہے اور ان کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

یہ اپنے (بافضیلت) باپ کی (بافضیلت) صاحبزادی ہیں۔

اور اس ارشاد میں ان کی فضیلت اور منزلت کی طرف واضح اشارہ ہے۔

ایک فصیح ادیبہ:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا اور اپنا صبح وشام مشغلہ اسی کو بنالیا تھا اور پھر اسے مشغلہ کو ادب نبوت سے مزین کیا اور پھر ان دونوں مبارک منبع سے اپنے ادب فصاحت اور علم کو

سیراب کیا۔ یہ ایسی بلاغت کی مالک تھیں جو کلام کے پیشانی پر ان کے تمکن کا پتہ دیتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خنجر کے وار سے زخمی ہوئے تو اس وقت ان کا کلام ملاحظہ فرمایئے۔ فرماتی ہیں کہ:

ابا جان! آپ کو اپنے رب کے پاس جانے سے رنج نہیں اور نہ ہی کوئی آپ کا (فضائل میں) ہمسر ہے اور میرے پاس آپ کے لئے بشارت موجود ہے۔ اور آپ کا بہترین شفاعت کنندہ آپ کا عدل وانصاف ہے۔ آپ کی سخت زندگی اور خواہشات سے عاری ہونے مشرکین اور مفسدین کو پکڑنے اور روکنے کے عمل کو آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہلکا نہ سمجھیں۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

آخری لمحات:

سن پینتالیس (۴۵) ہجری میں اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ اور اپنے احبتہ سے جاملنے کے وقت کے قرب کو محسوس کرلیا اور ماہ شعبان المعظم کے ابتدائی دنوں میں اسی سال رفیق اعلیٰ سے جاملیں۔ ﴿صفۃ الصفوۃ﴾

مدینہ کی گلیوں میں یہ خبر اڑ کر پہنچی کہ محافظ قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ دنیائے دارفانی سے رحلت کر گئیں اور صحابہ کرام ان کے جنازہ کی تیاری کے لئے پہنچنا شروع ہوگئے اور ان سب میں پہلے آنے والے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی نماز جنازہ اس وقت کے والی مدینہ مروان بن الحکم نے پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا آپ کی قبر میں آپ کے دو بھائی حضرت عاصم، حضرت عبداللہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم کے تین بیٹے حضرت سالم، حضرت عبداللہ، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم اترے۔

ان کے انتقال کے وقت ان کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی اور انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو صدقہ اور مال کی وصیت فرمائی اور یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو صدقہ اور مال کی وصیت فرمائی تھی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی کو یہی وصیت فرمائی۔
﴿الاستیعاب﴾

جنت کی بشارت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:
ترجمہ: جنہوں نے اس دنیا میں بھلائی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور بے شک پچھلا گھر سب سے بہتر اور ضرور کیا ہی اچھا گھر پرہیز گاروں کا۔
﴿سورۃ النحل، آیت ۲۹، ترجمہ کنز الایمان﴾

حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا ان خواتین میں سے تھیں جن کی اچھائیاں مقدم ہیں اور ان خواتین میں سے ایک تھیں جو حقیقی عبادت کے مطلب کو پہچانتی تھیں یہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دل لگائے رکھتیں خوب ذکر کرتی تھیں تو رضائے الٰہی کے اسباب ان کے دل میں براجمان ہو گئے اور یہ دنیا کے مال ودولت سے محفوظ رہیں اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ دنیا وآخرت کی کامیابی اہل ایمان کو حاصل ہوگی اور خاص طور پر اہل طاعت واستقاعت کو اللہ تعالیٰ ان کی دنیاوی زندگی میں انہیں ایک مبارک پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے جس سے خشوع، رغبت اور خوف الٰہی کی خوشگوار ہوائیں چلتی ہیں اور آخرت میں ان کا استقبال مغفرت اور دارنعیم کے انعام کے ساتھ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں اس کا ثمرہ موجود ہے کہ:
ترجمہ: بھلائی والوں کے لئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زائد اور ان کے منہ پر نہ چڑھے گی سیاہی اور نہ خواری وہی جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
﴿سورۂ یونس ۲۶، ترجمہ کنز الایمان﴾

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا میں ایسی صفات جمع تھیں جنہوں نے ان کو اہل

جنت میں سے بنادیا اور انہیں جنت کی بشارت حاصل ہوئی۔ منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی تھی پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر رجوع کرنے کا حکم سنایا اور کہا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے آپ رجوع کرلیں کیونکہ وہ بہت روزے رکھنے اور نماز پڑھنے والی ہے اور جنت میں آپ کی زوجہ ہے۔

﴿طبرانی میں یہ روایت ہے اور رواۃ صحیح کے ہیں۔ مجمع الزوائد﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

میری اس دنیا کی بیویوں آخرت میں بھی بیویاں ہوں گی۔

﴿تفسیر الماوردی﴾

اور اس ارشاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کی تمام ازواج مطہرات جنت میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ ہی ہوں گی۔

اللہ تعالی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو جنہوں نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو چاہا اور اللہ نے ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ کیا اور انہیں مقام امین پر پہنچایا اور اصحاب یمین میں ان کا نام درج فرمالیا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے قبل ان سے نکاح کیا تھا، ان کی ایک عجیب خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ انہیں ''ام المساکین'' کہہ کر زمانہ جاہلیت میں پکارا جاتا تھا اور وجہ یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا مساکین کو بہت کھانا کھلاتی تھیں۔

پہلا نکاح

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہ حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جب غزوہ احد میں وہ شہید ہو گئے تو ۳ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا، لیکن دو یا تین ماہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رہیں اور پھر انتقال کر گئیں، ایک روایت کے مطابق آٹھ ماہ زندہ رہیں۔

امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہ حضرت طفیل بن الحارث کے نکاح میں تھیں۔

علامہ ابو الحسن الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے ان کا نکاح حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا پھر ان کے بھائی حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے ہوا، جب غزوہ میں وہ بھی شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سے نکاح کر لیا۔ البتہ پہلا قول صحیح ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن:

علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

آپ کی وفات ربیع الثانی ۴ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن کیا گیا۔ لیکن یہ بات اسی صورت میں صحیح ہوسکتی ہے کہ جب یہ مان لیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آٹھ ماہ تک زندہ رہیں اور اگر علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق دیکھا جائے تو عقدِ نکاح ۳ھ میں ہوا اور مدت اقامت دو تین ماہ ہے جیسا کہ ابھی مذکورہ ہوا تو اس تقدیر پر ربیع الآخر میں انتقال کی تاریخ ٹھیک نہیں۔ واللہ اعلم۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے ہجرت کے دوسال اور سات ماہ بعد ماہ رمضان میں نکاح کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آٹھ ماہ تک زندہ رہیں اور ربیع الثانی میں ہجرت کے تین سال تین مہینے (انتالیس ماہ) بعد وفات پائی۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

فائدہ

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں ان کا نسب یوں ذکر کیا ہے۔

حضرت زینب بنت خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبدمناف بن ھلال بن عامر بن صعصہ۔ ان کے پہلے شوہر حضرت طفیل بن عباد بن حارث تھے جن کی والدہ سخیلہ بنت خزاعی بن حویرث بن حارث بن حبیب بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف تھیں۔ ان کے بعد ان کے بھائی حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا اور غزوہ بدر میں شہید ہوگئے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کے شوہر تھے بدر میں شرکت کی تھی۔ پھر یہ اور ان کے بھائی حضرت حصین رضی اللہ عنہم ۲۱ھ میں جان بحق ہوئے۔ دیکھئے ﴿الاصابۃ﴾

حضرت طفیل اور حضرت عبیدہ اور حضرت حصین رضی اللہ عنہم تینوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔ ان کا نسب حضرت طفیل بن حارث بن مطلب بن عبدمناف ہے۔ مطلب عبدالمطلب کے چچا تھے۔

اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

معزز ومکرم خاتون:

اس جلیل القدر صحابیہ نے فضیلت کے تمام پہلوؤ کو جمع کرلیا تھا اور اسی طرح نیکی تمام پہلوؤں کے ساتھ ان میں جمع تھی۔

ان کے ماموں زاد، اللہ تعالٰی کی مخلوق میں علی الاطلاق افضل ترین شخصیت یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

ان کے ماموں سید الشہداء اللہ کے شیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہی سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تھے۔

ان کے بھائی۔ اسلام کے پہلے علمبردار، جن کے ہاتھ میں سب سے پہلے اسلام کا جھنڈا لہرایا گیا۔ سب سے پہلے جنہیں ''مُجدّ ع'' کا لقب دیا گیا، سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے۔

ان کے دوسرے بھائی اسلام کے بزرگ اور شعراء میں سے تھے ان کا نام سیدنا ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ تھا۔

ان کی ہمشیرہ پہلے اسلام لانے والوں کی فہرست میں شامل، حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں ان کی والدہ محترمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجوروں میں سے چالیس وسق کھجوریں کھلائیں یعنی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا۔

اور یہ وہ ہستی ہیں جن کا ساتوں آسمان سے اوپر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

یہ مبارک خاتون اسلام، ہجرت، جہاد، صبر، زُہد وغیرہ میں سرفہرست نظر آتی ہیں۔ علامہ ابونعیم اصبہانی نے ان کی سیرت کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے۔

''صاحب خشوع، رضاء الٰہی کی طالب، خیشت الٰہی سے رونے والی دعا گو خاتون۔ ﴿حلیۃ الاولیاء﴾

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعارف یوں کرایا ہے۔

زینب بنت جحش بن اثاب الاسدیہ۔ کنیت اُمّ الحکم، ان کی والدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا تھیں۔

﴿تہذیب الاسماء واللغات﴾

ولادت:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت بعث نبوی سے ۳۳ سال قبل مکہ میں بمطابق ۵۹۰ء ہوئی۔ بنواسد خزیمہ کے قبیلے میں تولدّ ہوا اور ان کی پرورش بڑے نازونعم، عزت وجمال اور حسب نسب کے فخر کے ساتھ ہوئی اور یہ بھی کبھی خود فرمایا کرتیں کہ میں عبدشمس کی اولاد کی سردار ہوں۔

﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

جماعت اول کی فرد:

اسلام کی معطر ہوائیں جب اُمّ القریٰ مکہ میں اپنی خوشبو مہکا رہی تھیں اور باشعور عقلمند لوگ اپنے پُرخلوص اور جاہلیت کے مخمصوں سے نجات پانے کے متلاشی دلوں کے ساتھ اس دعوت کو قبول کرنے لگے۔ ایسے میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس دعوت کو سن کر قبول کیا اور اپنے مسلمانوں ہونے کا اعلان بھی کیا اور ان کے ساتھ جلد ہی ان کے خاندان نے اسلام قبول کرلیا اور ان کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی ان ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک پُر خلوص، پاکباز دل کی مالک تھیں اور اس اندھی بد بودار جاہلیت کی عادت سے نفرت کیا کرتی تھیں۔ یہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئیں اور اسلام میں اتنی مخلص ثابت ہوئیں کہ اس اخلاص کی بدولت عورتوں کی دنیا میں رواع، تقویٰ، سخاوت اور بھلائی کے کاموں کے اعتبار سے سردار قرار پائیں۔

ہجرت:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا قرآنی چشمے کے فیوض سے حسب استطاعت لطف اندوز ہوتی رہیں اور اپنے دل گہرائیوں اور صدق ایمان کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ رہیں اور ان کا دل اسلام کی رحمت سے بھرپور تھا۔ اور یہ دیکھ رہی تھیں کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور قریش اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک رہے ہیں اور ہر ایمان لانے والے کے آگے رکاوٹ بن رہے ہیں۔

قریش کے سرداروں کو مکہ میں اسلام پھیلنے سے دکھ تو تھا ہی۔ اور مدینے میں تیزی سے اسلام پھیلنے کی وجہ سے ان کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں، تو انہوں نے مسلمانوں پر ظلم کی انتہا کردی اور ان پر زندگی تنگ کردی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کرتے تو آپ ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور انہیں صبر کی تلقین فرماتے اور اس عذاب سے چھٹکارے کی نوید سناتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو بنو جحش نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہجرت کی اس قافلے ابو حضرت احمد بن جحش رضی اللہ عنہ، جو نابینا ہوگئے تھے، محمد عبداللہ بن جحش اور خاندان کی خواتین جن میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت حمنہ بنت جحش یعنی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور اُمّ حبیب بن جحش جو حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں" شامل تھے۔

بنو جحش کے سب مرد و عورت مدینہ ہجرت کر گئے یہ سب مسلمان تھے، ان کے گھر ہجرت کی وجہ سے بند ہو گئے اس ہجرت نے قریش کے لوگوں پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ اور ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) نے بنو جحش کے تمام گھروں پر قبضہ کر لیا اس بات کی شکایت جب حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے عبداللہ! "کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس گھر کے بدلے میں جنت میں بہترین گھر عطا فرمائے انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ تمہیں ضرور ملے گا۔"

یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنی ہجرت پر ایک شاندار قصیدہ کہا ہے جس میں ہجرت کے عوامل، اور قریش کے ظلم وستم کا ذکر کیا ہے اور اپنی قوم ایمان، ہدایت اور سچائی کی اتباع کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

﴿سیرت ابن ہشام، البدایہ ولنہایہ﴾

حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم میں زیادہ معزز تمہارا زیادہ تقوے والا ہے"

جب اسلام اس دنیا میں آیا تو اس کے اولین مقاصد میں یہ بات شامل تھی کہ لوگوں کے درمیان فرق کو مٹا دیا جائے۔ یہ وہ فرق تھے جو عصبیت اور جاہلی غیرت کی بنیاد پر قائم ہوئے تھے۔ تو اسلام نے فضیلت کی بنیاد و معیار تقویٰ کو قرار دے دیا۔ تقویٰ اسلام کا پیمانہ بنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیمانے اور لوگوں کے درمیان عملی مساوات کے فروغ اور قیام کے لئے جو قدم اٹھایا وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے" سے نکاح کرنا تھا۔ تاکہ یہ بے کار طبقاتی فرق کا خاتمہ ہو سکے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بتائی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کے لئے

پیغام دیا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا ذہنی طور پر بڑی پریشان ہوئیں ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آنے لگے کہ اس بے جوڑ شادی کو کیسے نبھا سکیں گی کہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ ایک غلام اور یہ معزز سیدہ حسب نسب اور شرف کی مالک۔انہوں نے جواب دیا کہ مجھے وہ پسند نہیں۔میں قریش کی ایک کنواری شریف زادی ہوں۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مگر میں نے اسے تمہارے لئے پسند کیا ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

ترجمہ: اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۳۶، ترجمہ کنزالایمان﴾

اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہمت نہ کرسکیں انہوں نے اس فیصلے کے آگے سر جھکا دیا اور ان کا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوگیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اسی بنیاد پر کاربند ہوگئیں کہ لوگوں میں فضیلت کا معیار تقویٰ ہے۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، امراء جہاد، میں سے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹا بنایا ہوا تھا اور اب یہ جوان ہوگئے تھے اب بھی انہیں حضرت زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ:

ترجمہ: انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

﴿سورۃ الاحزاب، آیت ۵، ترجمہ کنزالایمان﴾

اس کے بعد متبنٰی بنانے کا وہ دستور جو جاہلیت میں عام تھا، ختم ہوگیا اور

اسلام میں ایک ریاست کے قیام اور خاندانی نظام کے احکامات کے مرتب کرنے کا کام شروع ہوگیا۔ اس طرح نسب کا سلسلہ اپنی حقیقی بنیادوں کی طرف منتقل ہوگیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی ایک سال تک برقرار رہی اور پھر ان کے درمیان اختلاف شروع ہوگیا اور خاص طور پر جب اسلام نے متبنّیٰ (منہ بولا بیٹا بنانے کو) ختم کیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے خود کو برتر محسوس کرنے لگیں اور پھر معاملہ دن بدن بگڑتا چلا گیا اور اس جوڑے پر سیاہ بادل چھاتے گئے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت سے تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے وہ آپ کے پاس جا کر شکایت کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے ''اپنی زوجہ کو اپنا ساتھی بنا رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو''یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبھانے کی تلقین فرماتے۔

لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی میں خلوص اور پختگی نہیں لکھی تھی اور یہ جدائی ان کے ازدواجی زندگی کا مقدر تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ وہ ''متبنّیٰ'' کی عادت کے خاتمے کے ساتھ اس کے جاہلی اصول وقواعد بھی ختم کردے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ زندگی گزارنے کی مشکلات کو محسوس کررہے تھے حتیٰ کہ وہ ان سے اکتا گئے اور بہت تنگ ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر نبھانے کی تلقین کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی علم تھا کہ طلاق کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں اور یہ کہ اللہ دوسری بدعات کا خاتمہ ہوسکے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام یہ خبر بھم پہنچا چکے تھے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا عنقریب آپ کی زوجیت میں آنے والی ہیں اور اس طرح ایک جاہلی

رواج کا خاتمہ ہوگا۔ لیکن حضور نبی کریم ﷺ اس بات میں یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ مشرکین کی قیل وقال اور افواہ سازوں کی افواہوں کا نشانہ بن جائیں گے کہ محمد ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ تو آپ ﷺ اس بات سے بڑے متفکر تھے اور منافقین اور یہود کے متوقع ہرزہ سرائی سے پریشان تھے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تلقین فرمائی اور افواہ سازوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ کرنیکا حکم دیا اور پھر وحی اس نکاح کی وجوہات کی تفصیل کے ساتھ نازل ہوئی۔

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے اسے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو پھر زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی کہ مسلمان پر کچھ حرج نہ رہے ان کے پالکو (منہ بولے بیٹوں) کی بیبیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔ ﴿سورۃ الاحزاب، آیت ۳۷، ترجمہ کنزالایمان﴾

اس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم آیا اور حضور نبی کریم ﷺ بغیر کسی حرج کے اسے نافذ فرمادیا۔

سات آسمانوں کے اوپر نکاح:

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بڑا عظیم شرف حاصل ہوا جس نے انہیں اُمہات المومنین میں سے بنا دیا اور یہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ بن گئیں۔

امام مسلم اور امام احمد نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت گزر گئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ کہ'' ان

کے پاس جا کر میرا ذکر کرو" (یعنی پیغام نکاح دو)۔

تو وہ ان کے پاس آئے تو وہ اس وقت آٹا گوندھ رہی تھیں انہوں نے کہا کہ میں انکی طرف دیکھ کر یہ نہ کہہ سکا کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں یاد کیا ہے۔ تو میں نے ان کی طرف پیٹھ کر کے کہا کہ "اے زینب! مبارک ہو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے وہ تمہارا ذکر کر رہے ہیں (یعنی پیغام نکاح دینا چاہتے ہیں) تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں خدا کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کروں گی پھر وہ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر چلی گئیں۔ اور قرآن کی آیات رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئیں تو آپ بغیر اجازت گھر میں داخل ہو گئے۔ ﴿نسائی، مسلم باب النکاح، مسند احمد﴾

اس طرح اللہ سبحانہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اپنے نبی ﷺ سے نکاح کر دیا صرف اپنے فرمان کے ذریعے بغیر کسی ولی اور گواہ کے۔ اور اس بات پر وہ دوسری اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن پر اپنی فضیلت بتاتی تھیں اور کہتیں کہ تمہارا تو تمہارے گھر والوں نے نکاح کرایا اور اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر سے ہی فرما دیا ہے۔

(یہ حدیث امام بخاری نے کتاب التوحید، باب کان عرشہ علی الماء پر نقل کی ہے)۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی تھیں، میں تم میں ولی اور سفیر کے اعتبار سے زیادہ معزز ہوں کیونکہ تمہارا نکاح گھر والوں نے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں سے اوپر سے کرایا۔

﴿اسد الغابہ، ابن سعد، الاستیعاب﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ سے نکاح کئے جانے کی خبر ملی تو وہ سجدہ میں گر گئیں۔

﴿تہذیب الاسماء واللغات﴾

اور ایک روایت میں ہے۔

کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے نکاح کرائے جانے کی خبر ملی اور آیت نازل ہونے کا معلوم ہوا تو انہوں نے تشکر کے طور پر دو مہینے کے روزے رکھنے کی نذر مان لی اور یہ خوشخبری لانے والے کو اس وقت پہنا ہوا زیور انعام میں دے دیا ہے۔ ﴿انساب الاشراف﴾

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس تشریف لے گئے تو ان سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے انہوں نے کہا کہ ''برہ'' تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔ ﴿اسد الغابہ﴾

علامہ ابن سعد اور علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمے میں گوشت اور روٹی کا اہتمام کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ حق بات ہی فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''تبنی'' کے ابطال کا حکم نازل ہوا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرلیا اور یہ واقعہ ابھی تازہ ہی تھا کہ منافقین اور افواہ سازوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں اپنی بہوؤں سے نکاح کرنے کو کیسے منع کرتا ہے حالانکہ اس نے خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے اس لئے فوراً ان کی بکواس کی تردید میں ارشاد نازل فرمایا۔

ترجمہ: نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ کے لئے مقرر فرمائی اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے اور اللہ بس ہے حساب لینے والا۔ ﴿سورۃ الاحزاب، آیت ۳۸، ۳۹، ترجمہ کنز الایمان﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے (تبنی کے خاتمہ اور اس کے اوپر مترتب ہونے والے

حقوق کے بطلان اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا ذکر کیا فرمایا۔

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب جانتا ہے۔

﴿سورۃ الاحزاب، آیت ۴۰، ترجمہ کنزالایمان﴾

نزول حجاب:

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی برکات اور فضائل میں سے ایک فضیلت بابرکت ان کے سبب سے ''پردے کی آیات کا نزول بھی ہے''۔ یہ اس وقت ہوا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ولیمہ فرمارہے تھے اور یہی ولیمہ نزول حجاب کا سبب بنا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ نے نزول حجاب کا قصہ راویت کیا ہے اور ہم دلوں کا سکون اور حکمت آموز اور نصیحت بھرے قصہ کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے دوسرے دن ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور مجھے کھانے کی دعوت دینے پر مامور کردیا گیا تو لوگوں کی جماعتیں آتیں اور کھا کر چل دیتیں اور میں لوگوں کو بلا بلا کر لاتا آخر میں کوئی ایسا نہ رہا جسے میں بلا کر لاتا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب کوئی ایسا نہیں رہا جسے میں بلاؤں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کھانا اٹھالو'' اور اس وقت لوگوں کی تین ٹولیاں بیٹھی آپس میں گفتگو میں مشغول تھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس تشریف لائے اور السلام علیکم کہا انہوں نے جواب دیا اور دریافت کیا کہ آپ نے نئی اہلیہ کو کیسا پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مبارک کرے۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازدواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور وہاں بھی وہی گفتگو ہوئی جو

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سنے ہوئی۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے اور دیکھا کہ وہ تینوں گروپ بیٹھے ابھی تک باتوں میں مشغول ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی حیادار تھے۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس لوٹ آئے۔ ابھی قدم مبارک دروازے کی دہلیز پر ہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی طاری ہوئے اور پردے کی آیات نازل ہوئیں۔

﴿بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزب، مسلم، ابن کثیر، قرطبی﴾

یہاں پردے کی آیات سے مراد ارشاد باری تعالیٰ کی یہ آیت ہیں۔

ترجمہ: اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذاء ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذاء دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد بھی ان کی بیبیوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۵۳، ترجمہ کنز الایمان﴾

یہ آیات حجاب لوگوں کی تسلیم اور نصیحت کے لئے نازل ہوئیں کہ لوگ نبی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہوں اور جب انہیں کھانے وغیرہ پر بلایا جائے تو وہ آئیں مگر کھا کر جلد چلے جائیں گپ شپ کے لئے نہ رکیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ:

پردے کا نزول سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے موافقات میں سے ہے

امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں "نیک و بد" ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اگر آپ چاہیں تو اُمہات المومنین کو پردہ کرنے کی تلقین فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حجاب کی آیات نازل فرمائیں۔

﴿بخاری کتاب التفسیر﴾

طبقات کبریٰ میں ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ پہلی مرتبہ آیات حجاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے دن نازل ہوئیں یہ ہجرت کا پانچواں سال تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کو مسلم خواتین کے لئے قیامت تک کے لئے بابرکت قرار دیا، اور حوا کی بیٹیوں پر پردہ کو فرض قرار دے کر شرف پاکیزگی اور خلوص کا تحفہ عطا فرمایا۔

﴿طبقات ابن سعد، الفصول فی سیرۃ الرسول ابن کثیر﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات و حج میں ہمرکابی:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ طائف کے لئے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی دو شریک حیات، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ازواج کے لئے دو خیمہ لگوا دیئے تھے اور پورے حصار طائف کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں خیموں کے درمیان نماز ادا فرماتے تھے۔

اور حجۃ الوداع میں حضرت اُمّ المومنین زینب رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے حجۃ الوداع میں مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہنا اور چادر کا اہتمام رکھنا" اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج حج کیا کرتی تھیں مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہیں کیا کرتی تھیں، فرماتیں کہ ہماری سواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

حرکت نہیں کرے گی۔ ﴿طبقات ابن سعد، المغازی، انساب الاشراف﴾

طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوادع کے بعد کوئی حج نہیں کیا یہاں تک کہ آپ کی وفات خلافت فاروقی کے وقت میں ہوئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر پورا عمل کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "تم میں سے جو (زوجہ) تقویٰ کا اہتمام کرے گی کوئی غلط کام نہ کرے گی اور پردے کی پشت کو لازم رکھے گے وہ آخرت میں بھی میری زوجہ ہوگی۔ ﴿طبقات ابن سعد، ج ۷﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں ایک واضح گواہی موجود ہے جو اپنی حیثیت میں سچائی اور تعجب کی حامل ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پاکبازی، عفت اور اچھے اخلاق کی سند ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا، کہ حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا مرتبہ اور مقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میرے برابر تھیں اور میں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی عورت کو دین میں بہتر، اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والی، راست گو اور صلہ رحمی کرنے والی اور زیادہ صدقہ کرنے والی نہیں پایا۔ (یہ حدیث مسلم میں بھی ہے) ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بحوالہ حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس گواہی کو نقل فرمایا ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

میں نے اس سے اچھی خاتون نہیں دیکھی اور نہ ہی زیادہ صدقہ کرنے والی نہ ہی بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ خرچ کرنے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں پایا۔

اور اسی طرح کی گواہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی منقول ہے۔ جب واقعۂ افک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دریافت فرمایا۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم اس طویل قصے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا والا ٹکڑا نقل کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ''میری سماعت وبصارت اکارت ہوجائیں میں نے اسے صرف خیر ہی پر پایا ہے'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہی خاتون ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں میرے برابر (مرتبے میں) تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ کی بدولت محفوظ رکھا اور اصحاب افک ہلاک ہوگئے۔ ﴿بخاری کتاب التفسیر، اسباب النزول واحدی، تفسیر ابن کثیر﴾

اللہ تعالیٰ اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے راضی ہو وہ فتنہ سے نفرت کرتی تھیں اور وہ اس بات کی استطاعت بھی رکھتی تھیں کہ وہ اس موقع سے جو چاہیں فائدہ اٹھا سکتی تھیں لیکن انہوں نے بھلائی کی ہی بات کہی اور سچ اور انصاف کے علاوہ کچھ نہ کہا۔

یہاں یہ بات ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ اس گناہ گار قصہ میں ملوث ہونے والے لوگوں میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول، حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش (جو حضرت زینب کی بہن تھیں) مسطح بن اثاثہ، احسان بن ثابت شامل تھے اور اس کے نتیجے میں افواہوں پر قائم رہنے والے صرف عبداللہ بن ابی اور اس کے متبعین ہی رہ گئے تھے اور ان تین حضرات نے سچی توبہ کرلی تھی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی کا مداوا کرنے کے لئے اعتزار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک قصیدہ بھی پیش کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واقعی اس مدح کی اہل تھیں۔

حصان رزان ماتزن بریبة وتصبح غرثی من لحوم الغوافل

عقیلة حی من لوءی بن غالب کرام المساعی مجدھم غیر زائل

مھذبة قد طیب الله خیمھا وطھرھا من کل سوء و باطل

ترجمہ: پاک دامن، اور باوقار سنجیدہ عورت جو کسی شک سے ملوث نہیں جا سکتی اور وہ بے خبر عورتوں کے گوشت سے بھوکی، صبح کرتی ہے۔

لوی بن غالب کے قبیلے کی باشعور خاتون ہے۔ جن کی کوششیں مکرم اور ان کی بزرگی لازوال ہے۔

تہذیب سیکھی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے خیمے کو صاف رکھا ہے۔ اور ہر بُرائی اور باطل سے اسے پاک رکھا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قدر ومنزلت اور فضیلت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا بہت اونچا مرتبہ تھا اور ان کی بڑی حیثیت تھی۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجات میں سے آپ کے نزدیک زیادہ مرتبہ حضرت عائشہ، حضرت اُمّ سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کا تھا۔ مزید یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نمازیں بھی ادا فرمایا کرتے تھے اور یہی بہت بڑی منقبت اور ان کی برکات میں سے ایک برکت ہے۔

یہیں ایک واقعہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی قدر ومنزلت اور الفت کا غماز ہے۔ وہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد تھوڑی دیر تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے اور دل جوئی کے لئے ان سے گفتگو فرماتے اور کبھی کسی کے پاس زیادہ دیر ہو جاتی تو بعض ازواج مطہرات کو فطری طور پر ناگواری محسوس ہوتی تو ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور وہاں

تھوڑی دیر ٹھہرے اور شہد نوش فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دل میں عورت کی فطری غیرت اور ناگواری نے جنم لیا۔ ہم یہ باقی ماندہ قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ہی پیش کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں یہ قصہ مفصّل مذکور ہے۔ فرماتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہید نوش فرمایا کرتے اور وہاں ٹھہرا کرتے تھے میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ کہہ دے کہ آپ نے مغافیر کھایا (اس کی ناگوار بدبو ہوتی ہے)۔

اور مجھے مغافیر کی بو آرہی ہے (تو ایسا ہی کیا گیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تردید کی اور فرمایا کہ "نہیں بلکہ میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں شہد نوش کیا ہے اور اب آئندہ میں ہرگز نہیں پیوں گا۔" اور میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو قسم دی تھی کہ وہ کسی کو بھی یہ راز نہیں بتائے گی۔

﴿بخاری، مسلم، سیر اعلام النبلاء﴾

اس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا کہ:

ترجمہ: اے غیب بتانے والے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کرلیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی اپنی بیبیوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ﴿سورۃ التحریم آیت ۱، ترجمہ کنزالایمان﴾

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور ازواج مطہرات نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی۔

آہ وزاری کرنے والی:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خشوع وخضوع کی سند عطا فرمائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مقام عبادت میں انتہائی

اونچے مرتبے پر فائز کردیا تھا۔حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہما نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کوفرمایا کہ:

''زینب بنت جحش ''اوّاھہ'' (آہ وزاری کرنے والی) ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اوّاھہ کا کیا مطلب تو فرمایا کہ خشوع وخضوع اور اللہ کے سامنے رونے والی۔ اور بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام ''اوّاہ منیب'' تھے (یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے والے اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے تھے)۔ ﴿سیر اعلام النبلاء، الاستیعاب، عیون الاثر﴾

اسی وجہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ پہچانا جاتا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر تین صفات کی وجہ سے فخر کیا کرتی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تین منفرد خصوصیات:

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتیں کہ میں آپ کو تین ایسی باتیں بتاتی ہوں اور آپ کی کسی اور زوجہ کو حاصل نہیں۔

(۱) یہ کہ آپ کے اور میرے جدامجد ایک ہی ہیں۔

(۲) یہ کہ میرا اور آپ کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں ہی میں فرمادیا۔

(۳) یہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہمارے نکاح کے سفیر تھے۔

﴿البدایہ والنہایہ، انساب الاشراف، ج ۱﴾

جو فخر کرنا محمود ہے اس فخر کا مقام یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شرف قرابت داری کا اعزاز حاصل تھا اور وہ دوسری ازواج مطہرات پر اپنی فضیلت یوں بتایا کرتی تھیں کہ:

''میں تم میں باعتبار ولی اور سفیر کے زیادہ معزز ہوں تمہیں تمہارے گھر

والوں نے جب کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں دیا۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر حضور نبی کریم ﷺ بہت نازاں تھے اور انہیں بہت چاہتے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا خود بھی انتہائی نیک روزے نماز وغیرہ کثرت سے ادا کرنے والی تھیں۔ ﴿تہذیب الاسماء وللغات﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف ومدح:

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں بھلائی کی تمام صفات، دین، خیر، سخاوت اور اس جیسی تمام خوبیاں جمع تھیں اور اسی وجہ سے ان کی سوکنوں کی زبان سے بھی ان کی مدح میں الفاظ منقول ہیں۔

حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر ملی تو فرمایا کہ "آج ایک عبادت گزار، محبوب خاتون چلی گئی جو یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کیا کرتی تھی۔

ایک اور موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے انہیں اس دنیا میں وہ شرف حاصل ہوا تھا جو کسی کو بھی حاصل نہیں ہوسکا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کے نکاح میں اس دنیا میں دیا اور قرآن نے بھی اس بات کی گواہی دی۔ ﴿البدایہ والنھایہ، انساب الاشراف﴾

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اس مدح میں شریک ہیں فرماتی ہیں کہ "وہ ایک نیک اور روزے نماز کی کثرت سے ادائیگی کرنے والی خاتون تھیں۔" ﴿البدایہ والنھایہ، انساب الاشراف﴾

اور اسی طرح بڑے علماء محدّثین اور مؤرّخین نے اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مدح وثناء میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا انتہائی دیندار، بھلائی اور صدقہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی خاتون تھیں۔ ﴿تاریخ اسلام ذھبی﴾

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ وہ دین، تقویٰ، ورع، سخاوت اور بھلائی کے کاموں کے اعتبار سے خواتین کی سردار تھیں۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

علامہ ابن کثیر نے مہکتے الفاظ میں یوں مدح کی ہے کہ ''حضرت زینب رضی اللہ عنہا پہلی مہاجر خواتین میں سرفہرست تھیں اور صدقہ اور بھلائی کے کام بہت زیادہ کیا کرتی تھیں۔ ﴿البدایہ والنہایہ﴾

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے امام ذھبی نے وہ شہادت نقل کی ہے اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی غماز ہے وہ کہتے ہیں کہ:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نیک خو، روزے اور نماز کثرت سے ادا کرنے والی خاتون تھیں وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کر کے اس کی آمدنی مساکین پر خرچ کر دیتی تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی کرامات اور زُہد:

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا دنیا کی رنگینیوں، مال یا کسی چیز کی شوقین نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں وہ چمڑا وغیرہ صاف کرتیں یا ہاتھ سے ریشم کا اون بنا کر بیچ دیتیں اور اس کی ساری آمدنی اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتیں۔

ان کی کرامت اور دعا کے قبول ہونے اور ان کے زہد پر بے شمار دلائل اور گواہ موجود ہیں۔ ہم حضرت برزہ بنت رافع رضی اللہ عنہا کی زبانی ان کے حالات پیش کرتے تھے۔

فرماتی ہیں کہ جب عطیات تقسیم کیے گئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی پاس عطیہ بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس لایا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ اللہ

تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ میری دوسری بہنیں اس عطیہ کی زیادہ حق دار ہیں۔ تو لانے والے نے کہا یہ سب آپکا ہے۔ انہوں نے فرمایا سبحان اللہ! اور اس عطیہ کو ایک کپڑے سے ڈھک دیا اور پھر مجھے ارشاد فرمایا اپنا ہاتھ اس کپڑے کے نیچے لاؤ اور ایک مٹھی بھر لو اور یہ لے کر بنی فلاں، اور بنی فلاں کو دے کر آجاؤ۔ (یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کچھ اقارب اور یتیم تھے)۔

حتیٰ کہ اس کے نیچے تھوڑے بہت درہم رہ گئے تو میں نے عرض کیا۔ اے امّ المومنین اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ہمارا بھی اس میں کچھ حق ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ چلو جتنا اس کپڑے کے نیچے باقی ہے وہ سب تم لے لو۔ تو میں نے دیکھا وہ ۸۵ درہم تھے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یا اللہ اس سال کے بعد مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عطایا نہ ملیں۔ حضرت برزہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اسی سال حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی۔

﴿سیر اعلام النبلاء، ابن سعد، صفتہ الصفوۃ، فتوح البلدان﴾

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مال لے جایا گیا تو وہ کہنے لگیں کہ اے اللہ آئندہ میں یہ مال نہ دیکھوں، یہ تو فتنہ ہے پھر انہوں نے اپنے اقارب اور ضرورت مندوں میں یہ مال تقسیم کرادیا۔ جب یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایسی خاتون ہیں جس سے خیر کی امید کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد آپ آئے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام عرض کیا اور فرمایا کہ آپ نے مال تقسیم کیا ہے مجھے معلوم ہے۔ پھر آپ نے ایک ہزار درہم انہیں بھجوائے کہ اپنی ضروریات کے لئے رکھ لیں لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اسے بھی غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرادیا۔ ﴿حیاۃ الصحابہ، ج ۲﴾

آپ کے زُھد کی نشانیوں میں ایک بات طبقات ابن سعد میں نقل کی گئی

ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ترکہ میں کوئی درہم یا دینار نہیں چھوڑا وہ چیز پر بھی قادر ہوتیں اسے صدقہ کر دیتیں اور یہ مساکین کی پناہ گاہ تھیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات:

۲۰ھ بمطابق ۶۴۱ء اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اب وہ اپنے رب ذوالجلال کی خدمت میں حاضر ہونے کا وقت آگیا ہے اور وہ تو ہمیشہ ہی اس مبارک ملاقات کے لئے تیار رہتی تھیں اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن تیار کیا ہوا ہے شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی کوئی کفن بھیج دیں تو دونوں میں سے ایک کفن صدقہ کر دینا اور اگر میری ازار صدقہ کر سکو تو کر دینا۔ ﴿معارف لابن قتیبہ﴾

سکرات موت کے عالم میں صدقہ اور بھلائی کرنا یہی دنیا میں زُھد اور آخرت کا سامان ہے اور کیا زبردست سخاوت اُمّ المومنین کی تھی اسی لئے یہ بات حق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اُمّ المساکین تھیں۔

آخری لمحات میں انہوں نے جو وصیت کی وہ یہ تھی کہ میرا جنازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر لے جایا جائے۔ اور یہ ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے عالم برزخ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملنے والی زوجہ تھیں۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ نے منادی کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں ان کے ذورحم کے علاوہ کوئی نہ جائے اور خود بھی ان کی میت کو غیر محرموں کی نظر سے مستور کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہو گئے اتنے میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیجا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ وہ لوگ اپنے مردوں کے لئے تابوت بناتے ہیں تو ان کا بھی تابوت بنا دیا گیا اور اسے بھی کپڑے سے ڈھک دیا گیا۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت پسند کیا اور فرمایا یہ بہترین خیمہ اور پالکی ہے۔

اس کے بعد منادی کے ذریعے اعلان کروادیا گیا کہ اپنی ماں کے جنازے میں آجاؤ اور لوگ جوق در جوق اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے جنازے میں پہنچنا شروع ہوگئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ابو احمد بن جحش رضی اللہ عنہ بھی آئے وہ جنازہ کی چارپائی پکڑے رو رہے تھے (وہ نابینا ہوگئے تھے) انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ابو احمد چارپائی سے دور رہو ورنہ لوگ تمہیں تکلیف دیں گے (اس دن بڑی شدید گرمی تھی اور لوگوں کا ازدحام جنازہ کی چارپائی کے قریب تھا لوگ کاندھا دینے کو ٹوٹ رہے تھے) تو حضرت ابو احمد نے جواب دیا کہ اے حضرت عمر رضی اللہ عنہ! یہ وہ عظیم خاتون تھیں جس کی وجہ سے ہمیں ساری بھلائیاں ملیں اور میرے آنسو اس گرمی کی حرارت کو ٹھنڈا کر رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چارپائی کے ساتھ ہی رہو۔ ﴿انساب الاشراف، ج ا، حیاۃ الصحابہ، ج ۲﴾

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں مدفون ہوئیں ان کی نماز جنازہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور ان کی قبر میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے صاجزادے تھے اور یہ سب ان کے محارم تھے۔ ﴿تہذیب الاسماء واللغات﴾

جس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک ۵۳ برس تھی۔ علامہ نووی اور علامہ عسکری وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ اسلام میں پہلی خاتون ہیں جن کا تابوت بنایا گیا جس کا مشورہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ ﴿تہذیب الاسماء، الاوائل لعسکری﴾

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے

گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی۔

﴿سورۃ النساء آیت ۱۳، ترجمہ کنز الایمان﴾

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی دنیاوی رنگینیوں سے دور رہ کر گزاری اور آخرت کی دنیا کی طلب گار رہیں اور اس دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی سنوارنے کا ذریعہ بنایا۔ وہ جانتی تھیں کہ اس دنیا کی حیثیت اللہ تعالی کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں تو وہ عبادت اور گوشہ نشینی کی زندگی میں مصروف رہیں خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد گوشہ نشین ہی ہو گئیں۔

اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت ملی اور یہ کہ وہ وفات کے بعد ان سے ملنے والی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ ہوں گی۔ بخاری و مسلم میں یہ روایت آئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے وفات کے بعد سب سے پہلے وہ زوجہ آ کر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔

(یہ حدیث بخاری کتاب الزکاۃ، اور مسلم میں کتاب فضائل الصحابہ میں ہے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر ازواج مطہرات نے اپنے سب کے ہاتھ ناپے لیکن ہم میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا لمبے ہاتھ والی ثابت ہوئی کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں جو کچھ کماتیں وہ سب صدقہ کر دیتیں۔

ایک اور موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جنت کی بشارت اور ان کی فضیلت بیان کی ہے۔ فرماتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے انہیں اس دنیا میں وہ شرف حاصل ہوا جو کسی خاتون کو حاصل نہ ہو سکا۔ کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیا اور قرآن نے اس کی گواہی دی اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا ہم سب ان کے گرد موجود تھیں کہ تم میں سے وفات کے بعد مجھ سے سب سے پہلے میری وہ زوجہ آکر ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے'' اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود سے جلدی آملنے کی خوشخبری سنائی اور وہ جنت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ ﴿تہذیب الاسماء وللغات، ج ۲﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُمہات المومنین کا لمبے ہاتھ والی زوجہ کو جاننے کے لئے، اجتماع اور ہاتھوں کو ناپنے کا قصہ بھی نقل کیا ہے فرماتی ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم سے کسی کے بھی حجرے میں جب ہم سب جمع ہوتیں تو ہم دیوار پر ہاتھ رکھ کر ناپا کرتے اور ہم یہ عمل اس وقت کرتی تھیں یہاں تک کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی حالانکہ وہ چھوٹے قد کی خاتون تھیں تو اس وقت ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی منشا سمجھ میں آئی کہ انہوں نے لمبے ہاتھوں سے مراد، صدقہ، لیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے چمڑا وغیرہ صاف کرتیں اسی طرح ریشم کا اون بناتیں، اور اسے بیچ کر جو آمدنی ہوتی اسے صدقہ کر دیتی تھیں۔

﴿صفۃ الصفوۃ، تاریخ اسلام ذھبی، الاصابہ، الاستیعاب، ج ۴﴾

ان کی سیرت اختتام تک پہنچے سے پہلے ہم یہ بتاتے چلیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے گیارہ احادیث مروی ہیں اور ان میں دو بخاری اور مسلم میں متفق علیہ ہیں۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کی احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں اور ان سے ان کے بھتیجے حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش، اُمّ المومنین اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا زینب بنت ابی سلمہ، نے راویت کی ہیں اور حضرت قاسم بن محمد نے ان سے مرسل روایت کی ہے۔ ﴿سیر اعلام النبلاء﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نسب اس طرح ہے ''ہند بنت ابی امیہ، علامہ ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق ابو امیہ کا نام حذیفہ ہے۔ اور حافظ عبدالغنی المقدسی نے بصیغہ تمریض مسمی سہیل کا بھی ذکر کیا ہے بہر حال یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں اور یہ قبیلہ قریش کے انتہائی سخی وجواد قسم کے شخص تھے، انتہا یہ کہ یہ مشہور ہی ''زادالرکب'' کے لقب سے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن عبدالمطلب اور جس نے انہیں آپ کی پھوپھی کی بیٹی قرار دیا وہ غلطی پر ہے، اس لئے کہ اپنے سابقہ شوہر کے چچا کی بیٹی تھیں۔ اور ان کے باپ شریک بھائی حضرت عبداللہ وزھیر تھے جو آپ کی پھوپھی کے بیٹے تھے۔

﴿السمط الثمین فی مناقب الھات المومنین﴾

پہلا نکاح اور ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل حضرت ابو سلمہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیت آپ کے نام پر غالب رہی، ان کا نام عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ ہے۔ ان سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے چار بچے ہوئے۔ سلمہ، عمر، رقیہ، زینب۔ اسلام کی سب سے پہلی ہجرت میں جوارض حبشہ کی طرف ہوئی تھی یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف کی، اس طرح آپ کو دونوں فضیلتیں حاصل ہوگئیں ان کے متعلق

کہا جاتا ہے کہ جو عورت مہاجرہ بن کر پالکی میں سوار ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئی وہ یہی تھیں نیز لیلیٰ بنت ابی خثمہ کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہجرت کے چار سال بعد ہوا۔

سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو وہاں ہمیں بہت ہی اچھا حسن سلوک ملا اور ہم اپنے دین کے معاملہ میں بالکل پر امن تھے، وہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے غرض ہمیں ہر طرح سے اطمینان تھا، جب قریش مکہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہیں بڑی تکلیف ہوئی اور انہوں نے مشورہ کیا کہ بادشاہ نجاشی کے پاس اپنا ایک آدمی بھیجیں۔

چنانچہ انہوں نے کچھ سامان وغیرہ جمع کیا جو بطور ہدیہ تھا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جانا تھا۔ پھر انہوں نے وہ مال و متاع دیکر عبداللہ بن ربیعہ المخزومی اور عمرو بن العاص (یہ دونوں اس وقت تک حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے) کو بھیجا۔ انہوں نے جا کر بادشاہ کی خدمت میں وہ تحائف پیش کیے اور بتایا کہ ہم قریش مکہ کے سفیر ہیں، ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے خاندان کے کچھ لوگ آئے ہیں اور انہوں نے آپ کی پناہ لے رکھی ہے اور انہوں نے اپنے آبائی دین کو ترک کر کے نیا دین (اسلام) اختیار کر رکھا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ بادشاہ حقیقت میں خدا ترس اور سلیم الفطرت انسان تھا اور انتہائی سمجھدار شخص تھا فوراً معاملہ کی سنگینی کو بھانپ گیا اور صاف انکار کر دیا۔

مدینہ منورہ کی جانب ہجرت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ کی

طرف ہجرت کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے اپنا اونٹ تیار کر کے مجھے اس پر بٹھایا اور میری گود میں میرے بیٹے سلمہ کو بھی بٹھایا اور سفر کا آغاز کر دیا، جب قبیلہ بنو المغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم کے لوگوں نے ہمیں دیکھا تو وہ راستہ میں آ گئے اور کہا کہ ابو سلمہ یہ تمہاری طرف سے زیادتی ہے اور تم ہم لوگوں پر خواہ مخواہ حاوی ہو رہے ہو، آپ خود غور کرو کہ ہم تمہیں کس طرح چھوڑ دیں جبکہ ہماری بیٹی تمہارے ساتھ ہے یہ کیسے اتنے دور دراز سفر کو طے کرے گی؟ اور ابو سلمہ کے ہاتھ سے اس اونٹ کی نکیل بھی چھین لی اور مجھے بھی ان سے لے لیا۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کو جب یہ خبر ملی تو وہ لوگ بھی بہت غصہ ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان لوگوں نے ابو سلمہ سے اس کی بیوی جدا کی ہے تو ہم بھی ان کے پاس اپنا بیٹا نہیں چھوڑیں گے۔ فرماتی ہیں کہ انہوں نے میرا بیٹا مجھ سے لے لیا اور بنو عبدالاسد کے چند لوگ آئے اور میرے بیٹے کو لیکر چلے گئے۔ اب صورتحال یہ ہو گئی کہ مجھے میرے قبیلہ والوں نے روک لیا تھا اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا اکیلے ہی مدینہ منورہ تشریف لے گئے، نہ میرا بیٹا تھا، نہ میرا شوہر۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس طرح میرے بیٹے اور شوہر نیز میرے درمیان ہمارے قبیلے کے لوگوں نے جدائی ڈال دی تھی۔ میں روزانہ صبح کے وقت بستی سے باہر نکل جاتی اور دور ایک ٹیلے پر جا کر بیٹھ جاتی اور شام تک روتی رہتی۔ ایک دن میرا ایک چچا زاد میرے قریب سے گزرا تو اس نے میری یہ بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر خاندان والوں سے بات کی اور کہا کہ تم لوگوں نے کیوں اس بے چاری کو شوہر سے جدا کر رکھا ہے؟ تم لوگوں کو رحم کیوں نہیں آتا؟ اس پر میرے قبیلہ کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اپنے شوہر کے پاس جانا ہو تو جا سکتی ہو۔ فرماتی ہیں کہ انہیں دنوں قبیلہ عبدالاسد کے لوگوں نے میرا بیٹا بھی مجھے واپس لوٹا دیا تھا۔

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنا اونٹ تیار کیا اور بچے کو گود میں لیا اور اپنے شوہر کے پاس جانے کے لئے مدینہ منورہ کا سفر شروع کردیا اور میں تنہا جارہی تھی میرے قبیلہ والوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کسی کو ساتھ کردیتے میں نے یہی خیال کیا کہ راستے میں جہاں کوئی قافلہ ملے گا تو مدینہ تک ساتھ ہوجاؤنگی ابھی میں مقام تنعیم تک ہی پہنچی تھی کہ مجھے قبیلہ بنی عبدالدار کا آدمی عثمان بن ابی طلحہ مل گیا۔ اس نے کہا اے بنت ابی امیہ کہاں جارہی ہو؟ میں نے کہا مدینہ منورہ اپنے شوہر کے پاس جارہی ہوں۔ اس نے کہا تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ میں نے کہا بخدا اللہ کے سوا میرے ساتھ کوئی نہیں اور یہ میرا بیٹا ساتھ ہے۔ جب اسے تصدیق ہوگئی کہ میں اکیلی ہی ہوں تو اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور آگے آگے چلنا شروع کردیا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بخدا پورے عرب میں، میں نے اس جیسا کریم النفس آدمی نہیں پایا۔ جب ہم کسی منزل پر پہنچتے تو وہ اونٹ کو بٹھا دیتا اور پھر دور ہو کر کھڑا ہو جاتا جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو اونٹ کو تھوڑا سا دور کر کے اس سے کجاوہ وغیرہ اتارتا اور اس کو کسی درخت سے باندھ دیتا پھر دور جا کر کسی درخت کے نیچے جا کر لیٹ جاتا۔

اور جب ہم دوبارہ سفر کا ارادہ کرتے تو وہ اونٹ کو میرے پاس لا کر بیٹھا دیتا اور تھوڑا دور ہو کر کھڑا ہو جاتا اور مجھے کہتا اب سوار ہو جاؤ جب میں اچھی طرح سنبھل کر بیٹھ جاتی تو آکر اونٹ کی نکیل پکڑ کر اسے اٹھاتا اور آگے آگے چلنا شروع کردیتا۔ پورے راستے میں وہ اسی طرح حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا رہا حتی کہ اس نے مجھے مدینہ منورہ تک پہنچا دیا۔ جب قبیلہ عمرو بن عوف کے مکانات نظر آئے تو اس نے مجھے کہا تمہارا شوہر اسی گاؤں میں ہے، اس نے مجھے ابوسلمہ کے پاس چھوڑا اور پھر مکہ مکرمہ واپس چلا گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بخدا ابوسلمہ کے اہل خانہ پر جتنے مصائب ٹوٹے شاید ہی اسلام میں کسی پر اتنے مشکل حالات آئے ہوں اور فرماتیں کہ عثمان بن ابی طلحہ جیسا کریم آدمی میں نے کبھی نہ دیکھا۔

﴿السمط الثمین محب طبری﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جب بھی کسی ایمان والے کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ ایسا طریقہ اختیار کرے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یعنی صبر و رضا اختیار کرے اور ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھے اور یوں دعا کرے ''اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منھا'' ترجمہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کے بدلے مجھے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرما'' تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہترین نعم البدل عطا فرماتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی یاد آیا، میں نے دل میں سوچا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟

جبکہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تو اصحاب رسول میں سے تھے اور انہوں نے سب سے پہلے ہجرت بھی کی لیکن میں نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے مذکورہ بالا دعا پڑھ لی تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں عظیم الشان بدل عطا فرما دیا۔

فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے تو بچے بھی ہیں دوسرا میں ایک غیرت مند عورت بھی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم

دعا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں بچوں سے مستغنی کرے اور ان سے غیرت بھی رفع کردے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابوسلمہ کے انتقال پر میں نے کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ وہ تو صحابی بھی تھے پھر اللہ نے مجھے صبر دے دیا اور میں نے دعا کی تو نبی کریم ﷺ سے میرا نکاح ہوگیا۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہا آج میں نے حضور اکرم ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے بہت ہی بھلی لگی، معلوم نہیں میں اس پر پورا اتر سکوں گا یا نہیں؟ پھر فرمایا کہ ارشاد ہے "جس کسی مومن کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اناللہ پڑھے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر وثواب عطا فرما اور کا بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کو وہ اجر وثواب عطا فرما دیتا ہے اور بہت لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس نعم البدل بھی عطا فرمادے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہیں وہ حدیث مبارکہ یاد آگئی جو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سن رکھی تھی البتہ دلی طور پر رنج وغم کی وجہ سے بڑا اضطراب تھا لیکن یہ دعا کی اے اللہ مجھے ابوسلمہ سے بہتر بدل عطا فرما۔ پھر کہا ابوسلمہ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ کوئی نہیں؟ فرماتی ہیں کہ میں نے فرمان نبوی ﷺ کی تعمیل کے لئے دعا پڑھ لی۔

جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیجا آپ نے انکار کردیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو فرمایا "مرحباً" برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور فرمایا میرے اندر تین عادتیں ایسی ہیں کہ شاید آپ انہیں پسند نہ فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ میں بہت غیرت مند ہوں۔ دوسرا یہ کہ میرے بچے بھی ہیں۔ تیسرا یہ کہ یہاں میرا کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جو

شادی کرا سکے۔

اس جواب پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہوئے اور آ کر فرمایا تم نے آپ کے پیغام کو کیوں رد کیا؟ انہوں نے عرض کیا اے ابن خطاب میرے ساتھ یہ مسئلہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرونگا کہ تم سے اس چیز کو ختم کر دے اور بچوں کے معاملے کی فکر مت کرو ان کی اللہ تعالیٰ کفایت کرے گا اور جو تم نے یہ کہا کہ یہاں تمہارا کوئی رشتہ دار نہیں تو بات ایسی ہے کہ در حقیقت تمہارے رشتہ داروں میں یہاں کوئی ایسا نہیں کہ جو مجھے ناپسند کرے پھر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح کرا دو لہذا بیٹے نے نکاح کرا دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جو کچھ فلاں بیوی کو دیا ہے تمہیں بھی اس سے کم نہیں دوں گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ کے بیٹے سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کو کیا دیا تھا؟ اس نے کہا اسے دو مٹکے دیئے تھے جن سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتی اور ایک چکی اور ایک تکیہ جو چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ پھر آپ واپس تشریف لے گئے۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے شرم کے مارے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی زینب کو گود میں لے لیا جب آپ نے اسے دیکھا تو واپس تشریف لے گئے دوسری دفعہ بھی ایسا ہی ہوا، پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس بچی کو اٹھا کر لے گئے اور کہا یہ مجھے دے دو اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے باہر ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ بچی ان کے پاس نہیں تھی آپ نے پوچھا وہ ''زناب'' یعنی زینب کہاں ہے؟ عرض کیا اسے حضرت عمار رضی اللہ عنہ اپنے

...ماہو لے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔

﴿طبقات الکبری، ج ۸﴾

آپ ﷺ کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ اس طرح عام طور پر عورتوں میں غیرت ہوتی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بالکل ختم ہوگئی تھی۔ یہ اسی دعا کا اثر تھا جس کا پہلے ذکر ہوا۔

بیٹا اپنی والدہ کے نکاح کا ولی بن سکتا ہے:

علامہ محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا والدہ کا نکاح کراسکتا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ان کا وہ بیٹا نکاح کرانے کا اہل اس لئے ٹھہرا تھا کہ وہ عصبہ تھا اور وہ بیٹا عصبہ اس طرح بن سکا تھا کہ حضرت ابوسلمہ اور ام سلمہ یہ دونوں آپس میں چچا زاد تھے اور وہ بیٹا گویا کہ ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا تھا اور اس وقت ان کے عصبات میں سے اس بیٹے کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔ ﴿نسائی، السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

نکاح کے پیغام کی دوسری روایت:

یہی مذکور بالا روایت ایک دوسرے طریق سے نقل کی گئی ہے جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں اس وقت چمڑے کی دباغت کر رہی تھی، میں نے اس کام کو وہیں موقوف کردیا اور آپ ﷺ کو اجازت دے دی آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کو بٹھایا اور تکیہ پیش کیا جب آپ ﷺ اطمینان سے بیٹھ گئے تو پھر آمد کا مدعا بیان کرتے ہوئے مجھے پیغام نکاح دیا۔

جب آپ ﷺ اپنی بات کہہ کر فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے بہت غیر آتی ہے، خدانخواستہ آپ کو مجھ

میں کبھی کوئی ایسی چیز نظر آجائے جو آپ کو ناپسند ہو تو پھر میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کہاں بچ سکوں گی؟ اور میری عمر بھی کافی ہو چکی ہے اور یہ کہ میرے بچے بھی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک غیرت کا معاملہ ہے تو انشاء اللہ العزیز، اللہ تعالیٰ اسے رفع فرمادے گا اور جہاں تک عمر کی بات کرتی ہو تو اس وقت میری عمر بھی کچھ کم نہیں بلکہ تمہارے مثل ہی ہے اور جو تمہارے بچے ہیں تو وہ میرے بھی ہیں تم اس کی فکر مت کرو۔ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا آپ کا حکم بسر و چشم مجھے قبول ہے۔ پھر آپ نے ان سے نکاح کر لیا۔

اسی روایت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ ہے اور بچی کا ذکر بھی نیز یہ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھا لیا تھا۔ کیونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے رضاعی بھائی تھے۔ جب آپ نے تشریف لا کر زینب کو نہ پایا تو فرمایا این زناب پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے پاس رات کو آؤں گا۔ فرماتی ہیں میں نے آپ کے لئے گیہو اور چربی سے حریرہ تیار کیا جب آپ گھر آئے تو پیش کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک میرے گھر میں ٹھہرے رہے۔

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تین دن ٹھہرے پھر فرمایا اگر چاہو تو مزید رک جاؤں گا یعنی مزید چار دن تاکہ سات دن ہو جائیں۔

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی آپ رضی اللہ عنہا تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھیں۔

نکاح کا سال

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ شوال میں نکاح ہوا اور رخصتی بھی شوال ہی میں ہوئی۔

باری کے ایام میں خصوصیت

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کی تو میرے پاس تین دن تک ٹھہرے، اور فرمایا کہ تیرے اہل خانہ پر کوئی دشواری نہیں، اگر تم چاہو تو سات دن تک تمہارے پاس ٹھہرلوں گا۔ ﴿طبقات ابن سعد﴾

اسی روایت کو امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو فرمایا تمہارے شوہر (یعنی خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ بھی گراں نہیں اگر چاہو تو تمہارے پاس تین دن ٹھہروں گا اور یہ صرف تمہاری خصوصیت ہوگی اور اگر تم چاہو تو تمام بیویوں کے پاس سات دن مقرر کرلوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ میرے پاس تین دن ٹھہر لیجئے تاکہ میری خصوصیت برقرار رہے۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر تم چاہو تو سات دن تمہارے ساتھ رہوں اور اگر چاہو تو تین دن رہوں اور پھر باری شروع کروں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ تین دن ٹھہر جائیے۔

نیز یہ بھی مذکور ہے کہ جب آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان کے پاس قیام کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کپڑوں سے پکڑ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہو تو مزید ٹھہرلوں گا اور ایام شمار کرلئے جائیں گے۔ یعنی باکرہ کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے تین دن ہوں گے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

حضرت محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ان شئت سبعت عندك وسبعت عندهم" ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ان کے پاس سات

دن ٹھہریں گے تو باقی ازواج مطہرات کے پاس بھی سات سات دن ٹھہریں گے۔ لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تو عقد نکاح کی وجہ سے تین دن کی مستحق ہیں، اگر باری ہی سات سات ایام کی ہو تو پھر انکا استحقاق جو عقد جدید کی وجہ سے بنتا ہے وہ کیسے پورا ہوگا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دے دیا تھا کہ اگر سات دن استحقاق عقد جدید ساقط ہو جائے گا لہذا آپ نے جو اجازت دی تھی وہ باری کو سات سات دن بنانے کی اجازت دی تھی نہ کہ حق عقد کو سات دن بنانے کی اجازت دی تھی۔ علماء کی یہی رائے ہے۔

حضرت علامہ محبّ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ایک توجیہہ مزید کی جاسکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ میں ان کے پاس سات سات دن ٹھہرونگا جیسا ''سبعت عندھن'' میں مذکور ہوا۔ یعنی ان کا حق تین دن ہے وہ پورا کرونگا اور باقی کے چار دن ان ایام کے مقابلے میں ہونگے جو تمہارے پاس ہیں۔ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کے لئے سات دن مقرر فرمائے کیوں کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تمام ازواج ثیبہ تھیں، بنابریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حق سات دن سے زیادہ بنتا تھا لیکن وہ مغلوب تھیں اور یہ بیویاں زیادہ تھیں۔ یہ توجیہہ موافق قیاس کے بھی ہے کہ ہر ایک کے لئے سات سات ایام مقرر ہوں۔ البتہ نئی بیوی کے استحقاق کو ساقط کر دینا خلاف قیاس ہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ دو احادیث پر عمل کرنا اس سے بہتر ہے کہ ایک کو ساقط کر دیا جائے اور دوسری کو معمول بہا بنایا جائے۔

﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا اہل بیت میں داخل ہونا

علامہ دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل

کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم پر ایک کالے رنگ کی چادر ڈالی اور فرمایا اے اللہ! ہم آگ سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا تمہارے لئے بھی یہی دعا ہے۔ یا یہ فرمایا کہ تم بھی میرے اہلبیت میں سے ہو۔ ﴿مسند احمد، ج ٦﴾

حضرت عمرو بن شعیب فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے ایک حدیث بیان کی وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پہلو کے ایک طرف اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پہلو کے دوسری طرف بیٹھایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جھولی میں بیٹھایا اور پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ○

ترجمہ: اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو بے شک وہی ہو سب خوبیوں والا عزت والا۔ ﴿کنز الایمان﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ دیکھا تو رونے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ نے ان حضرات کے لئے یہ خصوصیت فرما دی اور مجھے چھوڑ دیا ساتھ میری یہ بیٹی بھی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا تم اور تمہاری بیٹی بھی اہلبیت میں سے ہے۔

روزہ کی حالت میں بوسہ لینا:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ آپ روزے کی حالت میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔ ﴿بخاری﴾

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں بوسہ کے متعلق پوچھا تو آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس سے پوچھ لو، انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لے لیا کرتے ہیں۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی مغفرت فرمادی گئی ہے، یعنی ہمارے لئے کیا حکم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سب سے زیادہ تقویٰ وخشیت اختیار کرنے والا ہوں۔ ﴿بخاری﴾

ملاقات کی ابتداء حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے، اور ابتداء حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے فرماتے کہ وہ عمر میں بڑی تھیں، اور اختتام میرے گھر پر فرماتے۔

خاص ایام اور قربت:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بستر میں سو رہی تھی کہ مجھے حیض آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آرہا ہے؟ میں عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا اپنی حالت صحیح کرو اور پھر لوٹ آؤ، فرماتی ہیں میں نے لباس تبدیل کیا اور پھر آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو گئی۔ ﴿بخاری، ج ا﴾

ایک برتن سے غسل:

امام مسلم نے حضرت زینب بنت ابی سلمہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں میرے لئے چھوڑ دو میرے لئے چھوڑو۔ اسی مفہوم کی روایت پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

فضائل میں بھی گزر چکی ہے۔ ﴿مسلم﴾

عطاء میں خصوصیت:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ ابن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو فرمایا اے سلمہ! میں نے بادشاہ نجاشی کے لئے کچھ کپڑے اور چند اوقیہ مشک بطور ہدیہ بھیجے ہیں، اور مجھے سخت خدشہ ہے کہ میرے تحائف پہنچنے سے پہلے ہی وہ آدمی وفات پا چکا ہوگا اور وہ مال میرے پاس واپس لوٹ آئے گا، پس اگر ایسا ہوا تو وہ مال تمہارا ہوگا۔

فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدشہ حقیقت میں ظاہر ہوگیا اور وہ بھیجے گئے تحائف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو ایک ایک اوقیہ خوشبو عنایت فرما دی اور باقی ماندہ کپڑے اور خوشبو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ ﴿مسند احمد، ج۶﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی شان اتباع

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے سوچا کہ اس کا انتقال بھی کس غریب الدیار حالت میں ہوا ہے کہ اس پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ میں ان پر اتنا روؤں گی کہ یاد کیا جائے گا اور فرماتی ہیں کہ میں نے اس کے لئے تیاری بھی کر رکھی تھی دریں اثنا ایک عورت میری ہمنوائی کے لئے آرہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا استقبال کیا اور فرمایا کیا تو اب اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے اس لعین کو دو دفعہ نکالا ہے۔ فرماتی ہیں یہ سن کر میں نے رونا ترک کر دیا۔ ﴿مسلم﴾

امت کے لئے ایک سہولت:

مسلم ہی کی روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے بال بہت زیادہ گھنے ہیں کیا غسل جنابت میں ان کی مینڈھیاں کھولنا ضروری ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں بلکہ تین دفعہ ہاتھوں میں پانی بھر کر سر پر ڈالو اور پھر پورے بدن پر پانی بہادو تو پاک ہو جاؤ گی"۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کے پیچھے کی جانب سے سوار ہو کر طواف کر لینا، فرماتی ہیں کہ میں نے طواف کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں "والطور وکتاب مسطور" تلاوت فرما رہے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس وقت مکہ مکرمہ میں تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے خروج کا ارادہ فرمایا لیکن اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے طواف نہیں کیا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سب نماز پڑھ رہے ہوں تو تم اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کر لینا، انہوں نے ایسا ہی کیا ابھی لوگوں نے نماز بھی مکمل نہیں کی تھی کہ آپ طواف کر کے نکل گئیں۔ ﴿مسلم﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے میری اولاد ہے اور میں ان پر خرچ وغیرہ بھی کرتی ہوں اور انہیں چھوڑ بھی نہیں سکتی کہ آخر وہ میرے بھی بیٹے ہیں کیا مجھے اس پر کوئی اجر ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم ان پر جو کچھ بھی خرچ کرو گی اس کا اجر تمہیں ضرور ملے گا۔ ﴿مسلم﴾

صلح حدیبیہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بہترین رائے:

امام احمد نے حضرت مسور بن مخرمہ کے طریق سے واقعہ صلح حدیبیہ نقل

کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب آپ ﷺ نے کفار مکہ سے صلح کی اور صلح نامہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اٹھو اور قربانی کرو پھر حلق کرلو۔ آپ ﷺ نے یہ حکم تین دفعہ ارشاد فرمایا پھر بھی ان میں سے کوئی بھی تعمیل حکم کے لئے تیار نہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور واقعہ ذکر فرمایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ واقعی یہی چاہتے ہیں؟ تو پھر ایسا کریں کہ باہر جا کر کسی سے کوئی بات نہ کریں اور اپنا جانور ذبح کریں اور حجام کو بلوا کر اپنا حلق کروالیں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو سب نے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور پھر مل جل کر ایک دوسرے کا حلق کرنا شروع کردیا، البتہ غم کی یہ کیفیت تھی کہ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے۔

﴿مسند احمد، ج ۴﴾

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۰ھ ماہ رمضان یا ماہ شوال ہوئی اور صحابی جلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو وصیت فرمائی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میری نماز جنازہ پڑھائیں اور آپ کی قبر میں آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر اور سلمہ جو کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے تھے داخل ہوئے نیز حضرت عبداللہ بن ابی امیہ اور حضرت عبداللہ بن وھب بن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی قبر میں اترے اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت آپ کی چوراسی سال عمر تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تین بچے تھے (۱) حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ جو سب سے بڑے تھے (۲) حضرت عمر اور (۳) حضرت زینب جو سب سے چھوٹی تھیں۔ اور خوش قسمتی سے یہ تینوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی گود میں پلے بڑھے تھے۔

البتہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس بیٹے نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا عقد نکاح کرایا تھا اس میں روایات مختلف ہیں۔ امام نسائی اور امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہم کی تصریح کے مطابق حضرت عمر نامی بیٹے نے نکاح کرایا تھا۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے اور اکثر اہل علم اور حضرات محققین کی رائے بھی یہی ہے اور انہی کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو دیا تھا اور خلافت عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک زندہ رہے البتہ حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی کوئی روایت محفوظ نہ ہو سکی!!!

ان کے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی روایات موجود ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؓ کی عمر اس وقت نو سال تھی۔ ان کی پیدائش حبشہ ہی میں ہجرت کے دوسرے سال ہوئی۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بحرین اور فارس کا حاکم انہیں بنایا تھا ۸۳ھ مدینہ منورہ میں خلافت عبدالملک میں ان کی وفات ہوئی۔ ﴿اسد الغابہ، ج ۴﴾

نام تبدیل اور چہرہ پر رونق:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا یہ بھی حبشہ ہی میں پیدا ہوئیں اور واپسی پر بھی ساتھ تھیں۔ ان کا پیدائشی نام برہ تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر کے زینب نام رکھا۔

ان کے متعلق منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ غسل فرما رہے کہ یہ بچی

تھی اور آپ ﷺ کے قریب چلی گئی آپ ﷺ نے پانی کے چند چھینٹے ان کے چہرے پر مار دیئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بوڑھی ہوگئیں تھیں لیکن جوانی کی رونق جب بھی ان کے چہرے پر بحال تھی ان کی شادی حضرت عبداللہ بن زمعہ بن الاسود رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنے زمانے کی ''افقہ النساء'' خاتون تھیں۔

﴿الاستیعاب، ج۴، السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ کا تعلق خاندان قریش میں سے حرب بن امیہ کے قبیلہ سے تھا جو حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے دادا تھے، انہیں کی طرف منسوب کر کے اس پورے خاندان کو اموی کہا جاتا ہے، خلفاء بنو امیہ اور اموی خلفاء کے نام سے تاریخ کے بڑے بڑے واقعات ملتے ہیں، الغرض حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی نسبت القرشیہ الامویہ کہا جاتا ہے، یہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد تھیں۔ ان کا نام رملہ اور ہند بتایا جاتا ہے، البتہ کنیت نام پر غالب ہے، آپ کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص تھیں۔

ہجرت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل ان کا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا تھا، حبشہ کی طرف جب دوسری دفعہ مسلمانوں نے ہجرت کی تو یہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔ لیکن بد قسمتی سے وہاں جا کر ان کے شوہر مرتد ہو کر نصرانی بن گئے اور اسی ارتداد کی حالت میں انتقال ہو گیا اور یہ دین اسلام پر ثابت قدم رہیں بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

شوہر کا مرتد ہونا:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے خواب میں اپنے شوہر کو بہت بری حالت میں دیکھا اور اس کی صورت بہت بھیانک دکھائی دی، مجھے بہت خوف لاحق ہوا، میں نے دل میں سوچا بخدا اس کی یہ حالت بڑی تبدیلی

کا پیش خیمہ ہے، کیا دیکھتی ہوں کہ صبح میرا شوہر کہتا ہے اے ام حبیبہ! میں نے دین کے معاملہ میں بہت غور وفکر کیا، مجھے نصرانیت سے بڑھ کر کوئی دین بھلا نہ معلوم ہوا، جبکہ میں پہلے نصرانی ہی تھا پھر میں نے اسلام قبول کرلیا، لیکن اب میں دوبارہ نصرانیت کی طرف لوٹ چکا ہوں۔ میں نے کہا ہرگز یہ تمہارے لیے بہتر نہیں، پھر میں نے اسے وہ خواب سنایا جو میں نے دیکھا تھا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور لاپرواہ ہوگیا اور شراب پیتا رہا اسی حال میں اس کو موت نے آلیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک بار پھر خواب دیکھا کہ مجھے کوئی "ام المومنین" کہہ کر پکار رہا ہے، میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے شادی کریں گے۔ میری عدت پوری ہوتے ہی میرے پاس نجاشی کا پیامبر آیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی، دیکھا تو وہ ایک باندی تھی جسے "ابرھہ" کہا جاتا تھا وہ بادشاہ کی خصوصی خدمت گار تھی، اس نے اندر آکر مجھے کہا بادشاہ سلامت کا پیغام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط میرے پاس آیا ہے کہ میں تمہاری شادی ان سے کرادوں میں نے اس سے کہا کہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے کہ اپنی طرف سے کوئی وکیل مقرر کرو جو تمہاری طرف سے عقد نکاح میں شریک ہوسکے۔

فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی طرف سے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وکیل بنایا، مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی کہ میں پھولے نہ سما رہی تھی میں نے اپنے ہاتھوں میں پہنے ہوئے دونوں کنگن اور پاؤں کے کڑے اور چاندی کی جنتی انگوٹھیاں پہن رکھی تھیں سب اتار کر اس کو دے دیں۔

جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے تمام اہل اسلام کو جمع کیا اور ایک بڑا ہی جاندار خطبہ دیتے ہوئے توحید و

شہادت بیان کی جس کے الفاظ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

"الحمد الله الملك القدوس السلام المومن لمهيمن العزيز الجبار، اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً رسوله ارسله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره علىٰ الدين كله ولو كره المشر كون"

خطبہ دینے کے بعد شاہ نجاشی نے کہا میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد و مطالبہ کو قبول کیا اور میں اس کا مہر چار سو دینار مقرر کرتا ہوں، پھر اس نے وہ چار سو دینار اسی وقت مجلس میں لوگوں کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی سے استغفار کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب ہو ہر چند کہ مشرکین کو یہ پسند نہیں۔ اس کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے پیغام کو قبول کرلیا اور میں ام حبیبہ کا نکاح آپ ﷺ سے کراتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لئے نکاح بابرکت بنائے۔ اس کے بعد بادشاہ نے دینار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیئے۔ پھر جب نکاح ہونے کے بعد لوگ اٹھ کر جانے لگے تو بادشاہ نے کہا بیٹھ جایئے اور کہا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے جب شادی کرتے ہیں تو اس موقعہ پر مہمانوں کو کھانا پیش کیا کرتے ہیں پھر بادشاہ نے کھانا منگوایا جسے تمام اہل مجلس نے کھایا اس طرح یہ تقریب سعید اپنے انتہا کو پہنچی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے مہر کی رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے "ابرہہ" کو دوبارہ بلایا اور اس سے کہا کہ اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا بس وہ تو ایسا وقت تھا کہ میں خود بھی خالی ہاتھ تھی میرے پاس کچھ نہ تھا یہ

پاس مثقال سونا ہے اسے لے لو اور اپنی ضرورت پوری کرلو، اس نے انکار کرتے ہوئے ایک تھیلی نکال کر میرے سامنے رکھ دی جس میں وہ سب کچھ موجود تھا جو میں نے اسے دیا تھا اور کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں آپ سے کچھ بھی نہ لوں کیونکہ میں خود بھی بادشاہ ہی کی خدمت گار ہوں، البتہ اتنی بات ضرور آپ کو بتاتی ہوں کہ میں نے دین محمد ﷺ کی اتباع کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔ اور بادشاہ نے اپنی تمام ازواج کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جو بھی خوشبو ہو تمہارے پاس ضرور بھیجیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگلے دن وہ باندی بہت ساری قسم قسم کی خوشبویات اور مختلف تحفے تحائف لے کر حاضر ہوئی پھر جب میں مدینہ آئی تو وہ سب کچھ میرے پاس تھا، آپ وہ تمام چیزیں دیکھتے اور کوئی ناگواری نہ فرماتے۔

دربار نبوی ﷺ میں میرا اسلام عرض کرنا:

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابرھہ نے مجھے کہا کہ میں تم سے ایک ضروری بات کہتی ہوں وہ یہ کہ نبی پاک ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کرنا اور بتانا کہ میں نے آپ کے ہی دین کی اتباع کر رکھی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اس نے مجھے اچھی طرح تیار کیا، اس دوران جب بھی وہ میرے پاس آتی تو کہتی ''میری بات کو مت بھولنا'' آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچی تو میں نے آپ کو وہاں کے تمام حالات بتائے اور پھر خطبہ کا تذکرہ بھی کیا اور خصوصی طور پر ابرھہ کی بات بھی ذکر کی اور اس کا سلام بھی پہنچایا۔ آپ ﷺ نے کچھ دیر تبسم فرمایا اور پھر جواب دیتے ہوئے ''وعلیھا السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ'' فرمایا۔

نکاح میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا وکیل کون تھا؟

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی

طرف سے وکیل کون تھا؟ اس بارے میں مختلف روایات میں مذکورۃ الصدر روایت میں حضرت سعید بن العاص ہیں اور دوسری روایت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہے کہ یہ ان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے نکاح کرایا تھا کہ یہ ان کے والد کے چچا کے بیٹے تھے۔ نیز ایک اور روایت میں نجاشی کا ذکر بھی ہے، روایات میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ شاہ نجاشی پیغام نکاح لے کر آیا تھا اور پھر عقد نکاح بھی اسی نے کیا گویا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وکیل تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے وکیل تھے اس طرح تمام احادیث میں تطبیق ہوجاتی ہے۔

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو شاہ نجاشی کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا اس نے شادی کرا دی اور چار سو دینار مہر بھی دے دیا اور حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیج دیا، اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو لانے کے لئے بھیجا ہو اور یہ نکاح ہجرت کے ساتویں سال ہوا، اگر یہی تاریخ صحیح ہو تو پھر حضرت عثمان آپ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں شریک نہ تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا کی واپسی واقعہ بدر سے پہلے ہوئی تھی اور غزوہ بدر ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر:

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قول بصیغہ تمریض نقل کیا کہ آپ کا نکاح مدینہ منورہ آنے کے بعد ہوا، لیکن مشہور یہی ہے کہ حبشہ میں ہوا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ شاہ نجاشی نے چار ہزار درہم مہر مقرر کیا تھا جبکہ دیگر ازواج مطہرات کا مہر چار سو درہم تھا۔

ابوسفیان کا ردعمل:

جب آپ ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ابوسفیان اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اور مکہ میں تھے اور حضور نبی کریم ﷺ سے لڑائی کی ٹھان رکھی تھی، کسی نے ان سے کہا ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمہاری بیٹی سے نکاح کرلیا ہے، انہوں نے کہا ''ذلك الفحل الذی لا یقدع انفه'' یہ وہ نر ہے جس کی ناک میں زخم نہیں لگایا جاتا۔ (یہ جملہ کسی کے بڑے پن کے اظہار کے لئے بولا جاتا تھا)۔

نکاح کی ایک اور روایت:

روایت ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ابتداء مسلمانوں میں کوئی خاص وقعت نہیں تھی (دراصل ان کا تعلق روساء قریش سے تھا حرب بن امیہ ان کے والد تھے انہوں نے بھی ابتدائے اسلام میں دشمنی کی انتہا کردی تھی یعنی کسی طرح بھی حضور نبی کریم ﷺ کو چین کا سانس نہیں لینے دیتے تھے اور حضرت ابو سفیان بھی اسلام لانے سے قبل انہیں کے ساتھ تھے اور مسلمانوں سے جنگ وجدال ان کا معمول تھا، اس لئے ان کے ہاتھوں پہنچی ہوئی تکلیف تو مسلمانوں کو بہر حال احساس دلاتی تھی، اس لئے ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اس وقت تک یعنی ان کے ابتدائے اسلام میں پسند نہیں کرتے تھے) انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! تین چیزیں مجھے عطا فرما دیجئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا مانگو کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی انتہائی حسین وجمیل عورت ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سے نکاح کرلیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے مجھے قبول ہے۔ پھر عرض کیا میرے بیٹے معاویہ کو خصوصی طور پر اپنے پاس رکھیں جو خط وکتاب کا

سلسلہ ہوا اسی سے کام لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے یہ بھی منظور ہے پھر انہوں نے عرض کیا مجھے لشکر کا امیر مقرر فرما دیجئے تا کہ میں کفار سے قتال کرسکوں جیسا کہ پہلے میں مسلمانوں کے خلاف لڑتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بھی منظور ہے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ام حبیبہ کا نکاح کرایا۔ لیکن زیادہ مشہور پہلے والی روایت ہے۔

پہلے شوہر کے نام کی تصحیح:

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ عبداللہ نے حضرت امام حبیبہ کو ساتھ لے کر ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں جا کر وہ بیمار ہوگیا جب اس کی وفات کا وقت ہوا تو اس نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شادی ان سے کردی جائے۔ اور پھر نجاشی نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیا۔ البتہ اس روایت میں جو عبداللہ نقل کیا گیا یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا نام نہیں وہ تو عبیداللہ تھا اور نصرانی ہوگیا تھا۔ لیکن عبداللہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا جو اسلام پر ثابت قدم رہا اور غزوہ اُحد میں شہید ہوا۔

حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اپنے والد سے سلوک:

علامہ ازھری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوسفیان مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ غزوہ مکہ کے متعلق آپ سے بات کرنا چاہتے تھے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو عہد نامہ لکھا گیا تھا اس میں مزید کچھ مہلت عنایت فرما دیجئے، آپ نے قبول نہ فرمایا۔

پھر وہ اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور جب حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو انہوں نے وہ بستر لپیٹ دیا تو ابوسفیان نے کہا کیا یہ بستر میرے لائق نہیں یا میں اس بستر کے لائق نہیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ بستر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور تم ایک مشرک انسان ہو جو ظاہر و باطن سے نجس ہو۔ تم اس بستر کے قابل نہیں ہو۔ اس نے کہا بیٹی مجھ سے دور ہو کر تمہیں شر لاحق ہو گیا ہے۔ ﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بہن سے شادی کی پیشکش:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری ہمشیرہ سے بھی شادی کر لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں چاہتی کہ میں اکیلی ہی آپ کی مالک بن جاؤں بلکہ چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس خیر و برکت میں شریک ہو جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں (یعنی ایک بہن پہلے سے نکاح میں ہو اور پھر دوسری بھی ساتھ ہی نکاح میں آ جائے) فرماتی ہیں میں نے عرض کیا ہم تو یہ خیال کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی بیٹی سے شادی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ میری پرورش میں نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لئے جائز نہ تھی کہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور اس کے والد کو ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا، لہٰذا تم مجھے اپنی بیٹیاں اور بہنیں مت پیش کرو۔ ﴿بخاری﴾

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا۔ ﴿بخاری﴾

اتباع سنت میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی شان:

امام مسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے والد کی وفات کی خبر پہنچی تو انہوں نے

خوشبو منگوائی اور اپنے ہاتھوں پر ملی، اور فرمایا کہ اگر میں نے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے، البتہ بیوی اپنے شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن تک سوگ منائے گی۔ ﴿مسلم﴾

امام مسلم نے حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی دن رات میں روزانہ بارہ رکعت پڑھے تو اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب سے یہ حدیث سنی ہے انہیں نہیں چھوڑا۔ (یعنی ہمیشہ اس فرمان نبوی ﷺ پر عمل کیا ہے)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور قرآن کا نزول:

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد باری تعالیٰ:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ تم میں اور ان میں جو ان میں سے تمہارے دشمن ہیں دوستی کردے۔ ﴿سورۃ الممتحنہ، ۷، کنزالایمان﴾

کی تشریح و مراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے داماد بنے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا وصال:

علامہ ابن الجوزی اور علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ۴۴ھ میں ہوئی۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا خوف آخرت:

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے

روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) میرے اور تمہارے درمیان کبھی ایسی اونچ نیچ ہوگئی ہوگی جیسا کہ عموماً سوکنوں میں ہوتا ہے میں معافی چاہتی ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اور تمہیں بھی معاف فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کامل مغفرت فرمادے اور اگر کوئی غلطی ہو بھی تو اس کو نظر انداز فرما دے اور تمہاری بخشش فرما دے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم نے مجھے خوش کر دیا اللہ تعالیٰ تمہیں بھی خوشیاں نصیب فرمائے۔ اور پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر ان سے بھی اسی طرح معافی مانگی۔

﴿الاستیعاب، السمط الثمین فی مناقب امھات المومنین﴾

حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ازواج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے سے قبل یہ مساع بن صفوان کے نکاح میں تھیں، جب غزوہ بنی مصطلق پیش آیا تو اس میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس انصاری رضی اللہ عنہ کو حصہ غنیمت میں ملیں تو انہوں نے ان سے مکاتبت کرلی۔

حسن و جمال میں بے مثال:

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ غزوہ بنی المصطلق کے موقعہ پر حضرت جویریہ بنت الحارث، حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ یا ان کے چچا (راوی کو شک ہے) کے حصہ میں آئیں تو اس نے بدل کتابت (اس میں غلام آزاد کردیجیے) کرلیا اور آپ بڑی حسین وجمیل عورت تھیں۔

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درخواست:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عقد مکاتبت کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بدل کتابت کی ادائیگی میں آپ میری مدد کردیں اور پھر اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں جویریہ بنت حارث ہوں اور آپ جانتے ہیں کہ وہ بنوالمصطلق کا سردار ہے، اور میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی ہوں اور اس سے عقد کتابت بھی کرلیا ہے آپ میری مدد کیجیے۔ ﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

رسول اللہ ﷺ سے نکاح:

چونکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ایک سردار کی بیٹی تھی جس کے پیچھے پورا قبیلہ تھا اور اس کی مدد کا مطلب تھا کہ پورے بنی المصطلق کی ہمدردیاں مسلمانوں کو حاصل ہو جاہیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ اس سے بھی بڑھ کر تمہارے ساتھ بہتری کردی جائے؟ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے بدل کتابت ادا کر دیتا ہوں اور تمہیں آزاد کر کے تم سے نکاح کرلوں گا۔ انہیں اس غیر متوقع ارشاد کو سن کراتنی خوشی ہوئی کہ فوراً کہا "قد فعلت" یعنی میں نے قبول کرلیا۔

تمام قبیلہ کے لوگ آزاد:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہت جلد تمام مسلمانوں میں خبر پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرلیا ہے اور پھر جس کے پاس بھی بنوالمصطلق کا کوئی قیدی غلام تھا اس نے آزاد کردیا اور کہا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے سسرال والے ہیں انہیں کس طرح غلام بنا کر رکھیں۔

مبارک خاتون:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر ہم نے کوئی خاتون نہیں دیکھی جو اپنے قبیلہ کے لئے اس قدر بابرکت ہو کیونکہ ان کی وجہ سے تقریباً سو سے زائد گھرانے آزاد ہوئے جن کا تعلق بنی المصطلق سے تھا۔

مہر کی رقم:

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ سے خرید کر آزاد کیا اور پھر چار سو درہم مہر مقرر کیا اور نکاح

فرمایا۔
﴿سیرت ابن ہشام﴾

غزوہ سے واپسی:

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی المصطلق سے واپس ہوئے تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں، ذات الجیش نامی جگہ پہنچ کر آپ نے انہیں ایک انصاری صحابی کے سپرد کرتے ہوئے حفاظت کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مدینہ تشریف لے آئے۔ ﴿السمط الثمین﴾

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد کا قبول اسلام:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کچھ اونٹ بطور فدیہ لیکر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے، جب وادی عقیق پہنچے تو ان فدیہ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بھلے لگے سوچا یہ فدیہ میں نہیں جانے چاہیں، لہذا انہیں وادی عقیق میں ہی ایک جگہ چھپا دیا اور پھر وہ فدیہ کے اونٹ لیکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے میری بیٹی کو قید کرلیا ہے، میں یہ اونٹ بطور فدیہ لایا ہوں یہ سب آپ رکھ لیں اور میری بیٹی کو آزاد کردیں۔

چونکہ آپ کو بذریعہ وحی مطلع کردیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا پہلے یہ بتاؤ کہ میاں وہ دو اونٹ کہاں ہیں؟ جنہیں تم نے وادی عقیق کی فلاں فلاں گھاٹی میں چھپایا ہے؟ یہ سن کر وہ بڑا حیران ہوا کہ اس کام کا تو کسی کو بھی پتہ نہ تھا ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے مطلع کردیا چنانچہ وہ اسلام قبول کرتے ہوئے ایمان لایا اور کلمہ ”اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد انہ رسول اللہ“ پڑھا۔ پھر اس کے دونوں بیٹے بھی ایمان لے آئے اس کے بعد تو بنو المصطلق کے لئے راہ کھل گئی چنانچہ سب نے اسلام قبول کرلیا۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے وہ دو اونٹ جو چھپا لئے تھے وہ بھی منگوا لئے اور تمام اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کردیئے اور پھر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی

اپنے والد کے سپرد کردی گئی اور انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا نہایت عمدہ حسن معاشرت کی حامل ٹھہریں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد کو نکاح کا پیغام دیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادی کروا دی اور مہر چار سو درہم مقرر کیا گیا اس سے پہلے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا زاد عبداللہ کے نکاح میں تھیں۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے غزوہ مریسیع کے موقعہ پر قید کیا اور پھر انہیں پردہ کرایا اور باری مقرر کردی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہجرت کے پانچویں سال ہوا۔ بعض کے نزدیک بیس برس کی عمر میں ان کی شادی ہوئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام تبدیل کردیا:

اسی طرح نام کی تبدیلی حضرت میمونہ، زینب بنت جحش، زینب بنت ابی سلمہ کے متعلق بھی ماقبل میں گزری ہے کہ آپ نے ان میں سے ہر ایک کا نام تبدیل فرما دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ کے بجائے دوسرا نام رکھ دیا آپ کو ناپسند تھا کہ یوں کہا جائے یہ برہ سے نکلے ہیں۔ ﴿الطبقات الکبریٰ، السمط الثمین﴾

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی عبادت:

امام مسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا کہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت میرے پاس تشریف لائے میں تسبیح کر رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے لئے باہر تشریف لے گئے جب واپس ہوئے تو آدھا دن گزر چکا تھا اور میں تسبیح کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا تم ابھی تک تسبیح میں مشغول ہو میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں اگر وہ تمہاری اس تسبیح سے وزن کئے جائیں تو بڑھ جائیں فرمایا اس طرح کہو۔

سبحان الله عدد خلقه سبحان الله زنة عرشه، سبحان الله رضا نفسه، سبحان الله مداد کلماتهO

یہ تمام کلمات تین تین دفعہ کہہ لیا کرو۔ ﴿طبقات، ابن سعد﴾

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات ربیع الاول ۵۰ھ میں ہوئی۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی اور علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۶۵ھ میں وفات ہوئی۔ (طبقات ابن سعد میں ۶۵ھ ماہ ربیع الاول مرقوم ہے۔ وہ دور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تھا) ﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

ان کی والدہ کا نسب یوں ہے ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ بن حمیر۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پیدائشی نام برہ تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل فرما کر میمونہ نام رکھا۔

خوش نصیب خاندان:

آپ کی بہنوں میں سے ایک حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں لبابۃ الکبریٰ کے نام سے پکارا جاتا ہے، یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ اور ایک بہن ہے جسے لبابہ الصغریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا، یہ ولید بن مغیرہ مخزومی کی اہلیہ تھیں اور ام الولید ان کی کنیت تھی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہیں کے بیٹے تھے۔ اور ایک بہن ابی بن خلف کے نکاح میں تھی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور ایک بہن عزہ بنت الحارث تھی جو زیادہ بن عبداللہ بن مالک الھلالی کے نکاح میں تھیں، یہ تمام آپ کی سگی بہنیں تھیں۔

اور آپ کی ماں شریک بہنوں میں سے ایک حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت عبداللہ، حضرت محمد، حضرت عون رضی اللہ عنہم نامی بیٹے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا جن سے ایک بیٹا پیدا ہوا، اس کا نام بھی محمد تھا۔ پھر ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے یحییٰ نامی بیٹا پیدا ہوا۔ (رضی اللہ عنہم)

ایک بہن سلمیٰ بنت عمیس تھیں یہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور یہ عم

رسول حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جسے امۃ اللہ بنت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا پھر ان کا نکاح شداد بن اسامہ بن الھادی لیثی سے ہوا جس سے عبداللہ وعبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

ایک بہن سلامہ بنت عمیس تھی یہ عبداللہ بن کعب بن منبہ خثعمی کے نکاح میں تھیں۔ اور ایک بہن حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا تھیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں اور وفات پا گئی تھیں۔

باکمال بہنیں:

ہند یا ہنید بنت عوف ایسی خوش نصیب عورت تھیں کہ اس نے اپنی تمام بیٹیاں بڑی عمدگی سے اچھے انتخاب کے ساتھ بیاہی تھیں، کیونکہ ان کے دامادوں میں سرفہرست حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر صدیق، پھر حضرت حمزہ، پھر حضرت عباس یہ دونوں عبدالمطلب کے بیٹے تھے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب اور پھر حضرت علی بن ابی طالب، پھر حضرت شداد بن الھاد رضی اللہ عنہم تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے تو وہیں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ہوئی جو کہ حبشہ سے واپس ہوئے تھے۔ انہوں نے حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، انہیں کی ماں شریک بہن حضرت اسماء، حضرت جعفر رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھیں، اور سلمٰی بنت عمیس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ حضرت میمونہ کے نکاح کا معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا اور انہوں نے حالت احرام ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کروایا،

اور جب آپ ﷺ کی واپسی ہوئی تو آپ ﷺ احرام سے نکل چکے تھے کہ مقام سرف میں رخصتی ہوئی۔

اسی مفہوم کی ایک اور روایت کو امام بخاری و امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جب نکاح کیا تو حالت احرام میں تھے۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک روایت نقل کی ہے البتہ اس میں نکاح کے ساتھ مقام سرف میں حالت احرام منقول ہے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مقام سرف میں ان سے شادی کی جبکہ آپ احرام سے نکل چکے تھے۔ ﴿ابو داؤد﴾

امام مسلم نے ایک روایت متفرداً حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے شادی کی جبکہ آپ حالت احرام میں نہیں تھے۔ ﴿مسلم﴾

علامہ برقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستخرج میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور جب رخصتی ہوئی اس وقت بھی احرام میں نہیں تھے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی مقام سرف میں ہوا۔

احرام اور غیر احرام کی روایات میں تطبیق:

چنانچہ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ان مذکورہ بالا تمام روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ روایات میں یہ لفظ "وھو محرم" مذکورہ ہوا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ حالت احرام میں تھے اور آپ نے نکاح کیا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ نکاح کے وقت حرم شریف کی حدود میں تھے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد حدود

حرم ہی میں آپ ﷺ کا نکاح ہوا، اور پھر جب آپ حدود حرم سے باہر مقام سرف (یہ مکہ مکرم سے دس میل کے فاصلہ پر اور خارج از حدود حرم ہے) پہنچے تو وہاں آپ ﷺ کی ملاقات اپنی اہلیہ سے ہوئی، اسی کو روایات بالا میں ''وھو حلال'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور مقام سرف میں ہی آپ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ ﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تطبیق بین الروایات کی اپنی سی کوشش کی گئی ہے جبکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ماقبل میں حضرت ابن عباس اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی روایات میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے مقام سرف میں شادی کی اور سرف حدود حرم سے خارج ہے۔ لہذا یہ روایات اسی قول کے راجح ہونے کی تائید کرتی نہیں کہ جب آپ ﷺ نے شادی کی تو آپ ﷺ حالت احرام میں نہیں تھے اور یہی اکثر اہل علم حضرات کی رائے ہے۔

جبکہ یہ بھی منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب عمرہ مبارک سے فارغ ہوئے تو اہل مکہ سے معاہدے کے مطابق آپ ﷺ نے تین دن قیام فرمایا، اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دیکر ان کے پاس بھیجا کہ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں مزید تین دن ٹھہر جاؤں اور شادی مکمل کر کے تمہیں ولیمہ بھی کھلا دوں اور پھر رخصت ہو جاؤں، کیونکہ آپ ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عمرہ سے قبل صرف نکاح ہی کیا تھا ملاقات وغیرہ نہیں ہوئی تھی۔ مگر اہل مکہ ایسے نامراد نکلے کہ بجائے اس کے اثبات میں جواب دیتے کہا ہمیں تمہارے ولیمہ کی کوئی ضرورت نہیں چلے جایئے۔ یہ روایت صریح موید ہے کہ آپ نے احرام ہی میں نکاح کیا تھا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے متعلق ایک روایت ہے جسے علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عمرہ قضاء کے موقعہ پر مقام ''جحفہ'' میں حضور نبی کریم ﷺ سے میری

ملاقات ہوئی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حضرت میمونہ بنت الحارث کے شوہر ابی رھم بن عبد العزیٰ کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ بیوہ ہوگئی ہے، آپ اس سے شادی کرلیں گے؟

چنانچہ جب آپ ﷺ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تو آپ ﷺ حالت احرام ہی میں تھے، پھر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور تین دن قیام فرمالیا تو سہیل بن عمرو اپنے ہی چند مشرکین مکہ کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا ''یا محمد اخرج عنا'' یعنی اے محمد! یہاں سے چلے جایئے!!! حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہیں آپ ﷺ کے قریب تشریف فرما تھے، یہ سنتے ہی آپ کو طیش آگیا اور اسی لہجے میں اس کو پکارا کر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا ''اے اپنی ماں کی شرم گاہ چاٹنے والے کیا یہاں تو اپنی ماں کو خوش کرنے آیا ہے؟ دفعہ ہو جا یہاں سے۔ آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس کو چھوڑو۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور مقام سرف جا کر اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔ ﴿السمط الثمین﴾

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے قبل کس کے نکاح میں تھیں؟ اس کے متعلق مختلف ناموں کا تذکرہ ہے چنانچہ ایک روایت کے مطابق ابی رھم بن عبدالعزیٰ کا نام ہے۔ ایک قول عبداللہ بن ابی رھم کا ایک قول حویطب بن عبدالعزیٰ کا اور ایک قول فروہ بن عبدالعزیٰ کے نام کا بھی ہے۔

نفس کو ھبہ کرنے والی:

امام ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایت ہے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنے کو حضور نبی کریم ﷺ پر پیش کیا تھا، کیونکہ جب آپ ﷺ کا پیغام ان کے پاس پہنچا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھیں، آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس اونٹ پر جو کچھ بھی ہے اور خود یہ اونٹ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے

ہدیہ ہے۔ پس اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

"وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ"

﴿سورۃ الاحزاب﴾

ترجمہ: اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے۔ (کنز الایمان)

معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کے لئے اس مومنہ عورت کو حلال کیا جو بغیر حق مہر اور بغیر شرائط نکاح اپنی جان آپ ہبہ کرے بشرطیکہ آپ اسے نکاح میں لانے کا ارادہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں آئندہ کے حکم بیان ہے کیونکہ وقت نزول آیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھیں جو ہبہ کے ذریعہ سے مشرف بزوجیت ہوئی ہوں اور جن مومنہ بیبیوں نے اپنی جان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر دیں وہ حضرت میمونہ بنت حارث اور حضرت خولہ بنت حکیم اور حضرت ام شریک اور حضرت زینب خزیمہ ہیں۔

﴿تفسیر خزائن العرفان﴾

ایک ہی برتن سے غسل:

صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل فرماتے۔ ﴿بخاری، مسلم﴾

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

علامہ ابوعمر فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال سرف میں ہوا جہاں ان کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب زفاف میں ملاقات ہوئی۔ اور سن مختلف اقوال کا بناء ۵۱ھ، ۵۳ھ، ۶۶ھ ہجری منقول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا اور قبر میں اتارنے کے لئے یزید بن الاصم، عبداللہ بن شداد دونوں بھانجے تھے اور عبداللہ الخولانی (یہ ان کے ربیب تھے) اترے تھے۔

﴿السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین﴾

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قوم اسرائیل میں سے حضرت ھارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں ان کی والدہ کا نام برہ بنت سمول تھا، ان کی شادی اوّلاً سلام بن مشکم سے ہوئی جو ایک شاعر تھا اس کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی وہ بھی شاعر تھا اور وہ غزوہ خیبر میں قتل کیا گیا۔ پھر حضرت صفیہ سے ۷ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح:

امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آکر آپ سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنگی قیدیوں میں سے مجھے کوئی باندی عنایت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مال غنیمت میں سے جاکر کوئی بھی باندی لے لو، حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے صفیہ بنت حیی کا انتخاب کیا اور لیکر چلے گئے، ایک صحابی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے حضرت دحیہ کو صفیہ دیدی ہے جو کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے سرداروں کی بیٹی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ یہ آپ ہی کے پاس ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دحیہ (رضی اللہ عنہ) کو بلا کر لاؤ تشریف لائے تو باندی بھی ان کے ساتھ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کے عوض کوئی دوسری باندی لے لو۔

دعوت ولیمہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور پھر نکاح بھی کر لیا۔ حضرت ثابت (یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں) نے پوچھا اے ابو حمزہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر کتنا دیا تھا؟ فرمایا حضرت صفیہ کو آزاد کرنا ہی انکا مہر قرار دیا اور شادی کر لی۔ پھر جب راستے میں تھے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں تیار کیا اور رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا اور صبح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب زفاف گذار چکے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس کے پاس بھی کھانے پینے کو کچھ ہے وہ دستر خوان پر لا کر رکھ دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی پنیر لے کر آیا، کوئی کھجوریں لایا، کوئی گھی وغیرہ لایا جس سے ایک حلوہ سا تیار کیا گیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ام ولد بنایا ہے یا بیوی بنایا ہے؟ دیکھتے ہیں اگر انہیں پردہ کروایا تو یہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کروایا تو ام ولد ہوں گی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کا آغاز کیا تو سوار ہونے سے قبل پردہ کروایا۔ ﴿السمط الثمین فی مناقب امھات المومنین﴾

مدینہ کے قریب حادثہ:

ایک روایت میں ہے کہ ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچ کر اس کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں راحت محسوس ہوئی اور ہم نے جلدی پہنچنے کی غرض سے اپنی سواریوں کو تیز چلانا شروع کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی سواری تیز کر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پھسل گئی جس کی وجہ سے آپ بھی گرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی گریں، اور ہم میں سے کسی نے نہ آپ کو دیکھا اور نہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھے اور حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کروایا اتنی دیر میں ہم بھی آپ کے قریب پہنچ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ کی باندیوں نے استقبال کیا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر گرنے کا بڑا افسوس کیا۔ ﴿السمط الثمین﴾

مشکل حالات میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنا:

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو غزوہ خیبر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جبکہ ان کے والد، بھائی اور شوہر اسی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں ہاتھ سے پکڑا اور مقتولین کے درمیان سے گذار کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناگواری گذری حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر اس کا اثر نمایاں نظر آنے لگا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے آپ رضی اللہ عنہ کسی بچھونے وغیرہ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے وہ بچھونا بطور اکرام اپنے نیچے سے نکال کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفیہ میں تمہیں دو چیزوں کا اختیار دیتا ہوں جسے چاہو اختیار کر لینا۔ فرمایا تمہیں آزاد کردوں اور تم چاہو تو اپنے اہل وعیال کے پاس چلی جاؤ، اور چاہو تو اسلام قبول کر لو اور میں یعنی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے شادی کر لوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسی کو چاہتی ہوں کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کروں۔ پھر جب روانگی کا وقت آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر پالان وغیرہ بندھوایا اور پھر یہ چلتی ہوئی اونٹ کے پاس آئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے

اپنا گھٹنا مبارک موڑ کر زمین پر رکھا تا کہ آپ ران پر پاؤں رکھ کے باسانی سوار ہو جائیں۔ لیکن قربان جایئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ادب پر (کہ ایک طرف ابھی اپنے آباء واجداد کے قتل کا خون بھی خشک نہ ہوا تھا اور دوسری طرف ان کا یہ ادب درحقیقت یہ دل کی آنکھ تھی جو کھلی ہوئی تھی اور سارے حقائق روز روشن کی طرح عیاں تھے) آپ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک پر پاؤں نہ رکھا بلکہ گھٹنے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر رکھا اور اونٹ پر سوار ہو گئیں اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوار ہو گئے اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر ایک بڑی سی چادر ڈال دی۔ اور سفر شروع کر دیا۔

﴿السمط الثمین﴾

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کو خطرے سے بچانا:

یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پردہ کروایا ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں سفر ہوتا رہا خیبر سے تقریباً چھ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلخانہ سے ملاقات کا ارادہ فرمایا لیکن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوئے۔ پھر جب مقام صہباء کے قریب پہنچے تو درختوں کے کچھ جھنڈ نظر آئے کیونکہ اس جگہ گھنا جنگل تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پہنچ کر (مقام صہباء) ملاقات کا ارادہ فرمایا تو یہاں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی مطاوعت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے اس پہلی منزل میں کیوں انکار کیا؟

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ جگہ خیبر سے چھ میل کے فاصلہ پر تھی اور یہود وہاں سے قریب تھے جسے مجھے خوف تھا کہ کہیں وہ پیچھا کرتے ہوئے آ پہنچیں اور مسلمانوں کو خطرہ لاحق ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صہباء میں اپنے اہلخانہ سے ملاقات کی۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ساری رات آپ کی پہرہ داری کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیموں کے پاس پھرتے رہے۔

پھر جب آخر شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو قدموں کی آہٹ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ابوایوب، خالد بن زید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا سوئے کیوں نہیں؟ عرض کیا مجھے خطرہ تھا کہ دشمن آئے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے دعا دی:

اللھم احفظ ابا ایوب کما بات یحفظنی○

ترجمہ: اے اللہ جس طرح ایوب نے رات جاگ کر میری حفاظت کی ہے تو بھی اس کی حفاظت فرما۔ ﴿السمط الثمین﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہو گی؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری تو شرک میں ہوتے ہوئے یہ تمنا تھی اب جبکہ اسلام میں اللہ تعالیٰ نے مجھے قدرت دی ہے تو بھلا میں کیوں نہ چاہوں گی؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے شادی کر لی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا عظیم خواب:

امام ابو حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر آنکھ کے پاس نیل کا نشان دیکھ کر پوچھا صفیہ یہ نشان کیسے پڑا؟ آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک دن میرا سر ابن ابی الحقیق (سابقہ شوہر) کی گود میں تھا اور میں سو رہی تھی خواب میں دیکھا جیسے چاند میری گود میں آ گیا ہو۔ جب میں نے یہ خواب اپنے شوہر کو بتایا تو اس نے مجھے زور سے تھپڑ مارا اور کہا کہ کیا تم یثرب (مدینہ منورہ) کے بادشاہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمنا کرتی ہو؟

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے نزدیک (معاذ اللہ)

حیض نہ آجائے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کیا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے طواف افاضہ کرلیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر رکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

﴿بخاری﴾

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اکرام:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے طریق سے نقل کیا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئی رات کا وقت تھا کچھ دیر آپ سے باتیں کی اور واپس لوٹنے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باہر تشریف لائے، اور اس وقت ان کا قیام حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر تھا۔ انصار کے دو آدمی وہاں سے گزر رہے تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آرام سے چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی میری بیوی ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اندر شیطان خون کی طرح گردش کرتا ہے، میں نے اس لئے تمہیں متنبہ کردیا کہیں شیطان تمہارے دلوں میں بُرائی کا وسوسہ نہ ڈال دے۔

﴿بخاری﴾

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی بردباری وصلہ رحمی:

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی سے انہیں معلوم ہوا کہ وہ ہفتہ کے دن کو زیادہ محبوب رکھتی ہیں اور یہود سے صلہ رحمی کا جذبہ رکھتی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ان کے پاس پیغام بھیج کر پوچھا تو فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے عوض جمعۃ المبارک کا دن دیا ہے میں نے کبھی ہفتہ سے محبت نہیں کی، اور جہاں تک یہود سے صلہ رحمی کی بات ہے تو ان میں میرے رشتہ دار ہیں ان سے صلہ رحمی میں کیا حرج ہے؟ پھر اپنی باندی سے کہا تم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

کیوں بتایا؟ اس نے کہا مجھے شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جا تو آج کے بعد آزاد ہے۔ علامہ ابو عمر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انتہائی عاقل فاضل اور بردبار عورت تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہ رمضان المبارک ۵۰ھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوئی۔ اور علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۶ھ نقل کیا ہے اور ایک قول ۳۶ھ کا بھی ہے۔ اور جنت البقیع میں انہیں دفن کیا گیا۔ ﴿طبقات ابن سعد، اسد الغابہ﴾

❁❁❁

باب دوم:

حضرت حوا علیہا السلام

زوجہ

حضرت آدم علیہ السلام

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۝ ﴿سورۃ النساء﴾

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت پھیلا دیئے۔

﴿کنز الایمان﴾

حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق:

حضرت حوا علیہا السلام دنیا میں سب سے پہلی عورت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو انہیں کے بطن سے پیدا کیا۔ (حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کا اصلی سبب تو دنیا کو آباد کرنا اور انسانی نسل کو بڑھانا ہی تھا لیکن اُن کے وجود میں آنے کی ظاہر وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے جنت میں بھیج دیا تو وہ تن تنہا رہنے لگے۔ گو کوئی فکر کسی قسم کی نہ تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں تنہائی کی وجہ سے جنت جیسا خوش فضا روح افزا اور لاجواب باغ اُنہیں سُنسان نظر آنے لگا اور وہاں کے خوش آواز پرندوں کے گیت بالکل بے مزہ محسوس ہوتے۔ خوش رنگ اور خوشبو دار پھول کچھ دلچسپ نہ معلوم ہوتے۔ اچھے اچھے منظر

بیانک اور عمدہ عمدہ چمن بے رونق دکھائی دینے لگے کیونکہ کسی چیز میں وہاں حضرت آدم علیہ السلام کے دل کو لبھا لینے اور اپنا فریفتہ بنا لینے کی قوت جذبہ نہ تھی۔ وہاں کوئی مخلوق ایسی نہ تھی جو ہمدم وہم جنس کہی جا سکتی۔ انیس ومحرم ہونے کی صلاحیت رکھتی۔ غرض اس تنہائی نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہت جلد کسی قدر دل گرفتہ بنا دیا اور جنت کی سیر سے وہ کچھ خوش نہ ہوئے بلکہ دل مغموم رہنے لگا اور روز بروز افسردگی بڑھتی جاتی تھی دل کملایا جاتا تھا۔

کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیوں طبیعت میں شگفتگی کے عوض پژمردگی بڑھتی جاتی ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اسے محسوس فرمایا اور اپنی قدرت کاملہ سے حضرت آدم علیہ السلام پر نیند کو طاری کیا۔ دنیا میں یہ پہلی نیند تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام پر خود بخود غنودگی بڑھنے لگی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ سو گئے اور دیر تک بے خبر سوتے رہے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام بیدار ہوئے تو حضرت حوا علیہا السلام سرہانے بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ ایک نئی، حسین وہم جنس صورت کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام پر حیرت چھا گئی دیر تک خوبصورت چہرے کو دیکھتے رہے۔ پھر پوچھا تم کون ہو اور یہاں کس ضرورت سے آنا ہوا؟

حضرت حوا علیہا السلام نے جواب دیا "میں آپ کے اجزائے جسم ہی میں سے ایک جزو ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی موانست کے لئے پیدا کیا اور آپ کی زوجیت وخدمت میں دیا ہے"۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً سجدۂ شکر بجالائے۔ پھر اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے دونوں کا عقد کر دیا۔ اب گویا دنیا کی تمام مسرتیں حاصل ہو گئیں اور یکایک لطف وخوشی کی ایک لہر دل و دماغ میں دوڑنے لگی۔ دونوں میں محبت کے پیمان بند گئے اور خوشی خوشی جنت میں زندگی بسر ہونے لگی۔

پیدائش حضرت حوّا علیہا السلام کس طرح ہوئی؟

علمائے تاریخ کا اس باب میں بہت اختلاف، کہ حضرت حوّا علیہا السلام کیسے پیدا ہوئیں اور کس چیز سے اُن کا جسم بنایا گیا۔ توریت کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو اُن کی بائیں پسلی نکال کر اُس سے حضرت حوّا علیہا السلام پیدا کی گئیں اور کئی بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس طرف گئے ہیں مگر مستند مورخین کا قول کہ جو خمیر حضرت آدم علیہ السلام کی جسمانی ساخت کے لئے تیار کیا گیا تھا اُس میں سے کچھ حصہ جسم حضرت آدم علیہ السلام تیار ہو جانے کے بعد بچ رہا تھا اُسی سے حضرت حوّا علیہا السلام کا پیکر بنایا گیا اور پھر اُس میں روح پھونکی گئی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابوالسعید رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ (واللہ اعلم) ﴿تفسیر حقانی، ج ا﴾

بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو مٹی بچ گئی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے کھجور کا درخت پیدا کیا۔ ﴿بخاری، ج ا﴾

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا فرمایا تو وہ جنت میں چلتے تو وحشت محسوس کرتے ان کے لئے کوئی ساتھی نہ تھا جس سے وہ انس حاصل کرتے پس وہ سوئے پھر جاگے تو ان کے سر کے قریب ایک عورت بیٹھی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا عورت۔ پوچھا تجھے کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس نے کہا آپ کے لئے تاکہ تو مجھ سے سکون حاصل کرے۔ فرشتوں نے کہا اے آدم اس عورت کا نام کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا حوّا۔ یہ سوال فرشتوں نے آپ کے علم کو پڑھنے کے لئے کیا تھا۔ فرشتوں نے پوچھا اس کا نام حوّا کیوں رکھا گیا ہے فرمایا کیونکہ یہ زندہ شخص سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں ٹھہرو۔ ﴿تفسیر درمنثور، مترجم، جلد اول، ص ۱۴۴﴾

حضرت سفیان بن عیینہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سو گئے تو حضرت حوا علیہا السلام ان کی پسلی سے پیدا کی گئیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اُٹھ کر دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے کہا ''انا اسا'' یعنی سریانی زبانی میں بتایا کہ عورت ہوں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے متعلق مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا ٹیڑھا حصہ اس کا سر ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا شروع کرو گے تو تم اس کو توڑ دو گے اگر تم اسے اپنی حالت میں چھوڑو گے تو اس کی اس حالت میں چھوڑ دو گے کہ اس میں ٹیڑھا پن ہوگا پس مجھ سے عورتوں کے متعلق خیر کی وصیت قبول کرو۔

﴿تفسیر در منثور، مترجم ج اول، ص ۱۴۴﴾

حضرت ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں حضرت حواء کا یہ نام اس لئے ہے کہ وہ ہر زندہ شخص کی ماں ہے۔ ابو الشیخ اور ابن عساکر نے ایک دوسرے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں عورت کو ''مرأۃ'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ المرأۃ (یعنی مرد) سے پیدا ہوئی۔ اور ''حواء'' اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر زندہ شخص کی ماں ہے۔

﴿تفسیر در منثور، مترجم، ج ۱، ص ۱۴۴﴾

اب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی حوا دونوں جنت میں رہا کرو اور وہاں کے موجود میووں میں سے جو تم دونوں کا جب دل چاہے کھاؤ لیکن ایک درخت کی نسبت حکم فرمایا کہ اس کے پاس کبھی نہ جانا ورنہ تم گنہگار اور مجرم ہو جاؤ گے۔ تاہم چونکہ لوح محفوظ میں تحریر ہو چکا تھا کہ ایک روز دونوں میاں بیوی اس درخت کا پھل کھائینگے اور اس حیلے سے جنت سے نکالے جائینگے کیوں کہ

اصل مقصد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے جنت کا قیام نہیں بلکہ دنیا کو آباد کرنا اور زمین پر ایک ایسی نئی مخلوق کو پھیلانا تھا جو سب میں شریف اور تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

فریب سے شیطان کا جنت میں جانا:

ایک روز شیطان نے دل میں ارادہ کیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو جنت میں پہنچ کر حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کو درخت ممنوعہ کا پھل کھلانا اور دونوں کو اس نعمت گاہ عیش سے نکلوانا چاہیے آخر اُس نے رضوان داروغہ جنت سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ رضوان جو دراصل فرشتہ تھا مانع آیا اور اُس نے شیطان کو روک دیا۔ اب شیطان نے ہر جانور سے (جو زمین پر رہتا اور چلتا پھرتا تھا) کہا کہ مجھے کسی صورت سے جنت میں پہنچا دو تا کہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام سے اُس کو جو کچھ کہنا ہے کہہ سُن لے مگر تمام ذی روح مخلوق نے انکار کر دیا یہاں تک کہ شیطان ایک سانپ کے پاس گیا اور منت وسماجت کی۔ سانپ اُس کے فریب میں آ گیا اور اپنے مُنھ میں اُسے بٹھا کر جنت میں پہنچا دیا۔

سانپ کو سزا:

اس زمانہ تک سانپ چوپایہ جانوروں میں تھا اور دنیا کے نہایت حسین وخوش پیکر مخلوق میں شمار ہوتا تھا مگر اس گناہ کی سزا میں اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔

جب سانپ جنت میں داخل ہوا تو شیطان منھ سے نکلا اور اس دردناک آواز سے چیخا کہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام دونوں سن کر بے حد پریشان ہوئے اور اُس مکار سے پوچھا کہ کیوں روتا ہے۔ شیطان نے کہا اے خوبصورت انسانو مجھے اس پر رونا آتا ہے کہ تم دونوں کو اب جلد موت آنے والی ہے اور یہ جو کچھ نعمت و دولت جنت میں تم کو میسر ہے عنقریب تم اس سے محروم ہو جاؤ گے۔ وہ

دونوں یہ سن کر سوچ میں پڑ گئے اور نہایت غمگین ہوئے۔ ان کا سوچ میں پڑ جانا شیطان کے لیے کافی تھا۔ ﴿التاریخ الکامل، تاریخ طبری﴾

شیطان کا فریب:

اب شیطان نے دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور درخت ممنوعہ کا پھل کھانے پر اُبھارا اور اُس نے اللہ کی نافرمانی کو بہترین انداز میں نمایاں کیا اور کہا کہ اے حضرت آدم علیہ السلام میں تمہیں اُس (شجر خلد) کا نہ بتا دوں جس کا ایک پھل اگر تم کھالو تو ہمیشہ زندہ رہو گے اور کبھی نہ مرو گے بلکہ خدا کی طرح ہمیشہ زندہ رہو گے۔ پھر اُس نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ اور مہربان دوست ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اس درخت کا پھل کھانے سے صرف اس وجہ سے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ اور تمہیں ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل ہو جائے کیونکہ اس پھل کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی کھالیتا ہے وہ فرشتہ بن جاتا ہے اور پھر اُسے کبھی موت نہیں آتی اس سے شیطان کو صرف حضرت آدم علیہ السلام کی ذلت ورسوائی اور اُن کی پردہ دری مدنظر تھی اور اُسے معلوم تھا کہ یہ دونوں انسانِ اولین شرم گاہ رکھتے ہیں اور برہنہ ہو جانا اُن کے لئے بڑی ذلت ورسوائی کی بات ہے لیکن حضرت آدم علیہ السلام اُس کے اِن ارادے اور اُس کے انجام سے گو واقف نہ تھے تاہم انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

شجر ممنوعہ کھانا:

اب شیطان اُس درخت کا ایک پھل توڑ کر حضرت حوا علیہا السلام کے پاس لایا اور اُن سے کہا کہ اِس درخت کو تو دیکھئے اِس کی بو کسی قدر اچھی، مزہ کتنا عمدہ اور رنگ کیسا پیارا ہے۔ حضرت حوّا نے شیطان کے ہاتھ سے وہ پھل لے کر کھالیا۔ پھر آپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں اور اُن سے بھی کہا کہ ''دیکھو اس درخت کے پھل کا مزہ اور رنگ کتنا اچھا ہے اور بو بھی اچھی ہے۔ تم بھی کھاؤ میں

نے تو کھالیا کوئی نقصان نہیں معلوم ہوا۔" تب حضرت آدم علیہ السلام کو جرات ہوئی اور آپ نے اپنی بیوی حضرت حوا کی خاطر ایک پھل کھالیا۔ پھل کا کھانا تھا کہ دونوں کے جنتی لباس جسم سے خود بخود گر پڑے اور شرم گاہیں بے پردہ نظر آنے لگیں۔ جنت کے پتے اُن کی یہ حالت دیکھ کر شرمائے اور نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

﴿تاریخ طبری بروایت حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ﴾

حضرت آدم علیہ السلام مارے شرم کے ایک درخت کی آڑ میں چھپنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے پکارا آدم تم کہاں ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ یارب میں حاضر ہوں اور یہاں موجود ہوں۔ ندا آئی کہ درخت کی آڑ سے باہر کیوں نہیں نکلتے؟ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یارب مجھے تجھ سے شرم آتی ہے۔

ابن ابی حاتم حضرت قتادہ اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام بہت طویل القامت تھے اور آپ کے سر کے بال بہت گھنے تھے۔ آپ کی قامت کو دیکھ کر یوں لگتا تھا گویا بہت بڑا درخت ہے جب آپ نے درخت کا پھل کھایا تو آپ کا لباس اُتر گیا سب سے پہلے آپ کی شرمگاہ ننگی ہوئی جونہی شرمگاہ پر نظر پڑی تو جنت میں دوڑنا شروع کر دیا آپ کے بال ایک درخت سے الجھ گئے آپ چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے اسی لمحہ اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے آدم کیا مجھ سے چھڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔ عرض کی نہیں مولیٰ میں تجھ سے بھاگ نہیں سکتا لیکن حیا کے مارے بے قرار ہوں اور دوڑ رہا ہوں۔

﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

عورت کو حمل کی تکلیف کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا سے خطاب کر کے فرمایا "اے حوا تو نے میرے بندے حضرت آدم (علیہ السلام) کو دھوکا دیا اب تو جب حاملہ ہوگی تو سخت تکلیف کے بعد حمل کی گرانی سے نجات پائے گی اور جب وضع حمل کا زمانہ آئے گا تو اُس کی

تکلیف موت سے زیادہ تلخ اور ناگوار ہوگی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ہم نے تم دونوں کو اس درخت کے پھل کھانے سے منع نہیں کیا تھا اور ہم نے یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ شیطان تم دونوں کا پکا دشمن ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا میں نے حضرت حوّا کے کہنے اور اصرار کرنے سے خطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا سے دریافت کیا کہ تم نے ایسی جرأت کیوں کی۔ حضرت حوا نے کہا کہ میں نے سانپ کے کہنے سے فریب کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے سانپ سے کہا کہ تو اپنے مُنھ میں شیطان ملعون کو لے کر جنت میں داخل ہوا اور میرے بندوں کو دھوکا دیا تو بھی ملعون ہے۔ جا تیرے چاروں ہاتھ پاؤں توڑ دے گئے اور اب خاک دھول کے سوا تیری اور کچھ غذا نہیں تو ہمیشہ کے لئے اولاد آدم کا دشمن رہے گا اور اولاد آدم تیری دشمن۔ اور ایسی سخت دشمن کہ جہاں تجھے پائے گی سر کچل ڈالے گی۔ تم سب ایک دوسرے کے دشمن قرار دئے گئے اب سب کے سب نکل جاؤ۔"

سانپ اور شیطان دونوں اُسی وقت زمین پر پھینک دئے گئے اور حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوّا کو جو کچھ نعمت و کرامت عطا ہوئی تھی وہ سب اللہ تعالیٰ نے سلب کر لی تب وہ بھی آسمان سے زمین کی طرف بھیج دئے گئے۔

جنت میں قیام کی مدت:

مؤرخ کامل ابن اثیر بہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور جنت میں سکونت پھر جنت سے خروج جمعہ کے دن ظہور میں آیا اور اس جمعہ ہی کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوّا کی توبہ قبول کی اور دونوں بچھڑے ہوئے غمزدہ میاں بیوی ایک جگہ جمع ہوئے اور جنت سے حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوّا پچھلے دن نکالے گئے تھے جبکہ تقریباً نو یا دس گھنٹے طلوع آفتاب کو گزر چکے تھے اور یہ

دونوں میاں بیوی جنت میں صرف پانچ گھنٹے رہنے پائے۔

ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں سو سال مقیم رہے اور ایک روایت میں ہے ساٹھ سال مقیم رہے۔ جنت کی جدائی پر ستر سال روئے اور اپنی خطا پر بھی ستر سال روئے اور جب آپ کے فرزند ہابیل قتل ہوئے تو آپ چالیس سال روئے۔ ﴿ابن عساکر﴾

مستدرک میں حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام تھوڑا وقت جنت میں رہے تقریباً عصر اور غروب آفتاب کے درمیانی وقفہ کے برابر۔

صحیح مسلم میں اعراج سے روایت کردہ امام زہری کی ایک حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے کیونکہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن انہیں جنت سے نکالا گیا۔

﴿قصص الانبیاء وابن کثیر﴾

غرض جس روز حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اُس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو غروب شمس سے پہلے حضرت حوا سمیت جنت سے نیچے زمین کی جانب پھینک دیا۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ہندستان میں اُس پہاڑ پر اترے جس کو نود کہتے تھے اور (اب یہ پہاڑ جزیرہ سراندیب (سری لنکا) میں کوہ آدم کے نام سے مشہور ہے) جو سرزمین سراندیپ پر واقع ہے اور حضرت حوا جدہ میں اتریں۔

ابن ابی حاتم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جنت سے نکلنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام وحنا نامی مقام پر اترے جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ ایک روایت میں ہندوستان میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء جدہ میں اور

شیطان دستمسان میں اور سانپ اصفہا میں اترے۔

ایک دوسرے کی تلاش اور ملاقات:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نود سے حضرت حوا کی تلاش میں روانہ ہوئے اور حضرت حوا، حضرت آدم علیہ السلام کی تلاش میں روانہ ہوئے اور حضرت حوا، حضرت آدم علیہ السلام کی تلاش میں جدہ سے ''مکہ'' کی طرف گئیں چلتے چلتے دونوں ایک مقام پر پہنچے۔ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کو دور ہی سے دیکھ کر پہچان گئیں اور جھٹ اُن کی طرف جھپٹیں۔ اب اُس مقام کو مزدلفہ کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی حضرت حوا کو پہچانا اور دونوں بچھڑے ملے جہاں دونوں کا باہمی تعارف ہوا ہے اُس مقام کا نام عرفات ہے۔ اب تک یہ دونوں برگزیدہ بالکل برہنہ رہتے تھے جنت میں جو لباس انجیر کے پتوں کا عطا ہوا تھا وہ وہیں بوجہ معصیت چھین لیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اب دونوں کو حکم دیا کہ ایک مینڈھے کو ذبح کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حسب ہدایت مینڈھے کو ذبح کیا اور اُس کا صوف لے کر حضرت حوا کو دیا۔ حضرت حوا نے اُس کو خوب صاف کیا اور پھر سوت بٹا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اُسے کپڑا بن کر ایک جبہ اپنے لئے اور ایک اوڑھنی اور ازار (تہبد) حضرت حوا کے لئے تیار کی اس طرح دونوں نے برہنگی سے نجات پائی۔

لباس کی تیاری:

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دو فرشتے آدم علیہ السلام وحوا کی خدمت میں بھیجے گئے جنہوں نے اُن کو جانوروں کی کھال کا لباس بنانا سکھایا اور بقول بعض چمڑوں کا لباس بنانا اور پہننا اولاد آدم (علیہ السلام) کی ایجاد ہے۔ یہ دونوں درختوں کے پتوں ہی سے ستر پوشی کرتے تھے۔

ابن عساکر نے امام ابو القاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کو جب گرمی نے ستایا تو آپ بیٹھ کر رونے لگے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت حوا سے فرمایا مجھے گرمی سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام روئی لے کر آئے اور حضرت حواء کو حکم دیا کہ اسے کاتو اور انہیں کاتنے کا طریقہ بھی سکھایا اور حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم اس سے دھاگے بنو اور پھر انہیں کپڑا بننے کا طریقہ سکھا دیا۔ ﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

بیت اللہ کی تعمیر:

اب مکہ میں اللہ تعالیٰ نے حرم محترم بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ بہ معیت حضرت جبرئیل علیہ السلام خانہ کعبہ کو حضرت آدم علیہ السلام نے تیار کیا اور دونوں آدمی خانہ کعبہ میں حاضر ہو کر اپنے گناہ پر پشیمان ہوئے اور جو کچھ جنت کی نعمتیں اُن سے چھین لی گئی تھیں اُن سے تلف ہو جانے پر تقریباً چالیس روز تک دونوں نے کچھ نہ کھایا پیا۔ کوئی سو برس تک حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا سے ہم قریں نہیں ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے دونوں کے گناہ معاف کئے اور کسب معاش کے طریقے بتائے اور اب یہ راضی بہ رضائے الٰہی ہو کر اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔

اولاد کا سلسلہ شروع:

پھر اللہ نے اولاد کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت حوا علیہا السلام سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور پہلے حمل کا لڑکا دوسرے حمل کی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا تھا۔ اپنی جڑواں بہن سے عقد جائز نہ تھا لیکن اِس دنیاوی زندگی میں اُن کو پہلا یہ صدمہ پیش آیا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اس سبب سے قتل کر ڈالا کہ اُس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی تھی کیوں کہ کہ قابیل اقلیمیا کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا جو اُس کی جڑواں بہن تھی اور اُس کا مستحق ہابیل تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا دونوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تو دونوں

کو بے حد رنج وقلق ہوا۔

اُس کے بعد کئی ایک اور اولادیں بھی ہوئیں ایک روایت میں ہے حضرت آدم علیہ السلام نے فوت ہونے سے پہلے اپنی اولاد سے اور ان کی اولاد سے پھر ان کی اولاد سے ایک لاکھ انسان اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ﴿ابن کثیر﴾

لیکن ہابیل کے غم جدائی نے خاص کر حضرت حوا علیہا السلام کو نہایت دل شکستہ اور افسردہ بنادیا تھا اور دنیا کی مسرتیں جن کے وہ خوگر ہو گئے تھے اب ہیچ معلوم ہونے لگیں۔ اس واقعہ سے اولاد زیادہ رنج دینے والی تھی۔ تاہم قتل ہابیل کے پچاس سال بعد حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے ان سے ماں باپ کا غم ختم ہوا۔

بعض کا قول ہے کہ یہ اکیلے ہی پیدا ہوئے کوئی لڑکی ان کے ساتھ نہیں ہوئی مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام بھی توام ہی پیدا ہوئے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت شیث علیہ السلام ہی اُن کے جانشین اور وصی قرار پائے

عمر مبارک اور وصال:

ایک ہزار سال کی عمر پا کر حضرت آدم علیہ السلام نے اِس دنیا سے کوچ کیا اور حضرت حوا، حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف ایک سال تک زندہ رہیں پھر ان کا بھی انتقال ہوگیا اور وہ بھی "جَبَل اَبُو قُبیس" کے اُس غار میں دفن کی گئیں جس میں اُن کے عزیز شوہر حضرت آدم علیہ السلام مدفون ہوئے تھے۔

طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام نے دونوں جسم نکال کر ایک محفوظ تابوت میں بند کر کے اپنے ہمراہ کشتی میں رکھ لے گئے تھے جو طوفان کے بعد مقام ''بیت المقدس'' میں اُسی جگہ دفن کر دیئے گئے جہاں قبل طوفان کے یہ جسد مبارک رکھے گئے تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے حضرت حوا علیہا السلام کی قبر انور جدہ میں ہے۔ (واللہ اعلم)

شجر ممنوعہ کھانے کے دس نقصانات:

علامہ شہاب الدین قلیوبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''النوادر'' میں بہ سلسلہ حکایات لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام وحضرت حوا نے شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر دس ایسے نقصان اُٹھائے جن کی تلافی کسی صورت سے نہیں ہوسکتی اور ہر ایک نقصان اپنی جگہ پر ایک بلائے بے درمان سے کم نہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا اِن دونوں پر عتاب کیا۔

اَلَمْ اَنْھَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ ﴿سورۃ الاعراف﴾

ترجمہ: کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ﴿کنز الایمان﴾

(۲) جنت کا لباس اُن کے پاک جسموں پر سے گر جانا۔

(۳) نور فردوسی کا چھن جانا۔

(۴) جنت سے دونوں کا خروج۔

(۵) سو برس تک فراق باہمی۔

(۶) اپنی معصیت پر دونوں کی ندامت۔

(۷) اُن سے قیامت تک شیطان کی عداوت۔

(۸) اُن کی اولاد کے نفوس پر ابلیس کا تسلط۔

(۹) اُن کی اولاد مومنین کے لئے دنیا کا قید خانہ ہو جانا۔

(۱۰) طلب معاش کی تکالیف میں پڑ جانا۔

فائدہ:

نوادر القلیوبی کا ترجمہ ''نورانی حکایات'' کے نام سے مولانا محمد عبدالاحد قادری نے کیا ہے جو کہ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش لاہور نے شائع کیا ہے۔

خاوند کے شانہ بشانہ:

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت حواؑ اپنی زندگی میں نہایت نیک اور سادہ مزاج اور بے حد محنتی عورت تھیں۔ انہوں نے اپنی حیات میں خانہ داری کے سب کام کیئے جن کی ایک انسان اول کے لئے ضرورت تھی یعنی صوف کو صاف کرنا اور لباس تیار کرنا کیا۔

سوت بٹا اور کپڑا بُنا اور انھیں نے دنیا میں سب سے پہلے آٹا پیسا اور گوندھا پھر روٹی پکائی اور عمر بھر اپنے شوہر کی خدمت گزاری کی۔ وہ زندگی بھر اپنے شوہر کا ہر کام میں ہاتھ بٹایا کرتی تھیں اور ہر ایک حرفت وصنعت میں برابر سے عملی طور پر حصہ لیتی تھیں۔ اِس کے علاوہ جو اُمور صرف عورتوں کے مخصوص اور متعلق ہوا کرتے ہیں وہ سب اکیلی آپ اپنی ذات سے کیا کرتی تھیں وہ دنیا کے تمام امیر وغریب، فقیر وبادشاہ کی ماں ہیں۔ تمام عمر میں انھوں نے بڑی بڑی تکالیف اپنی اولاد کی خاطر جھیلیں اور بڑی بڑی مصیبتیں اپنے رب تعالیٰ کی مرضی کے لئے اُٹھائیں۔ اُن کا ہر کام ہماری عورتوں کے لئے شمع ہدایت ہے اور ہم اُن کے کاموں کے قصے سُن کر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اپنے کام کو خود بخود انجام دینا کوئی شرم وذلت کی بات نہیں ہے اور کسی پیشے یا کسی کام کو آدمی حقیر وذلیل نہ سمجھے کیوں کہ کوئی ایسا کام یا ایسا پیشہ نہیں جو اُس کے اسلاف نے نہ کیا ہو۔ خاص کر حضرت حواؑ کی شوہر کے ساتھ ہر کام میں شرکت ومدد ہمارے لیے ضرور سبق آموز ہے۔

❁❁❁

حضرت حروزہ علیہا السلام

زوجہ

حضرت شیث علیہ السلام

مؤرخ علامہ ابن جریر طبری بہ روایت ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت شیث علیہ السلام کی بیوی کا نام حروزہ تھا نکاح کرنے کے بعد ان کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یانش تھا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حضرت شیث علیہ السلام نے نعمتہ رکھا۔ اُسوقت حضرت شیث علیہ السلام یانش کی ولادت کے بعد کوئی آٹھ سو سات برس تک زندہ رہے اور توریت میں آیا ہے کہ ''انوش (یانش) جس سال پیدا ہوئے اُس سال حضرت شیث علیہ السلام کی عمر کے چھ سو سال گذر چکے تھے''۔ انوش حضرت شیث علیہ السلام کے وصی اور جانشین ہوئے حضرت شیث علیہ السلام کی حضرت حروزہ سے بہت اولاد ہوئی مگر سب سے بڑے اور باپ کے جانشین انوش ہی تھے۔ انوش کا نکاح نعمتہ کے ساتھ کر دیا گیا تھا اُن سے ایک لڑکا قینان پیدا ہوا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی اولاد ہوئی اور دنیا میں پھیلتی گئی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کے اور بیٹوں کی اولاد، روز بروز کم ہوتی گئی اور اُن کے نسب مجہول اور منقطع ہوتے گئے۔

سات اقلیم کے بادشاہ:

جب حضرت شیث علیہ السلام کی رحلت ہوئی تو ان کی جگہ ان کے بیٹے انوش نے لی اور خلیفہ بنے اور حضرت شیث علیہ السلام نے انہیں نیکی اور عدل و انصاف کے

قیامت کی وصیت بھی فرمائی تھی۔ انوش کے بعد قینان (یا قینسن) پھر ان کے بیٹے مہلائیل، مہلائیل کے متعلق فارس کے عجمی لوگ کہتے ہیں کہ وہ سات اقلیم کے بادشاہ تھے۔ مہلائیل ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے درخت کاٹے شہروں کی بنیادیں ڈالیں اور بلند قلعے تعمیر کیے۔

شہروں کی بنیاد:

کیا جاتا ہے بابل شہر انہیں کا بسایا ہوا ہے۔ اسی طرح سوس اقصیٰ کے شہر کی بنیاد بھی انہوں نے ہی ڈالی تھی۔ انہوں نے ہی ابلیس اور اس کے لشکر پر سختی فرمائی تھی اور انہیں زمین کے اطراف پہاڑی دروں میں مار بھگا دیا تھا اور بہت سارے باغی اور کافر جن ان کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترے ان کے سر پر ایک تاج ہوتا تھا اور وہ لوگوں کو خطاب کرتے تھے ان کی حکومت چالیس سال تک قائم رہی۔

مہلائیل کے بعد ہفت اقلیم کی بادشاہت وخلافت ان کے بیٹے میرد کے ہاتھ آئی جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے، اخنوخ کی وصیت فرمائی اور حکومت ان کے سپرد کر دی۔ حضرت اخنوخ حضرت ادریس علیہ السلام کے نام سے مشہور ہوئے۔ ﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

اب تمام نسب ونسل کی انتہا حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت حروزہ تک ہی پہنچی ہے گویا حضرت شیث علیہ السلام ابوالبشر اور ام البشر اُن کی بیوی حضرت حروزہ ہوتی ہیں۔ اِس معاملہ میں حضرت حروزہ بڑی خوش قسمت عورت تھیں کہ اس وقت دنیا میں جس قدر انسان آباد ہیں خواہ وہ حبشی ہوں یا مہذب یورپین ہوں یا ایشیائی سب حضرت حروزہ کی اولاد میں ہیں اور وہ سب کی ماں ہوتی ہیں۔ مزید حالات افسوس ہے کہ کہیں نہ معلوم ہو سکے۔ ﴿تاریخ طبری﴾

حضرت مخوائلہ

زوجہ

حضرت شیث علیہ السلام

مصنف جامع التواریخ لکھتے ہیں:

حضرت شیث علیہ السلام اپنے باپ کے سب سے زیادہ عزیز فرزند اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی مسند نبوت پر یہی اُن کے جانشین ہوئے۔ حضرت مخوائلہ ان کی بیوی اور جنت کی حور تھیں ان کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام ''انوش'' تھا اور یہی حضرت شیث علیہ السلام کے وصی ہوئے۔ (یہ روایت پچھلے صفحہ پر گزر چکی ہے)

حضرت مخوائلہ نہایت حسین اور خوبصورت اور اپنے شوہر کی فرماں بردار و اطاعت گزار تھیں لیکن نہیں معلوم کہ مورخ مذکور کا ماخذ کیا ہے کیونکہ اِس وقت جس قدر کتب ہمارے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں یہ ذکر مذکور نہیں کہ حضرت شیث علیہ السلام کی بیوی ''حور'' تھیں اور ان کا نام مخوائلہ تھا اور نہ قیاس چاہتا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کا نکاح جنت کی حور سے دنیا میں کیا جاتا کیونکہ یہ تو الدو تناسل کا ابتدائی زمانہ تھا اور بہ کثرت لڑکیاں اور لڑکے حضرت آدم علیہ السلام کے صلب اور حضرت حوا علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہو رہے تھے اور نیز اُن کی اولاد کی اولادیں بڑی سرعت کے ساتھ بڑھتی جاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو بنی آدم سے دنیا کو آباد کرنا تھا پھر حضرت شیث علیہ السلام کا نکاح جنت کی حور سے ہونا کیسا؟ اور کسی تاریخی کتاب سے حضرت شیث علیہ السلام کا دوسرا نکاح ہونا بھی ثابت نہیں جو یہ خیال کیا جائے کہ

مخوائلہ حضرت شیث علیہ السلام کی دوسری زوجہ ہوں گی۔

البتہ ''روضہ الصفا'' میں بھی بحوالہ عرائس المجالس مولفہ امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کی بیوی حور تھیں ممکن ہے کہ مخوائلہ کے حسن وجمال بے مثال کی وجہ سے ان کو حور سمجھ لیا گیا ہو یا ازراہ مبالغہ جنت کی حور لکھ دیا ہو اور وہ دراصل انسان اور اولاد آدم ہی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حزورہ علیہا السلام ہی کو بعض مورخوں نے مخوائلہ سمجھ لیا ہو یا کتابت میں یہ تحریف ہوئی اور نیز حضرت شیث علیہ السلام کا دوسرا عقد ہونا بھی کوئی خلاف قیاس وتعجب خیز نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ:

سابقہ صفحہ پر جو کتاب جامع التواریخ کا حوالہ نقل کیا گیا ہے اس کے مصنف منشی فقیر محمد بن قاضی محمد رضا مقیم راجہ پور (انڈیا) ہیں۔ یہ کتاب ۱۸۳۶ء میں کلکتہ میں مطبع منشی ارادت الدین مدرسہ عالیہ کلکتہ کی جانب سے چھپی تھی اور اب بالکل نایاب ہے۔

حضرت ہدانۃ

زوجہ

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کی زوجہ کا نام ہدانۃ تھا اور بقول بعض ادانۃ تھا۔ یہ باویل بن محویل بن خنوخ بن قابیل کی بیٹی اور اپنے زمانہ کی نہایت خوش قسمت عورت تھیں جن کو حضرت ادریس علیہ السلام کی بیوی ہونے کی عزت حاصل ہوئی کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام دنیا میں بہت بڑے مرتبہ کے نبی اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کے بعد تیسرے نبی ہوئے ہیں۔ ۶۵ سال کی عمر میں حضرت ادریس علیہ السلام نے ان سے اپنا عقد کیا مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس وقت ہدانۃ کی عمر کیا تھی اور وہ کس شکل وشمائل کی عورت تھیں کیونکہ حسن انسانی کی ابتدا اور عروج کا زمانہ تھا۔ لیکن حضرت ادریس علیہ السلام کا اپنی زوجیت کے لئے اُن کا انتخاب کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ نیک سیرت بھی ہونگی۔

اولاد کو وصیت:

حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادے متوشلخ نامی انھیں کے بطن سے پیدا ہوئے جو اپنے بزرگ باپ کے قائم مقام اور وصی بھی تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام متوشلخ کی ولادت کے بعد تین سو سال تک دنیا میں رہے اُس کے بعد وہ آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے۔ انھوں نے اپنے بیٹے اور تمام اہل بیت کو اللہ تعالٰی کی اطاعت اور حکم ماننے کی وصیت کی اور کہا کہ عنقریب اللہ اولاد قابیل پر عذاب نازل کرنے والا ہے اور نیز اُن لوگوں پر جو اولاد قابیل سے میل جول

رکھتے ہیں لہٰذا تم سب لوگ ان سے میل ملاپ ترک کردو اور رشتہ ناتہ توڑ دو۔

جب متوشلخ کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال ہوئی تو انھوں نے اپنی مرضی سے عزازیل بن انوشیل بن خنوح کی بیٹی عربا سے شادی کرلی ان کے بطن سے دو بیٹے لمک اور صابی پیدا ہوئے پھر ان دونوں کی اولاد کثیر ہوئی۔ بیٹے کی شادی کرنے کے تھوڑے زمانہ کے بعد ہدانہ کا انتقال ہوگیا۔

افسوس ہے کہ ہدانہ کے مزید حالات ہم کو کسی مستند تاریخ سے نہ مل سکے اور نہ ان کی ماں کا نام معلوم ہوا، ہاں ان کی ساس کا نام برکنا تھا جو یرو کی بیوی اور ان کے چچا درمشیل بن محویل بن خنوخ بن قائن کی بیٹی تھیں۔ (التاریخ الکامل، تاریخ طبری، ج اول)

فائدہ:

حضرت ادریس علیہ السلام کے مزید حالات جاننے کے لئے مولانا محمد عبدالاحد قادری دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ''چار زندہ نبی'' کا مطالعہ کریں۔

واہلہ

زوجہ

حضرت نوح علیہ السلام

اگر چہ واہلہ کو ایسے جلیل القدر نبی کی بیوی ہونے کی سعادت حاصل تھی مگر افسوس ہے کہ اُس نے اپنی بددینی کی وجہ نے اپنے نامدار شوہر کی ذرا بھی قدر نہ کی اور دنیا کے ساتھ اپنی آخرت بھی بگاڑلی اور آپ پر ایمان نہ لائی۔

واہلہ کی بدبختی:

واہلہ اور اُس کی قوم نے جس پر حضرت نوح علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے تھے نعوذ باللہ آپ کو مجنون اور دیوانہ مشہور کیا اور اُن کو مختلف ایذائیں دیں اور آخر طوفان عظیم میں اور دوسرے منکرین نبوت ودشمنان دین کے ساتھ واصل جہنم ہوئی۔

قرآن مجید سورۂ تحریم میں واہلہ زوجہ حضرت نوح علیہ السلام اور واعلہ زوجہ حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت ارشارہ ہوا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ ﴿سورۃ التحریم﴾

ترجمہ: اللہ کافروں کی مثال دیتا ہے نوح کی عورت اور لوط کی عورت وہ ہمارے بندوں میں دو سزاوار (لائق) قرب بندوں کے نکاح میں تھیں پھر انہوں نے ان سے دغا کی تو وہ اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ آئے اور فرما دیا گیا کہ دونوں عورتیں جہنم میں جاؤ جانے والوں کے ساتھ۔ ﴿کنزالایمان﴾

تفسیر:

اس بات میں کہ انہیں ان کے کفر اور مومنین کی عداوت کہا جائے گا۔ اس کفر و عداوت کے ہوتے ہوئے ان کا نسب اور مومنین و مقربین کے ساتھ ان کی قرابت و رشتہ داری انہیں کچھ نفع نہ دے گی۔ دین میں کفر اختیار کیا حضرت نوح علیہ السلام کی عورت واہلہ اپنی قوم سے حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت کہتی تھی کہ وہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی واعلہ اپنا نفاق چھپاتی تھی اور جو مہمان آپ کے یہاں آتے تھے آگ جلا کر اپنی قوم کو ان کے آنے سے خبردار کرتی تھی۔ ﴿تفسیر فرائن العرفان از سید نعیم الدین مراد آبادی﴾

واہلہ منافق اور بددین عورت تھی اور اُس نے اپنے شوہر کا کبھی کہا نہ مانا۔ نہ اُن کے حقوق کا کچھ خیال کیا اور آخر وہ ہلاک ہوئی اور جب تک دنیا قائم ہے وہ اپنی بددیانتی کی وجہ سے رسوا اور ذلیل رہے گی۔ واہلہ اپنے شوہر کی جانب کبھی متوجہ نہ ہوتی تھی اور نہ اُن کے ادب کو ملحوظ رکھتی تھی بلکہ اُنکی ہر خدمت سے منہ موڑتی اور بددلی کا اظہار کرتی رہتی تھی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اُس نے اپنی دُنیا اور آخرت خراب کرلی اور اب وہ اپنے کئے کی ہمیشہ سزا پائے گی اور دوزخ کے عذاب سے کبھی رہائی نہ پاسکے گی اُس کا بیٹا کنعان بھی طوفان میں ہلاک ہوا کیونکہ یہ دونوں کشتی پر سوار ہونے سے باز رہے اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام نے بہت کچھ نصیحت فرمائی اور اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا ''یَا بُنَیَّ ارْکَبْ مَعَنَا وَلَا تَکُنْ مَعَ الْکَافِرِیْنَ'' ''اے فرزند ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور خیانت کرنے والوں (کافروں) کا ساتھ نہ دے''۔ مگر اُس نے نہ مانا اور یہ جواب دیا ''سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَاءِ'' ''میں ایک پہاڑ کی جانب پانی سے پناہ لوں گا۔''

بعض مورخین نے حضرت نوح علیہ السلام کے اس بیٹے کا نام یام بعض نے رائع اور بعض نے کنعان لکھا ہے۔ غرض دونوں طوفان میں غرق ہوئے اور اپنے

کئے کی سزا پائی۔ ﴿روضۃ الصفا امام ثعالبی﴾

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت نوح بن لمک نے اپنا نکاح عزرہ بنت ہراکیل بن محویک بن خنوخ بن قین سے کیا۔ اس سے تین بیٹے حام، سام اور یافث پیدا ہوئے اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو نصیحت کیا کرتے تھے مگر یہ قوم اُن پر ہنستی اور آپ کی بے عزتی کیا کرتی تھی اور اس زمانہ میں کوئی شخص بھی دنیا میں ایسا نہیں رہا تھا جو بُری باتوں سے انسان کو روکتا اور اچھی باتوں پر لگاتا۔ تب حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور انھوں نے نصیحت شروع کی۔ ان کی بیوی بھی درپردہ قوم کفار سے اتفاق رکھتی تھی اور بظاہر مسلمان بنی ہوئی تھی۔

﴿التاریخ الکامل ج اول﴾

مفحات الاقران للسیوطی میں حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام والہلہ لکھا ہے مگر ''جامع التواریخ'' ''اور روضۃ الصفا'' میں اس کا نام واعلہ درج ہے۔

دوبارہ دنیا کی آبادی:

مورخ ابن جریر طبری کا بیان ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی جو اولاد ہوئی اُسی سے دنیا آباد ہوئی۔ اِس وقت تک اُن کی بیوی زندہ اور کشتی پر سوار ہو کر نجات پانے والوں میں تھی اور اس کا نام عمرورہ تھا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دوسری اور ایماندار بیوی ہو جس سے اولاد نوح کا وہ سلسلہ جاری ہوا جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ''۔ ''اور ہم نے نوح کی ذریت کو دنیا میں باقی رکھا۔'' اور باقی سب لوگ نذر طوفان ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ طوفان ساری دنیا میں آیا تھا مقامی نہ تھا اور اب جس قدر آدمی دنیا پر ہیں یہ حام، سام، یافث کی اولاد سے ہیں اور وہ ماں بیٹے جو نذر طوفان ہوئے مشرک و نافرمان رہے۔ اُن کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہا۔

وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ﴿تاریخ طبری﴾

حضرت عمورہ

زوجہ

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام دنیا میں وہ پہلے نبی ہیں جو عذاب سے اپنی قوم کو ڈرانے اور ان کو توحید کی طرف بلانے کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے اولوالعزم نبیوں میں ہیں۔ قرآن شریف میں کئی جگہ آپ کا ذکر مذکور ہے۔ آپ نے اپنا نکاح عمورہ سے کیا جو قابیل کی اولاد میں سے ہے۔ عمورہ کے باپ کا نام ہراکیل ہے اور اُس کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

عمورہ بنت ہراکیل بن محویل بن خنوخ بن قین بن حضرت آدم علیہ السلام۔
حضرت نوح علیہ السلام جب پانچسو برس کے ہوئے تو عمورہ کے بطن سے اُن کے تین بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں، سام، حام، یافث۔ تینوں مسلمان اور حضرت نوح علیہ السلام کے فرماں بردار تھے۔

علامہ ابن اثیر اور علامہ ابن جریر نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نسب ایک ہی لکھا ہے نام میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ کاتب کا سہو ہو اور عمورہ کو عرزہ لکھا گیا ہو یا عرزہ کو عمورہ مگر اول صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ تاریخ طبری جو ہمارے مطالعہ میں ہے نہایت صحیح اور بڑے اہتمام سے طبع کی گئی ہے اور تاریخ کامل مصر کی معمولی چھپی ہوئی ہے جس کے مقابلہ میں اول لذکر کو ترجیح دینا بالکل عقل کے موافق ہے۔

علامہ طبری نے حضرت نوح علیہ السلام کی ایک اور بیوی کا اپنی تاریخ میں ذکر

کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے حارث نے بروایت ابن سعد مرفوعاً بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ''بنی قابیل'' میں ایک اور عورت سے عقد کیا اُس کے بطن سے حضرت نوح علیہ السلام کا ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بوناظر تھا۔ توریت میں ہے کہ ایک مقام تھا جس کو معلول شمسا کہتے تھے وہاں یہ لڑکا پیدا ہوا۔ ممکن ہے کہ وہ عورت جو قابیل کی اولاد میں تھی واہلہ ہو جو حضرت نوح علیہ السلام کے خلاف تھی اور یہی طوفان میں ہلاک ہوئی جس کا حال اس سے قبل لکھا جا چکا ہے اور عمورہ وعزرہ دراصل ایک ہی عورت ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام بنی قابیل کی ایک عورت سے شادی کی اس سے ایک بیٹا پیدا ہوا اس کا نام یوناعن رکھا۔ ﴿تفسیر درمنثور مترجم ج ۳، ص ۱۰۱۶﴾

فائدہ:

علامہ ابن کثیر نے قصص الانبیاء میں نقل کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ایک بیوی تھی جو آپ کی تمام اولاد کی واحد ماں تھی آپ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ حام، سام، یافث اور یام۔ اہل کتاب نے یام کو کنعان کے نام سے موسوم کیا ہے یہی وہ بدبخت شخص ہے جس نے اپنے مخلص نجات دہندہ کی بات نہ مانی اور غرق ہو گیا اور آپ کی بیوی، عابرہ، طوفان سے قبل فوت ہو چکی تھی۔ ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ وہ بھی کافر تھی اور باقی کافروں کی طرح وہ بھی طوفان میں ڈوب کر مر گئی۔ ان نفوس کے علاوہ باقی لوگوں کی غرقابی کا فیصلہ ہو چکا تھا کیونکہ ان ظالموں نے کفر کی راہ کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اہل کتاب کے نزدیک حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی، عابرہ کشتی میں سوار تھی۔ احتمال یہ ہے کہ اس کے بعد اس نے پھر کفر اختیار کر لیا ہو یا اسے قیامت تک مہلت دے دی گئی لیکن پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہو گئی۔ ﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

حضرت سارہ علیہا السلام

زوجہ

حضرت ابرہیم علیہ السلام

حضرت سارہ علیہا السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی اور بڑی پیاری بیوی تھیں جب تک وہ زندہ رہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کیا، حضرت سارہ علیہا السلام کی دلداری ہر وقت آپ کو ملحوظ رہتی تھی، اور وہ دنیا کی نہایت حسین وجمیل اور نہایت نیک بخت عورتوں میں تھیں، مصر، شام وعرب بلکہ اور ممالک میں بھی ان کی خوبصورتی اور نیک سیرتی ضرب المثل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت حواء علیہا السلام کے بعد اس دور تک کوئی عورت ایسی پیدا نہیں ہوئی تھی جو ان سے حسن سے بڑھ کر ہو۔ وہ جس طرح اپنے حسن وجمال میں بے مثل تھیں اُسی طرح خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں بھی بے مثل تھیں۔ جس روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں پھنکوایا اور وہ آگ آپ کی برکت سے سرد ہوگئی تو بابل کے اکثر باشندے آپ پر ایمان لے آئے اور اپنے قدیم دین کو چھوڑ بیٹھے تھے انھیں میں سے حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام ہیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام کی پیدائش:

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام ہارون ابن ناحور کی بیٹی تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے چچا تھے۔ ان کا خاندان ہمیشہ سے بابل میں رہتا تھا۔ حضرت سارہ علیہا السلام یہیں پیدا ہوئیں اور وہ اپنے ماں باپ کی بہت پیاری بیٹی تھیں۔ گو ان کی عمر اس وقت تک اتنی زیادہ نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے بڑی

سلیم عقل عطا فرمائی تھی۔

بابل سے ہجرت:

ابھی اس واقعہ کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ بذریعہ وحی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مصر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا اور نمرود نے بھی کہلا بھیجا کہ تمہارے مذہبی اثر سے میری بادشاہی تباہ ہو رہی ہے۔ اور رعایا سلطنت کے دباؤ سے نکل کر نبوت کے سایہ میں پناہ لے رہی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم بابل کی سکونت کو خیر باد کہو اور جہاں چاہو جاؤ تمہارا خدا حافظ و نگہبان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر آ کر عزم سفر کیا پھر حضرت لوط علیہ السلام کو بلا کر فرمایا کہ تم مجھ پر ایمان لے آؤ اور میرے ساتھ چلو میں یہاں سے بہت جلد ہجرت کرنے والا ہوں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے پوچھا کدھر جانے کا قصد ہے آپ نے فرمایا "اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ" (میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں) پھر حضرت سارہ علیہا السلام سے کہا وہ بھی بخوشی راضی ہو گئیں اور ایمان بھی لے آئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا آزر اور بڑے بھائی ناحورا بن تارخ۔ اور ان کی بیوی ملکہ اور جو لوگ ایمان لائے تھے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے اب یہ خدائی قافلہ ملک شام کی طرف چل پڑا اور شہر حران میں داخل ہوا یہ ایک قدیم شہر تھا جو طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے آباد کیا گیا تھا۔ یہاں پہنچ کر ایک مدت کے لئے سب قیام پذیر رہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام سے عقد کر لیا اور یہ شرط قرار پائی کہ بعد نکاح دکھ تکلیف نہ دیں گے اور نہ سختی سے پیش آئیں گے۔ ﴿تاریخ ابن خلدون، ج ۲﴾

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

علامہ سدی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مورخین کا یہ قول ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام شاہ حران کی بیٹی تھیں جب آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح وسلامت نکل آئے

ب یہ ایمان لائیں اور یہ شرط مذکور پر باپ کی رضامندی کے خلاف عقد کرلیا لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے چچا ہاران کی بیٹی اور حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں۔ توریت سے بھی یہی پایا جاتا ہے اور اکثر مورخین نے اسی کو مانا ہے۔

حران میں قیام:

غرض نکاح کے بعد حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنی عقلمندی اور حسن سیرت سے بہت جلد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزاج میں دخل پیدا کرلیا۔ یہ حران میں نہایت آرام سے رہنے لگیں مگر جب دوسو پچاس سال کی عمر کو پہنچ کر آپ کے چچا کا انتقال ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کی سکونت کو خیر باد کہا اور ملک کنعان کی راہ لی جہاں اللہ تعالیٰ نے دولت، زمین، مال، اور اہل وعیال عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا چنانچہ ۷۵ برس کی عمر میں آپ حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو لئے ہوئے اس جگہ تشریف لائے جہاں بیت المقدس ہے۔

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس مقام کا نام پہلے جبرون تھا (جسے اب الخلیل کہتے ہیں) اسی کو صابئیہ ہیکل ومشتری کہتے تھے اور متبرک سمجھ کر عود وغیرہ جلاتے تھے اور عبرانیوں نے اس کا نام ایلیا یعنی اللہ کا گھر رکھا تھا۔

﴿تاریخ ابن خلدون، ج ۲﴾

مصر کی طرف ہجرت:

یہاں کے قیام کو کچھ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ کہ سخت کال پڑا جس نے اس مقام کو بھی چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ تو آپ، حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو لے کر مصر میں تشریف لائے اور ایسی جگہ ٹھہرے کہ کسی کو آپ کے آنے اور رہنے کی کانوں کان خبر نہ ہو کیونکہ یہاں کا والی بڑا ظالم تھا اس کا نام سنان بن علوان بن عبیہ بن عوج بن عملاق بن لازدین بن سام بن حضرت نوح علیہ السلام تھا

مصر کی سرزمین پر یہ سب سے پہلا فرعون ہوا اور مدت تک زندہ رہا ہے۔

﴿روضۃ الصفاء، ج ا، تاریخ طبری، ج ا﴾

بادشاہ مصر اور حضرت سارہ علیہا السلام:

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کا نام عمرو بن قیس بن سبا ہے۔ اور بعض مورخین نے کہا ہے کہ یہ ضحاک کا بھائی سنان بن اہیوب ہے۔ ضحاک نے اس کو مصر کا والی بنا دیا تھا۔

اور بعض مورخین نے اس کا نام طولیس لکھا ہے یہ بڑا ظالم تھا اُس کی عادت تھی کہ جو مسافر شہر میں آتا اور اُس کی بیوی حسین ہوتی تو زبردستی طلاق دلا کر اپنی محرموں میں داخل کر لیتا اور اگر وہ شخص اپنی عورت کو طلاق نہ دیتا تو یہ اُسے قتل کر ڈالتا تھا چونکہ حضرت سارہ علیہا السلام نہایت حسین اور خوبصورت تھیں اس خوف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی بہت مخفی طور پر مصر داخل ہوئے اور چھپے چھپے رہنے لگے لیکن حضرت سارہ علیہا السلام کے حسن کا شہرہ مصر میں رفتہ رفتہ پھیلنے لگا یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی ایک جاسوس کے ذریعہ سے اطلاع پہنچ گئی کہ آج کل ایک شخص یہاں آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک بڑی خوبصورت عورت ہے اس حسن و جمال اور چال ڈھال کی عورتیں بہت کم دیکھنے میں آئی ہیں وہ اس قابل ہے کہ حضور کی خدمت میں رہے یہ سُنتے ہی سنان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں اپنے ایک خاص معتمد کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ ہم نے سُنا ہے تم یہاں ایک عرصہ سے رہتے ہو اور تمھارے ساتھ ایک نہایت حسین عورت بھی ہے بہتر ہوگا کہ اُسے بنا سنوار کے فوراً ہماری خدمت میں بھیج دو اِس حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہونے پائے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارا قصہ حضرت سارہ علیہا السلام سے بیان کیا اور کہا کہ عدول حکمی میں مجھے اپنی اور تمھاری دونوں کی جان کا خوف ہے بسم اللہ پڑھ کے بے کھٹکے جاؤ خدا حافظ ہے وہ تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اِس ہدایت کے بعد

حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔

بادشاہ عذاب میں گرفتار:

حضرت سارہ علیہا السلام نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر دعا مانگی اور عرض کی مولیٰ کریم میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں تو مجھ پر کافر کو قابو نہ دینا نماز اور دعا سے فراغت کر کے خدا سے لو لگائے ہوئے اُس معتمد کے ساتھ فرعون کے سامنے پہنچیں اُس کی نگاہیں حضرت سارہ علیہا السلام کے حُسن کی چمک دمک سے چوندھیا گئیں بے اختیار ہو کر اُن کی طرف ہاتھ بڑھائے مگر دونوں ہاتھ سینہ تک اُٹھ کر رہ گئے اور خود بخود اس قدر گلا گھٹنے لگا کہ شدت تکلیف سے زمین پر تڑپنے اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا پھر حضرت سارہ علیہا السلام سے یہ عاجزی سے کہنے لگا کہ اپنے معبود سے التجا کر کے مجھے جلدی اِس مصیبت سے چھڑا تیرے خدا کی قسم میں اب تجھے ستانے کا ارادہ نہ کروں گا۔

واپسی پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا ساتھ:

حضرت سارہ علیہا السلام نے اِسی وقت دعا کی اے میرے خدا اگر یہ سچ کہتا ہے تو اسے نجات دے وہ اسی وقت اپنی اصلی حالت پر آ گیا تین دفعہ اُس کی نیت میں فتور آیا مگر ہر بار ایسی ہی تکلیف میں مبتلا ہو کر آخر کار اپنے ناپاک ارادہ سے باز رہا اِس واقعہ سے اُس کے دل پر دہشت چھا گئی پھر اُس منحوس جاسوس کو بلا کر کہا کہ تو، تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا بلکہ شیطان کو لے آیا ہے اسے لے جا اور ہاجرہ میں نے اِس کی خدمت کے لئے دی۔ اب حضرت سارہ علیہا السلام بی بی ہاجرہ کو ساتھ لئے ہوئے خوش خوش اپنے گھر واپس آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑ رہے تھے آپ نے آہٹ پاتے ہی نماز ختم کی اور اشارہ سے پوچھا کہو کیسی گذری حضرت سارہ علیہا السلام نے کہا۔

"رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ وَالْفَاجِرِ وَاَخْدَمَنِي هَاجَرَ"

ترجمہ: لوٹا یا اللہ نے مکر کافر فاجر کا اُس پر اور مجھے اُس نے خدمت کے لے ہاجرہ دی ہے۔ ﴿بخاری، مسلم، تاریخ الکامل، ج ا، عینی شرح بخاری﴾

تمام حجابات دور کر دیئے گئے:

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ بعض آثار میں مجھے یہ بات دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کے درمیان حائل پردے ہٹا دیئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی کو برابر دیکھ رہے تھے۔ جب حضرت سارہ علیہا السلام آپ سے جدا ہوئیں اس وقت سے لے کر واپس آنے تک کوئی لحہ بھی ایسا نہ گزرا تھا کہ آپ اپنی زوجہ محترمہ کو نہ دیکھا ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کیسے بادشاہ کے پاس پہنچیں اور اللہ تعالٰی نے ان کی عصمت کی حفاظت فرمائی یہ سب اس لئے تھا تا کہ اللہ کے مخلص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل پریشان نہ ہو اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں نیز آپ کو حضرت سارہ علیہا السلام کی کمال عصمت پر اور زیادہ یقین آجائے۔

﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

مصر سے ہجرت اور فلسطین میں قیام:

سنان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حکم بھیجا کہ اب آپ جلدی سے مصر سے چلے جایئے اور یہاں نہ رہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر سے نکل کر حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کو لئے ہوئے سر زمین فلسطین میں چلے آئے اور مقام سبع میں قیام فرمایا۔

﴿عینی شرح بخاری کتاب الانبیاء، تفسیر خازن ج ۳، تاریخ طبری﴾

غرض سبع میں پہنچ کر آپ نے زراعت کا کام شروع کیا اور چند ہی روز میں اللہ تعالٰی نے وہ برکت دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت سے مویشی اور زمین کے مالک ہو گئے متعدد غلام اور نوکر چاکر کے آقا بن گئے آپ نے یہاں ایک

کنواں بنوایا اور ایک مسجد تعمیر کرائی کیونکہ آپ سمجھ چکے تھے کہ اب عمر بھر یہیں رہنا ہے لیکن چند روز کے بعد سبع کے لوگوں نے بہت پریشان کیا اور آپ کے کنوئیں پر قبضہ کرلیا تب تنگ آکر نکلنا پڑا پس آپ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کو لے کر قط (فلسطین) میں آگئے یہ شہر ایلیا بیت المقدس) اور رملہ کے درمیان میں واقع ہے۔ یہاں ہر طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو اطمینان اور فراغ حاصل تھا۔ ﴿معجم البلدان، ج ۷﴾

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت:

مصر سے نکلے ہوئے دس سال کا زمانہ گزر چکا تھا۔ لیکن حضرت سارہ علیہا السلام بانجھ ہونے کی وجہ سے اولاد کی نعمت سے اب تک محروم رہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اولاد دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ آخر حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ مجھے تو اولاد کی طرف سے ناامیدی ہوچکی ہے آپ ہاجرہ سے عقد کرلیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد دینے کا وعدہ فرمایا ہے تو شاید اسی سے کوئی اولاد ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ علیہا السلام کی خواہش کے موافق حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام سے عقد کرلیا خدا کی شان کہ ایک سال بعد ہی اُن کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے لیکن اس ولادت سے جس قدر خوشی ہوئی تھی تھوڑے دن کے بعد حضرت سارہ علیہا السلام کو اُسی قدر رنج بھی پہنچا۔

کیونکہ انھیں اپنے بانجھ ہونے پر بہت افسوس رہنے لگا اور آپ بے اولادی کے غم سے بہت افسردہ رہنے لگی تھیں مگر چند سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی خوشی عطا فرمائی اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی جس کو ہم یہاں کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہیں۔

فرشتے خدمت میں اور بیٹے کی بشارت:

فلسطین میں مستقل قیام فرمانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت ہوگئی تھی کہ وہ روزانہ چند مہمانوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے لیکن ان دنوں تقریباً پندرہ روز سے کوئی مہمان نہ آیا حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت دل گرفتہ اور رنجیدہ ہوئے اور گھر سے باہر نکل کر اس انتظار میں کھڑے تھے کہ شاید کوئی مہمان نظر آئے تو لے آئیں ابھی کچھ زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ تین شخص نظر آئے ان کے چہروں سے انسانی اوصاف سے بالاتر وجاہت نمایاں تھی، اِس رعب وداب اور حسن وجمال کے مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی نہ دیکھے تھے ان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر آپ نے بڑھ کے استقبال کیا اور ان تینوں نے آپ کو سلام کیا یہ تینوں نووارد مہمان اصل میں حضرت جبرائیل۔ حضرت اسرافیل۔ حضرت میکائیل علیہم السلام فرشتے تھے جنھیں اللہ تعالی نے بھیجا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں انسانی صورت میں حاضر ہوں آپ انھیں دیکھ کر بہت ہی مسرور ہوئے اور سلام کا جواب دے کر خوشی خوشی اندر لے آئے۔

جب وہ بیٹھ چکے تو آپ نے گائے کے ایک موٹے تازے بچھڑے کو ذبح کر کے کھانا تیار کیا اور اُسی وقت سامنے لاکر رکھ دیا۔ لیکن مہمانوں نے کچھ رغبت نہ کی اور نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا آپ نے اصرار کیا مگر اُنھوں نے صاف انکار کردیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دل میں ڈرے کیونکہ اِس زمانہ میں جو لوگ کسی کے یہاں بُرے ارادے سے آتے تھے وہ کھانا نہیں کھاتے تھے فرشتے بھی سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بمقتضائے بشریت خوف لاحق ہوا ہے۔ اُنھوں نے کہا آپ ڈریئے نہیں ہم فرشتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ اُسے ہلاک کریں اور آپ کو بطن حضرت سارہ سے بیٹا ہونے کی خوش خبری سُنائیں۔ حضرت سارہ علیہا السلام بھی اپنے مہمانوں کو کھانا کھلانے کی خاطر

کھڑی ہوئی تھیں یہ سن کر بے اختیار ہنس پڑیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام اس وقت ۹۰ برس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۱۲۰ برس کی ہو چکے تھے اپنے بڑھاپے پر افسوس اور تعجب کر کے کہنے لگیں میں بوڑھی ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے یہ ایک عجیب بات کہتے ہو جو دنیا کی عادت کے خلاف ہے۔

اب میں کیا لڑکا جنوں گی، فرشتوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر آپ تعجب کرتی ہیں یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے آپ لوگوں پر تو اللہ کی رحمت اور برکت خاص ہے اور وہ بڑا بزرگ معبود اور ہر فعل پر قادر ہے۔ یہ کہہ کر فرشتے تو چلے گئے اور حضرت سارہ علیہا السلام نہایت مسرت اور خوشی سے بیٹے کی ولادت کا انتظار کرنے لگیں اور اسی دُھن میں اپنا عزیز وقت گذارنے لگیں چنانچہ چند ماہ بعد ہی حاملہ ہوئیں اور ابھی اِس واقعہ کو ایک ہی سال کا عرصہ گذرا تھا کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے اُن کی ولادت سے جو کچھ خوشی حضرت سارہ علیہا السلام کو ہوئی ہوگی اور جو محبت اُن کو اپنے اس اکلوتے بیٹے سے ہوگی وہ ظاہر ہے وہ بڑے لاڈ پیار سے پالے گئے اور اُن کی خاطر پیاری ماں کو بے حد عزیز تھی۔

یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور اُن کی شادی اور اولاد ہوئی۔ حضرت بی بی سارہ علیہا السلام نے بیٹے اور بہو پوتے تک کی بہار دیکھی۔ اور بڑے عیش و آرام سے زندگی گزاری۔ ایک سو ستائیس یا ایک سو تیس سال کی عمر کو پہنچ کر وہ سخت بیمار ہوئیں۔ آخر یہی بیماری اُن کے لئے موت کا پیام ثابت ہوئی اور اُنھوں نے ہمیشہ کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کو داغِ مفارقت دیا اور دنیا سے کنارہ کیا۔ اِن کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دونوں کو حضرت سارہ علیہا السلام کے مرنے کا جس قدر صدمہ ہوا وہ تھوڑا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عفرون بن صخر نامی ایک شخص سے مقام

جیرون (جو کہ آج کل الخلیل کے نام سے مشہور ہے) میں ایک سرسبز وشاداب زمین کا ایک قطعہ چارسو مثقال چاندی میں خرید کر اس میں حضرت سارہ علیہا السلام کو دفن کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سارہ علیہا السلام سے بے حد محبت تھی کیونکہ وہ نہایت حسین اور نیک سیرت وباعصمت اور عقلمندی بیوی تھیں انھوں نے جس طرح ایمان لاکر خدا کو خوش کیا اُسی طرح فرماں برداری اور عفت مابی سے دنیا میں وہ عزت پائی جو ہمیشہ زندہ اور ہر شریف خاتون کے لئے سبق آموز رہے گی۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

﴿سعدی شیرازی﴾

حضرت ہاجرہ علیہا السلام

زوجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو آجر، ہاجرہ اور آجرہ بھی کہتے ہیں مگر اصل نام عبرانی زبان میں ہاغار تھا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا مولد:

ان کی اصل مصر کے شہر حقن سے ہے۔ اس شہر کے مضافات میں ایک قریہ بنام ام العرب اور بقول اسحاقی ام دفین ہے وہاں پیدا ہوئیں اور بعض نے کہا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اصل شہر عین شمسی سے ہے جس کا نام اب مطریہ ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ ام العرب ہی کو حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام کے مولد ہونے کا فخر حاصل ہے چنانچہ مورخ ابن خلکان ابواسحاق ابراہیم بن یحیٰی بن عثمان بن محمد کے تذکرہ میں ابونواس کے اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

طَوَالِبُ بِالرُّ کبَانِ غَزَّةَ هَاشِم
وَبِا لفَرَمَامِن حَاجِهِنَّ شُقُورُ

ترجمہ: جو عورتیں قافلہ کے ساتھ غزوہ ہاشم کو جاتی ہیں اور فرما میں بڑے بڑے کام اُن کا انتظار کر رہے ہیں۔

ابونوس کے شعر میں دو لفظ تفسیر کے محتاج ہیں فرما بفتح فا و رائے مہملہ بڑا شہر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں دیار مصر کا دارلحکومت تھا اس علاقہ میں ایک گاؤں ام العرب ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ

یہیں کی تھیں۔

فرما، ریگستان کے شروع میں سائح اور مصر کے درمیان میں ایک مشہور منزل ہے یہ اس شخص کے بائیں ہاتھ پر رہ جاتا ہے جو مصر سے ساحل بحر قلزم پر شام کی جانب جاتا ہو۔ دیکھنے والوں نے کہا ہے کہ یہ مقام ویران پڑا ہے کھنڈروں کے ایک اونچے ڈھیر کے سوا اور کچھ باقی نہیں ہے۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تو عرب کے باپ ہیں اور ان کی ماں اُس گاؤں کی رہنے والی ہیں جس کا نام ام العرب ہے۔ (تاریخ ابن خلکان، ج اول)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا فتحتم مصر فاستو صوابا اهلها خيرا فان لهم ذمة ورحما○

ترجمہ: جب تم مصر فتح کرو تو اس کے لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو کیونکہ ان کا حق اور صلہ رحم (تم پر فرض ہے) یعنی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مولد ہونے کی وجہ سے۔

﴿تاریخ الکامل، ج اول﴾

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

مورخین کے ایک بڑے گروہ نے لکھا ہے کہ وہ قبطیہ اور سنان بن علوان بادشاہ مصر کی لونڈی تھیں لیکن یہ امر تحقیق کے خلاف اور نہایت افسوس ناک اتہام ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے وہ بڑی غلطی میں مبتلا ہیں کیونکہ کسی ذریعہ سے اُن کا لونڈی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو حدیث صحیح بخاری میں آئی ہے اول تو وہ مرفوع نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک موقوف ہے اس کے سوا ابن سعد کی روایت طبقات کبریٰ میں اور حافظ ابونعیم کی روایت میں بھی وقف ہے۔ دوسرے یہ کہ بخاری کی تینوں روایتوں کے الفاظ کتاب البیع، کتاب الانبیا، کتاب النکاح اور نیز مسلم فضائل کی روایت میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں ہے حضرت

ہاجرہ علیہا السلام کے سر یہ (غنیمت جنگ میں حاصل شدہ) یا ملک یمین (خرید شدہ) ہونے کا ادنیٰ شائبہ بھی پایا جائے۔

کتاب البیع میں (اخدم ولیدہ) ہے اور ولیدہ اُس لڑکی کو کہتے ہیں جو خدمت کرے اور خادمہ اور لونڈی میں بڑا فرق ہے اور کتاب الانبیا میں (اخدم ھاجرہ) ہے یہاں بھی ہاجرہ کا خدمت میں دیا جانا اُن کی غلامی کو ثابت نہیں کرتا۔ یہی حال کتاب النکاح والی روایت کا ہے کہ اُس میں (اخدمنی ھاجرہ) اور صحیح مسلم کی روایت میں (اخدمنی خادما) ہے اور ان الفاظ سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا لونڈی باندی ہونا ثابت نہیں ہوتا پھر ایسا سمجھ لینا محض بے بنیاد بدگمانی اور ایک ایسی بے اصل بات ہے جس کو تحقیق اور اصلیت سے کوئی لگاؤ نہیں یہ بھی خیال رہے کہ یہ اصل الفاظ نہیں جو حضرت سارہ علیہا السلام نے کہے تھے کیونکہ اُن کی زبان عربی نہیں بلکہ عبرانی تھی اور رواتیوں میں نقل بالمعنی ہوتے ہیں۔

اُس زمانہ کے حالات پر جو ہم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ لونڈی غلام دو طرح پر ہوتے تھے۔ ''شرا'' (خرید) سے اور ''غنیمت جنگ'' سے یعنی یا تو وہ لونڈی، غلام ہوتے تھے جو لڑائی میں اسیر ہو کر آتے تھے اور وہ (شیبوث حرب) کہلاتے تھے یعنی غنیمت جنگ سیف۔'' یا وہ لونڈی اور غلام کہلاتے تھے جو خرید کئے جاتے تھے اور ان کو (مقنث کسف) کہتے تھے۔ یا اُن کی اولاد لونڈی اور غلام ہوتی تھی۔ وہ (ولید بایث) یعنی ولید البیت یعنی ''خانہ زاد'' تھے حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان سب باتوں سے پاک تھیں پھر وہ کیونکر لونڈی ہوسکتی تھیں اُن کو لونڈی کہنا بہتان عظیم ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت ھود علیہ السلام کی اولاد سے تھیں:

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ''حضرت ہود علیہ السلام'' کی اولاد میں تھیں اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ والی منف کی بیٹی تھیں اور ان کی ماں کا

نام قیلہ ہے۔ قیلہ کاہل بن عدرہ بن معد بن فضاعہ یا راقم بنت عمر بن حفصہ کی بیٹی تھیں۔ ﴿عینی شرح بخاری کتاب الھبۃ بروایت ابن کلبی﴾

اہل کتاب کی تحقیق:

سفر ایشار میں جو یہودیوں کی ایک معتبر تاریخ ہے لکھا ہے کہ بابل دارالسلطنت نمرود میں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کے خاندان کے لوگ رہتے تھے۔ ایک شخص حکیم ہنر مند، ذکی جو اکثر علوم میں کمال رکھتا تھا، اس کا عبرانی نام رقیون تھا مگر اپنی گمنامی اور تنگدستی میں رہنا مناسب سمجھ کر مصر چلا آیا وہاں کے باشندوں پر جو اس کی لیاقت ودانش مندی کی شہرت پھیلی تو بادشاہ مصر نے براہ قدر دانی اعیان سلطنت میں شامل کرلیا، رفتہ رفتہ بالکل حاوی اور بالآخر خود مصر کا بادشاہ ہوگیا یہ پہلا شخص ہے جس کا لقب فرعون ہوا حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسی فرعون کی بیٹی تھیں۔ چنانچہ کتاب برشیث ریاہ (۵۱) میں جو یہود کی مذہبی کتاب ہے لکھا ہے کہ ہاجرہ بادشاہ مصر کی بیٹی تھی۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام بادشاہ کی بیٹی تھیں:

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری جلد چہارم میں لکھا ہے۔

وَكَانَ أَبُوْا هاجِرَہ مِن مُلُوكِ القِبطِ مِن حَقنٍ (بفتح الحاء المهملہ وسکون القاف) قریۃ مصر ۝

ترجمہ: ہاجرہ کا باپ بادشاہان قبط میں سے حقن (کا رہنے والا) تھا جو مصر کا قریہ ہے۔" اور پھر جلد ۵ صفحہ ۲۷۹ میں لکھا ہے" وَكَانَ أَبُوْا هاجِرَہ مِن مُلُوكِ القِبطِ یعنی ہاجرہ کا باپ شاہان قبط سے تھا۔"

ایسا ہی "تاریخ طبری" اور "تاریخ خمیس" سے بھی معلوم ہوتا ہے مگر ان مورخین نے لکھا ہے "قَبلَ ذٰلِكَ المَلِكِ" یا "قبلَ الرِّق" مگر اس کے کیا معنی کہ وہ اس سے پہلے بادشاہ کی بیٹی تھیں" کیا مملوکیت سے بادشاہ کی بیٹی ہونا باطل ہوگیا۔

توریت کے صفحہ اول باب ۱۶ پسوق (آیت ۳) سے ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی تھیں اور وہی لفظ "حضرت سارہ" کی نسبت لکھا ہے یعنی ایشا جورو۔ پھر اسی باب ۱۶ میں لکھا ہے کہ سارہ نے ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجیت میں دیا۔

پس ہمارے یہاں کے جن مورخین نے حضرت ہاجرہ کو لونڈی لکھا ہے وہ ان سے تسامح ہوا ہے۔ (واللہ اعلم)

علامہ ابن ہشام نے کتاب التیجان میں بحوالہ ابن قتیبہ اور ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ حران سے رخصت ہو کر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سرزمین اردن میں پہنچے تو یہاں صادوف بادشاہ تھا۔ اس نے حضرت سارہ علیہا السلام پر ہاتھ ڈالنا چاہا اور جب وہ ناکام رہا جیسا کہ حضرت سارہ علیہا السلام کے بیان میں گذر چکا ہے تو اس نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالہ کر دیا۔

﴿عینی شرح بخاری وتفسیر خطیب شربینی﴾

صادوف غالباً لقب ہے اور اس کا نام عبرانی زبان میں رقیون اور عربی میں سنان بن علوان ہے اور مصر کا دارالسلطنت علاقہ اردن ہی میں بمقام منف ہوگا۔ اردن مصر سے بالکل متصل ہے بلکہ مصر میں شامل سمجھا جاتا تھا ہے۔

ولپی شلومو اسحق مفسر توریت نے کتاب پیدائش کے سولھویں باب کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ فرعون کی بیٹی تھی جب دیکھا (فرعون نے) اُن کرامات کو جو حضرت سارہ سے ظاہر ہوئیں تو کہا کہ بہتر ہے کہ رہے میری بیٹی اُس گھر میں خادمہ ہو کر اس سے کہ ہو دوسرے کے گھر میں ملکہ۔ رخصت کے وقت فرعون نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بھی سمجھایا کہ تیرا ان کے پاس رہنا تیرے لئے میرے پاس رہنے سے بہتر ہے۔

ناز پروردہ اور اطاعت گزار خاتون:

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اگرچہ ایک بادشاہ کی بیٹی اور نہایت ناز پروردہ تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو بڑی عقل سلیم عطا فرمائی تھی اور اپنے ماں باپ کی اطاعت گزاری کو وہ فرض سمجھتی تھیں اور جو رقیون کا خیال تھا وہی اُنھوں نے سمجھ لیا کہ یہ دونوں بزرگ اور صاحب برکت ہیں، ان کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت بھی اچھی ہوگی چنانچہ وہ حضرت سارہ کے ساتھ آ گئیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام خوشی خوشی اُن کو اپنے گھر لے آئیں اور حضرت سارہ علیہا السلام نے تمام واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیان کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا اِس کے بعد مصر سے ہجرت کا ارادہ کیا تو فرعون نے اُن کے لئے پیادے مقرر کئے تاکہ بحفاظت پہنچا دیں چنانچہ یہ سب لوگ بہ آرام واطمینان مال واسباب اور لونڈی غلام اور مویشیوں کو لئے ہوئے جو فرعون نے آپ کو دے تھے بخیر وخوبی مقام سبع میں پہنچ گئے۔ جہاں آپ نے پہلے سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بدولت دولتمند و مالدار ہوگئے۔ چنانچہ توریت میں لکھا ہے۔

''اور کوچ کیا ابراہیم علیہ السلام نے مصر سے اُس نے اور اُس کی بیوی نے مع کل مال کے اور مع لوط علیہ السلام کے شمال کی طرف''۔

اب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے اہل بیت فراغت اور اطمینان سے رہنے لگے تھے لیکن سبع کے باشندوں نے پریشان کیا اور آپ کے بنائے ہوئے کنویں پر قبضہ کر لیا تب آپ قط میں جا رہے اِن دونوں کی یکجائی کی برکت سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی بہت حالت بدل گئی۔ عقل سلیم، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے رکھی تھی۔ اب جو ایک نبی کی تربیت وتعلیم ونگرانی حاصل ہوئی تو طبیعت کی پہلے سے زیادہ اصلاح ہوگئی۔ وہ نہایت نیک بخت فرماں بردار خاتون ثابت ہوئیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام کو سب کچھ خدا کا دیا حاصل تھا لیکن بے اولادی نے افسردہ بنا رکھا تھا۔ دس سال تک تو محروم ہی رہیں آخر کار حضرت سارہ علیہا السلام نے اپنے عزیز شوہر سے کہا کہ ''حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو نکاح میں لایئے شاید اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے کوئی اولاد دے''۔

حضرت سارہ علیہا السلام کی عمر چھیاسی برس ہو چکی تھی اور اولاد کی کوئی امید نہ تھی اگرچہ وہ ایک دفعہ دعا بھی مانگ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اولاد دینے کا وعدہ بھی فرمایا تھا۔ ﴿تاریخ طبری ج اول﴾

لہٰذا انہوں نے سوچا کہ شاید یہ اولاد حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہی کے بطن سے ہونے والی ہو چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کی اجازت سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو زوجیت کی عزت بخشی خدا کی شان کہ ایک سال کے بعد وہ حاملہ ہوئیں۔ اب اُن کو بے حد مسرت تھی کہ میرے بطن سے جو اولاد ہوگی تو میں اور زیادہ محبوب ہو جاؤں گی لیکن حضرت سارہ علیہا السلام کے دل میں بتقاضائے بشریت یہ خیال گزرا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اب مجھے حقیر سمجھنے لگی ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ یہ ناانصافی جو مجھ پر ہوئی ہے آپ کے ذمہ ہے کہ میں نے اپنی خادمہ آپ کو بخشی اور اب جو وہ حاملہ ہوئی تو مجھے کم مرتبہ لگی ہے۔ میرا اور آپ کا انصاف خدا کے ہاتھ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اب بھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو اپنی خادمہ سمجھو اور جو مناسب ہو کرو۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پر سختی شروع کی یہاں تک کہ مجبوراً اُن کو گھر چھوڑنا پڑا اور وہ ایک میدان بیابان میں چلی گئیں تھکی ماندی ایک چشمہ پر پہنچ کر بیٹھ گئیں جو صور کی راہ میں تھا۔

وہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے خواب میں الہام ہوا کہ تم پھر واپس جاؤ اور حضرت سارہ علیہا السلام کے تابع ہو کر رہو۔ اللہ وہاں تمہیں بیٹا دے گا اور اُس کی اولاد کو اتنی برکت عطا کرے گا کہ بے شمار ہوگی اور بیٹے کا نام اسمٰعیل (علیہ السلام)

رکھنا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا اور واپس گئیں۔

﴿قصص الانبیاء ابن کثیر بحوالہ اہل کتاب﴾

چنانچہ مدت حمل پوری ہونے کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور وحی اتری کہ اس لڑکے کے بارہ بیٹے ہوں گے اور ہر ایک بیٹا ایک بڑے سلسلہ کا جدامجد ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چونکہ یہ پہلے اور اکلوتے بیٹے تھے آپ ان سے انتہا درجہ کی محبت کرتے اور فرط محبت سے ہر وقت گود میں لئے رہتے پیار کرتے۔ ان کی وجہ سے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی خاطر بھی رفتہ رفتہ زیادہ عزیز ہوگئی تھی جب یہ عزت اور نعمت حضرت بی بی ہاجرہ علیہا السلام نے پائی۔

حضرت سارہ علیہا السلام کو یہ بات سخت ناگوار گذری پھر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت مجبور کیا اور قسم دے کر کہا کہ اس لونڈی اور اس کے بچے کو گھر سے نکال دو میں ہرگز اپنے گھر میں اسے نہ رہنے دوں گی بلکہ مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ وہ اِس بستی میں رہے۔ (یہاں پر حضرت سارہ علیہا السلام نے جو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو لونڈی کہا اس سے یہ استدلال نہیں ہوسکتا کہ وہ لونڈی تھیں بلکہ عورتیں اس طرح غصہ میں طرح طرح کی باتیں کہہ دیتیں ہیں)

حضرت حاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ علیہا السلام رشک کرنے لگیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان ماں بیٹا کو میری آنکھوں سے اوجھل کرو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر روانہ ہوئے اور اس بے آب و گیاہ وادی میں انہیں ٹھہرایا گیا جہاں اب مکہ مکرمہ کا شہر آباد ہے۔

بے آب و گیاہ وادی میں بسیرا:

کہتے ہیں کہ ان دنوں حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے بچے تھے۔ جب آپ اس وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر واپس ہوئے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے

ان کا دامن تھام لیا اور بولی ابراہیم! ہمیں پریشانی کی حالت میں اکیلے وتنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے۔

جب حضرت حاجرہ علیہا السلام نے بار بار یہی کہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا تو پوچھا: اے ابراہیم کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اور خاموش ہو گئے حضرت حاجرہ علیہا السلام نے کہا اگر یہ میرے رب کا حکم ہے تو پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

ناک اور کان چھدوانے کی ابتداء:

شیخ ابو محمد بن ابی زید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''النوادر'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت سارہ علیہا السلام کو حضرت حاجرہ علیہا السلام پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے قسم اُٹھائی کہ وہ حاجرہ کے جسم کے تین اعضاء کاٹے گی۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم دیا کہ حاجرہ اپنے کان اور ناک کو چھدوائے اور اسی طرح وہ اپنی قسم سے بری ہو گئی۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام عورتوں میں سب سے پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ختنہ کرایا سب سے پہلے انہوں نے کان چھدوائے اور سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنا دامن لمبا کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتیں جو آزار بند بناتی ہیں اسے انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے سیکھا۔ کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی آزار بند بنایا تا کہ اپنا جسم حضرت سارہ علیہا السلام سے چھپائیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے آئے اور (ان دنوں) حضرت اسماعیل علیہ السلام کو آپ دودھ پلا رہی تھیں یہاں تک کہ آپ نے انہیں بیت اللہ شریف کے پاس زمزم کے قریب مسجد کی بلند جگہ بٹھا دیا۔ ان دنوں مکہ میں کوئی شخص بھی نہیں تھا اور نہ وہاں کہیں پانی کا نام ونشان تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان ماں بیٹا کو وہاں چھوڑ دیا

ان کے پاس صرف ایک تھیلہ تھا جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشک تھی جس میں پانی تھا آپ علیہ السلام نے یہ سامان رکھ دیا اور واپس پلٹے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ (ہاجرہ) ان کے پیچھے ہو لیں اور کہنے لگیں۔ اے ابراہیم! اس وادی میں آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جانے لگے جس میں نہ تو کوئی انسان ہے اور نہ کوئی ضرورت کی چیز؟ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے بار بار پوچھا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا آخر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے عرض کیا: کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔ حضرت ہاجرہ بولی: ٹھیک ہے پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور پھر واپس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آ گئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ ثنیہ کے پاس پہنچے جہاں سے وہ (دونوں) آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے آپ قبلہ رو ہوئے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے لگے۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم ربنا لیقیموا الصلوۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ○ ﴿سورۃ ابراہیم﴾

ترجمہ: اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک نالے میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔ اے میرے رب اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں تو تُو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ احسان مانیں۔ ﴿کنزالایمان﴾

حضرت حاجرہ علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی رہیں آپ نے پیاس محسوس کی اور آپ کا بچہ بھی پیاس سے بلک اُٹھا چنانچہ وہ بچے کی طرف دیکھتی رہیں کہ (مارے پیاس کے) وہ تڑپ رہا ہے۔ لیکن وہ اس حالت کو زیادہ

دیر نہیں دیکھ سکتی تھیں اس لئے وہاں سے چل پڑیں قریب ہی صفا کی پہاڑی نظر آئی اس پر کھڑی ہو گئیں اور وادی کی طرف منہ کر کے نظر دوڑائی کہ کوئی ہو تو نظر آ جائے۔ لیکن کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ آپ صفا سے اتریں حتیٰ کہ بطن وادی تک پہنچ گئیں۔ دامن اُٹھا کر پھر دوڑ پڑیں جیسا کہ مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے اور نشیب کو پیچھے چھوڑتے ہوئے مروہ پہاڑ پر چڑھ گئیں۔ وہاں کھڑے ہو کر اور اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ہو تو نظر آئے لیکن وہاں بھی کوئی نظر نہ آیا۔ اس طرح آپ نے (صفا اور مروہ کے درمیان) سات چکر لگائے۔

چشمہ زمزم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے لوگ ان دونوں (صفا اور مروہ) پہاڑوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ (ساتویں بار) وہ مروہ پر پہنچیں۔ تو انہوں نے ایک آواز سنی اور اپنے دل میں کہا ٹھہرو۔ پھر انہوں نے اچھی طرح کان لگائے تو پھر بھی یہی آواز سنی۔ تب آپ نے فرمایا: (اے شخص) تو نے (اپنی آواز تو) سنا دی۔ کاش تیرے پاس فریاد رسی کو کچھ ہو۔ اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ مقام زمزم پر ایک فرشتہ ہے۔ اس نے اپنی ایڑی سے زمین پر ٹھوکر ماری یا اپنے پر سے ضرب لگائی۔ تو پانی ظاہر ہو گیا۔ (دوسری روایت کے مطابق کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے پانی کا چشمہ بہہ نکلا)۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام مٹی سے پانی کے اردگرد حوض سا بنانے لگیں اور چلو بھر بھر کر پانی سے مشک بھرنے لگیں۔ مگر چلو بھرنے کے بعد (چشمہ) جوش مارنے لگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں'' یا یہ فرمایا: ''کہ وہ پانی کا چلو نہ بھرتیں'' تو زمزم ایک بڑا چشمہ بن جاتا

فرماتے ہیں کہ پھر حضرت حاجرہ علیہاالسلام نے پانی پیا۔ اور بچے کو اپنا دودھ پلایا تب آپ سے فرشتے نے مخاطب ہو کر کہا ہلاکت کا خوف نہ کرو۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جسے (نئے سرے سے) یہ بچہ اور اس کا والد گرامی تعمیر کریں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔

مکہ کے گرد آبادی:

کعبۃ اللہ ایک ٹیلے کی مانند سطح زمین سے قدرے بلند جگہ تھی۔ سیلاب آتے اور وہ اسے دائیں بائیں سے کاٹ کر لے جاتے۔ اسی طرح حضرت حاجرہ علیہاالسلام یہاں قیام پذیر رہیں حتیٰ کہ بنو جرہم کے کچھ لوگوں کا یہاں سے گزر ہوا۔ یا (یہ فرمایا) کہ جرہم کے کچھ لوگ کداء کے راستے سے واپس آتے ہوئے یہاں سے گزرے۔ قافلہ والے وادی کی نشیب میں اترے تو انہوں نے ایک پرندہ کو منڈلاتے ہوئے دیکھا۔ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے ضرور پرندہ پانی پر منڈلا رہا ہوگا۔ حالانکہ ہم بھی تو اسی وادی میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور کہیں پانی کا نام ونشان نہیں ہے۔ انہوں نے ایک یا دو آدمی بھیجے۔ وہ (تلاش کرتے کرتے) پانی پر جا پہنچے اور واپس آکر دوسرے لوگوں کو (پانی کی موجودگی کی) اطلاع دی۔ تمام لوگ اسی طرف چل دیئے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پانی کے قریب تشریف فرما تھیں۔ ان لوگوں نے یہاں فروکش ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت حاجرہ علیہاالسلام کے لئے یہ لوگ غنیمت ثابت ہوئے۔ کیونکہ آپ انسانوں کو چاہتی تھیں۔ چنانچہ وہ لوگ مقیم ہو گئے اور انہوں نے اپنے اہل وعیال کو بھی وہیں بلوالیا۔

بنو جرہم کے لوگ وہاں مقیم رہے یہاں تک کہ کچھ لوگ گھر والے ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور ان سے عربی زبان سیکھی اور فصاحت و بلاغت میں ان پر بازی لے گیا یہاں تک کہ انہیں حیران کر دیا۔ اب جان

پہچان ہوگئی تو انہوں نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے ان کی شادی کر دی۔

بیٹے سے ملاقات کے لئے مکہ میں:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو چکی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو ملنا چاہتے تھے۔ بچے سے ملاقات نہ ہو سکی۔ آپ نے ان کی بیوی اپنی بہو سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ہمارے لئے رزق تلاش کرنے گئے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بہو سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بسر اوقات اور حالات کے متعلق پوچھا۔ لڑکی نے کہا ہم بہت بُری حالت میں ہیں یعنی بہت مشکل سے گزارا کر رہے ہیں اور ہماری مالی حالت اچھی نہیں ہے۔

الغرض انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شکایت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جب تیرا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ تبدیل کر لے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو روحانی طور پر نبوت کی خوشبو محسوس کی اور پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا۔ بیوی نے بتایا کہ ہاں اس شکل وصورت کے ایک بزرگ تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا میں نے انہیں آپ کے متعلق بتایا۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہاری گزر بسر کیسی ہے۔ تو میں نے انہیں بتایا کہ ہم بڑی مشکل اور تنگ دستی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا۔ کیا ان بزرگوں نے آپ کو کوئی وصیت بھی فرمائی۔ بیوی نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: کہ میں آپ سے ان کا سلام کہوں۔ نیز آپ کو ان کا یہ پیغام بھی دوں کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے والد محترم تھے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے سے الگ کر

کے میکے بھیج دوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے دی اور اسی خاندان کی ایک عورت سے شادی کرلی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عرصے تک تشریف نہ لائے۔ ایک دن پھر آنا ہوا لیکن اس بار بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہوسکی۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کے متعلق پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ رزق کی تلاش میں تشریف لے گئے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے پرسش احوال اور گزر بسر کے بارے میں پوچھا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے بتایا کہ ہم بالکل خیریت سے ہیں اور اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ اس نے اللہ کی حمد وثنا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ گوشت آپ علیہ السلام نے پوچھا تمہارا مشروب کیا ہے؟ اس نے کہا پانی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ ''اے اللہ انہیں گوشت اور پانی میں برکت دے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ صرف گوشت اور پانی پر مکہ کے سواء کہیں کوئی شخص گزارا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں اس کے مزاج کے موافق نہیں ہوسکتیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو سے فرمایا: جب تیرا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ قائم رکھو۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام تشریف لائے تو پوچھا: کیا کوئی آیا تھا؟ بیوی نے بتایا کہ ہاں ہمارے گھر ایک بہت خوبصورت بزرگ تشریف لائے تھے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت تعریف کی اور بتایا کہ اس بزرگ نے مجھ سے آپ کے متعلق پوچھا۔ میں نے انہیں بتایا۔ انہوں نے مجھ سے ہماری گزر بسر کے بارے میں بھی پوچھا: میں نے انہیں عرض کی کہ ہم بالکل خیریت سے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا: کیا انہوں نے آپ کو کوئی وصیت بھی فرمائی؟ کہنے لگیں۔ ہاں: وہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور حکم دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ

قائم رکھو، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بتایا: وہ میرے والد گرامی تھے اور آپ دروازے کی چوکھٹ ہیں۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو اپنے پاس رکھوں۔

اس واقعہ کے تقریباً بارہ سال کے بعد حضرت ہاجرہ نے انتقال فرمایا اور مقام حجر میں دفن کی گئیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنی جُرہم کے ساتھ کفن دفن کے مراسم اپنے ہاتھوں ادا کئے۔

یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کس قدر بے نفس و بے جگر تھیں اللہ نے طبیعت میں شوہر کی رضا پر راضی رہنے کا وہ مادہ دیا تھا کہ بے عذری اور ہمت کے ساتھ سنسان بیابان میں رہنا گوارہ کیا۔ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کی اجازت سے ہر سال حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھنے ایک بار ضرور آیا کرتے تھے۔

فائدہ:

مزید تفصیل کے لئے مولانا محمد عبدالاحد قادری دامت برکاتھم العالیہ کی کتاب ''سیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام'' کا مطالعہ کریں۔

❀❀❀

حضرت قطورا علیہا السلام

زوجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت سارہ علیہا السلام جب تک زندہ رہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کی وجہ سے کسی دوسری عورت سے اپنا عقد نہیں کیا۔ لیکن اُن کی وفات کی تھوڑی مدت بعد ایک اور عورت کو آپ اپنے نکاح میں لائے جس کا نام قطورا یا قنطورا تھا۔

قطورا کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھ لڑکے پیدا ہوئے جن کے نام بترتیب یہ ہیں۔ زمران۔ یقسان۔ مدائن۔ ریان۔ اسباق۔ سوخ۔ جیسا کہ توریت کتاب پیدائش باب ۲۵ سے ثابت ہوتا ہے۔

توریت میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی سب جائیداد حضرت اسحٰق علیہ السلام کو دے دی اور دوسری ازواج کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی تھی اُسکو کچھ انعام دے کر اپنی زندگی میں پورب کی سرزمین کی جانب بھیج دیا۔ تا کہ وہیں سکونت اختیار کریں اور وہیں اُن کی نسل پھیلے۔ لیکن قطورا کے علاوہ کسی اور حرم کا نام توریت میں مذکور نہیں ہے گو یہ ضرور پایا جاتا ہے کہ قطورا کے علاوہ اور ازواج بھی آپ کی تھیں۔

قطورا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد زندہ تھیں مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کب تک حیات رہیں اور کہاں اور کیونکر اُن کا انتقال ہوا۔

مورخ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ قطورا یا قنطورا سر زمین کنعان

ی رہنے والی تھی اور اس کے باپ کا نام یقطن تھا۔ ﴿ابن خلدون﴾

ائدہ:

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہاں سب سے پہلے حضرت حاجرہ قبطیہ مصریہ علیہا السلام کے بطن پاک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر آپ کی چچازاد بیوی حضرت سارہ علیہا السلام سے ان کے ہاں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ پھر آپ نے حضرت قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے شادی فرمائی اور ان کے بطن سے آپ کے چھ بچے، مدین، زمران، سرخ، یقشان، نشق چھٹے کا نام معلوم نہیں پیدا ہوئے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت حجون بنت امین سے شادی فرمائی جن سے آپ کے پانچ بچے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ کیسان، سورج، امیم، لوطان اور نافس۔

﴿قصص الانبیاء مترجم ناشر قادری رضوی کتب خانہ لاہور﴾

حضرت حجور یا حجین

زوجہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور عورت سے بھی نکاح کیا جس کا نام حجورا تھا۔ اس کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سات بیٹے پیدا ہوئے۔ لیکن مورخ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک تیسری بیوی اور تھیں جن کا نام حجون یا حجین تھا یہ بی بی اہب نامی ایک شخص کی بیٹی تھیں اور طبری اور ابن اثیر نے اہب کو ارہیر یا اہیر لکھا ہے۔ اور امام ابن کثیر نے قصص الانبیاء میں حجون بنت امین لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے قطورا کی موجودگی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بی بی سے عقد کرلیا تھا۔ اور یہ بھی غالباً سرزمین کنعان ہی کے رہنے والی تھی اس کے بطن سے پانچ بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام بترتیب یہ ہیں۔ کیسان۔ فروخ۔ امیم۔ لوطان۔ نافس۔ توریت میں اس بی بی کا ذکر مذکور نہیں ہے۔ اور نہ کہیں ان کی اولاد کا نام بیان کیا گیا ہے۔

اور علامہ طبری بنو قطورا کا ذکر کرتے ہوئے یفشان کے ذکر کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ اور باقی سب کے لڑکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حجور یا حجون نامی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لڑکوں کی صحیح تعداد اِس بنا پر تیرہ ہوئی اور اِس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

و سب لڑکوں سے بڑے تھے حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام بطن حضرت سارہ علیہا السلام سے اور چھ لڑکے قطورا سے۔ جیسا کہ توریت میں مذکور ہے اور پانچ لڑکے امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی رو سے حجین یا حجون کے بطن سے اور علامہ طبری کے بیان کے موافق حجور بنت ارہر کے بطن سے پیدا ہوئے افسوس کہ مزید حالات حجوریا یا حجیر یا حجون کے کسی تاریخ سے نہ معلوم ہو سکے۔

واعلہ
زوجہ
حضرت لوط علیہ السلام

اِس عورت کا نام اکثر تاریخ نگاروں کی تحریر کے موافق واعلہ تھا اور امام ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت" باروق، ہلفسع، نام بھی لکھا ہے وہ صورت کی اچھی مگر سیرت کی بُری تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اُس کی ذات سے جو راحت پہنچی اور جو مدد ملی اس کا ظاہر و باطن یکسان نہ تھا وہ دکھانے کو اپنے شوہر کی فرمانبردار اور مسلمان مگر حقیقت میں منافق اور اپنی قوم کی ہم خیال اور حمائتی بنی رہی۔ اِس کے عقائد اور مذہبی خیالات بہت خراب تھے قرآن شریف میں کئی جگہ اس کا ذکر ہے۔

شادی کا سبب:

سدوم میں جانے اور اِس سے بیاہ کرنے کا یہ سبب ہوا کہ مقام سبع میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے مویشی زیادہ ہو گئے تو یک جگہ قیام کرنا دشوار معلوم ہونے لگا اِسی عرصہ میں دونوں کے چرواہوں میں لڑائی ہوگئی تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمارا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ آگے چل کر اور جھگڑے بڑھیں لہذا مناسب ہے کہ تم پورب کی طرف چلے جاؤ یا میں چلا جاؤں اور تم یہاں رہو۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے دل و دماغ میں غور کرنے کے بعد اپنی املاک سمیت مقام سدوم میں آ گئے یہ مقام سرحد شام وحجاز کے درمیان بلاد فلسطین کے متصل اردن کی ترائی میں واقع ہے۔

﴿تاریخ مسعودی، ج اول﴾

ابھی یہاں آئے کچھ زیادہ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ ایک سردار نے
بیٹی واعلہ سے آپ کا عقد کردیا اب سدوم میں رہنے کی مستقل صورت نکل آئی
مسافرانہ حالت نہیں رہی مگر اِس وقت تک آپ کو اس قوم کی حالت کے صحیح
ازہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا آپ نے واعلہ کے ساتھ نکاح کیا تھا بھلائی سوچ
اور پیش آئی بُرائی۔ کیونکہ اردن کی ترائی میں اس وقت پانچ بڑی بڑی بستیاں
تھیں۔ سدوم۔ عمور۔ اردومہ۔ ساعور۔ صغر۔ اِن سب میں سدوم بہت بڑی
تھی لیکن صغر کے سوا باقی اور چاروں بستیوں کے باشندوں کی اخلاقی حالت
یت خراب ہورہی تھی۔ اُن میں بہت بت پرستی کے علاوہ بعض نہایت شرمناک
وتیں پیدا ہوگئی تھیں وہ بدکاریوں کے اِس قدر خوگر ہورہے تھے کہ بھلے بُرے کی
ز اُن کے دل ودماغ سے سلب ہوگئی تھی۔

ان میں قوم شرمناک عادتوں کا ذکر:

ان کی شرمناک عادتوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اُنھیں مخاطب
کے یوں بیان فرمایا ہے۔

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اَئِنَّكُمْ
تَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ○

﴿سورۃ العنکبوت﴾

جمہ: تم بے شک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی
نے نہ کیا، کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو اور اپنی مجلس میں
ی بات کرتے ہو۔ ﴿کنزالایمان﴾

یعنی راہ گیروں کو قتل کر کے ان کے مال کو لوٹ کر اور یہ بھی کہا گیا ہے وہ
سافروں کو کے ساتھ بدفعلی کرتے تھے حتیٰ کہ لوگوں نے اس طرف گزرنا موقوف
کر دیا تھا جو عقلاً وعرفاً قبیح وممنوع ہے جیسے گالی دینا، فحش بکنا، تالی اور سیٹی بجانا،

ایک دوسرے کو کنکریاں مارنا، راستہ چلنے والوں پر کنکریاں پھینکنا، شراب پینا، تمسخر اور گندی باتیں کرنا ایک دوسرے پر تھوکنا وغیرہ ذلیل افعال و حرکات جن کی قوم لوط عادی تھی۔ ﴿تفسیر خزائن العرفان از سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ﴾

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ قوم لوط کی برائیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ ڈاکہ ڈالتے، راہ گیروں سے مال لوٹ لیتے۔ اپنے دوستوں سے خیانت کرتے اور پھر اپنی مجلسوں میں ان واقعات پر فخر کرتے اور ایک دوسرے کو اپنی بدمعاشیوں اور ظلم و زیادتی کے واقعات مزے لے لے کر سناتے۔ وہ ان مجلسوں میں سرعام ایسی ایسی باتیں کرتے جنہیں سن کر شیطان بھی شرما جائے اور طرح طرح کی برائیاں کر کے اہل مجلس سے داد وصول کرتے۔

کہا جاتا ہے وہ ان مجلسوں میں ایک دوسرے کے گوز مارنے (یعنی آواز سے ہوا خارج کرنا) میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کرتے، بارہا ایسا بھی ہوتا کہ بھری مجلس میں کسی جوان کو لٹا کر بدفعلی شروع کر دیتے اور کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگتی، اگر کوئی نصیحت کرتا تو اس کا مذاق اڑاتے اور نہ انہیں کیے ہوئے گناہوں پر ندامت ہوتی اور نہ آنے والے دنوں میں اس طریقہ بُرائی کو ترک کرنے کا خیال آتا۔ ﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

قوم کو تبلیغ اور بیوی کی بھی مخالفت:

آخر جب ساری قوم کی بداخلاقیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوط علیہ السلام کو رسالت کا مرتبہ دیا گیا اور حکم ہوا کہ اس قوم کو ہدایت فرمائیں اور کفر و بداعمالی کی ظلمت سے نکال کر ایمان و اخلاق کے روشن اور سیدھے راستہ پر لائیں۔ چنانچہ آپ نے نصیحت اور اصلاح شروع کی۔ مگر قوم تو کیا واعلہ بھی بات بات پر مخالفت کرنے لگی اور احکام نبوت پر ہنسی اُڑانے لگی یہ مخالفت اُس کی کھلم کھلا تو نہیں مگر بالکل خلاف امید تھی جس وقت سے آپ نے

فرائض رسالت کی بجا آوری شروع کی اُس وقت یہ خیال تھا کہ بیوی سے بھی مدد ملے گی اور کم سے کم اُس کے خاندان میں ضرور آپ کی کوششیں کامیاب ہونگی لیکن افسوس ہے کہ یہ خیالات غلط ثابت ہوئے۔ واعلہ کا طرزِ عمل بہت بُرا نظر آیا، اُس نے اپنی بدنصیبی سے قوم کی رفاقت کو شوہر کے حقوق سے بڑھ کر سمجھا پھر بھی آپ برابر سب کو سمجھاتے رہے لیکن وہ کسی طرح راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اِن ہٹ دھرمیوں میں واعلہ بھی در پردہ برابر کی شریک بنی رہی، وہ ایسی باتیں کرتی تھی جو حضرت لوط علیہ السلام کی ذلت اور دل دکھنے کا سبب ہوتی تھیں لیکن آپ اپنا خون جگر پیتے غم کھاتے مگر ضبط سے کام لیتے رہے اور متفکر تھے کہ کیا کریں کیونکر اس کو راہ راست پر لائیں آپ نے ہزار سمجھایا بجھایا اور عذاب الٰہی سے ڈرایا، دھمکایا لیکن واعلہ اور اس کی قوم کو آپ پر ایمان لانے اور اُن کے حکم پر عمل کرنے کی کبھی توفیق نہ ہوئی۔

آخر اپنی ساری قوم کے ساتھ وہ بھی عذاب سخت میں گرفتار ہوئی اور اپنے عزیز شوہر کی عمدہ باتوں پر کانوں نہ دھرنے کا پورا عذاب بھگتنا پڑا۔ وہ انیس (۱۹) سال حضرت لوط علیہ السلام کی خدمت میں رہی مگر اس برگزیدہ شوہر کی صحبت کو برکت واعلہ کے بطن سے حضرت لوط علیہ السلام کی چند لڑکیاں بھی ہوئیں جن کی شادیاں اُسی قوم میں کردی گئی تھیں لیکن صرف دو بیٹیاں مسلمان اور بن بیاہی تھیں جو برابر اپنے باپ کا رنج وخوشی میں ساتھ دیتی رہیں۔ صرف انھیں نے نجات بھی پائی اور باقی سب بیٹی داماد ہلاک ہو گئے۔

واعلہ اور اُس کی قوم و وطن کی بربادی وہلاکت کا قصہ نہایت پردرد اور افسوس ناک ہے جس کو ہم بھی ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں تا کہ عبرت کا باعث ہو۔

فرشتوں کا خوبصورت شکل میں آنا:

جب واعلہ کی قوم آپ کے حُسن سلوک سے ذرا بھی متاثر نہ ہوئی نہ

اپنے بُرے کاموں سے باز آئی اور اُس کی بدکرداری حد کو پہنچ گئی تو آپ نے اس قوم کے لئے بددعا کی۔ ابھی بددعا کئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تینوں فرشتے بھیجے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ولادت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دے کر ادھر چلے آرہے تھے ٹھیک دوپہر کے وقت یہ شہر سدوم کے کنارے پہنچے یہاں حضرت لوط علیہ السلام کی ایک صاحبزادی سے ملاقات ہوئی یہ اپنے گھر کے لئے پانی بھر کر لیجانا چاہتی تھیں تینوں نو وارد بڑھے اور کہا کہ یہاں آپ کا کوئی ایسا گھر بھی ہے کہ ہم ایک رات ٹھہر سکیں۔؟

صاحبزادی حوصلہ مند اور نبی کی بیٹی تھیں کیونکر ممکن تھا کہ مہمان آئے اور وہ میزبانی کی شریفانہ خدمت سے پہلوتہی کریں۔ اُنھوں نے فرشتوں سے کہا کہ جی ہاں! گھر بھی موجود ہے اور آپ کے آرام کی سب چیزیں بھی ہیں۔ لیکن جب تک میں نہ آؤں آپ یہیں ٹھہریں۔ اب یہ جلدی سے اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ نہر کے کنارے تین جوان آئے ہوئے ہیں میں نے تو ایسے ذی وجاہت اور خوبصورت لوگ کبھی نہیں دیکھے اُنھیں خاموشی سے لے آئیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی قوم کے لوگ اُنھیں مل جائیں اور پھر ندامت ورسوائی حاصل ہو میں اُنھیں اپنے یہاں ٹھہرانے کا وعدہ کر چکی ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام کو پہلے تو کچھ تردد ہوا لیکن یہ کب گوارا تھا کہ ہمارا مہمان رسوا ہو آپ جلدی سے فرشتوں سے جا کر ملے اور اُن کو بڑی عزت اور خاطر سے گھر میں لا کر ٹھہرایا۔

بیوی کی غداری اور لوگوں کا اندھا ہونا:

حضرت لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے سوا اور کسی کو اِن مہمانوں کے آنے کی خبر بھی نہ ہوئی لیکن ان کو آئے ہوئے ابھی تھوڑی دیر بھی نہ گذری تھی کہ واعلہ چپکے سے گھر سے نکلی اور اپنی قوم کے اشراف کو خبر دے دی کہ تین خوبصورت

نوجوان آج ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ آپ اُنھیں اپنا مہمان بنائیں اور اگر حضرت لوط علیہ السلام انکار کریں تو زبردستی اُس سے چھین لائیں یہ ایسے خوش ادا اور خوبصورت ہیں کہ کبھی میں نے ایسے لوگ نہیں دیکھے چنانچہ انھوں نے دس آدمی اِس غرض سے بھیجے، یہ لوگ آئے اور حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ مہمان ہمارے حوالے کئے جائیں آپ نے بہت سمجھایا۔ مگر جب یہ بدنصیب قوم کسی طرح نہ مانی تو آپ نے صاف انکار کردیا۔ ان لوگوں نے زبردستی مہمانوں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پکڑ کر لے جانا چاہا تو اُسی وقت وہ سب لوگ اندھے ہوگئے اب کچھ نظر نہیں آتا تھا آخر بھاگے اور گرتے پڑتے اپنی قوم میں پہنچ کر کہا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنے یہاں جادوگروں کو ٹھہرایا ہوا ہے انھوں نے ہمیں اندھا کردیا یہ سن کر ساری قوم غصہ کے مارے آپے سے باہر ہوگئی اور جمع ہوکر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان پر امنڈ آئی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام باہر تشریف لائے اور انہوں نے اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں بند ہوگئیں حتیٰ کہ ان کی نظر بلکل ختم ہوگئی نہ انہیں کوئی مکان نظر آتا نہ کنواں اور نہ راستے کے نشانات۔ وہ دیواروں کو ٹٹول، ٹٹول کر گھر پہنچے۔ بد بخت اب بھی اللہ کے رسول کو دھمکیاں دے رہے تھے کہ ٹھیک ہے کل اپ سے نمٹ لیں گے۔ ﴿قصص الانبیاء علامہ ابن کثیر﴾

عذاب کا پیغام:

آپ بہت گھبرائے اور بے اختیار زبان سے نکل گیا۔

لَوْ اَنَّ لِیْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ○

ترجمہ: کاش آج مجھے کوئی قوت حاصل ہوتی یا کسی محفوظ ٹھکانے میں پناہ لے سکتا۔

واعلہ تو خوش تھی کہ اب حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے کئے کی سزا ملے گی اور

ساری نصیحت گری آج نکل جائے گی مگر قبل اس کے کہ وہ لوگ حملہ کریں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دی اور کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہیں یہ لوگ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ صبح تک ہلاک ہوجائیں گے، آپ بال بچوں سمیت راتوں رات اس بستی سے نکل جائیں مگر یہ خیال رہے کہ کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے ہم اس بستی کے باشندوں پر عذاب الٰہی نازل کرنے اور انھیں مٹا دینے کے لئے آئے ہیں صبح تک یہ ساری قوم فنا ہوجائے گی اور اپنے ظلم و بدکاری کا خمیازہ اٹھائے گی۔

حضرت لوط علیہ السلام کی ہجرت:

حضرت لوط علیہ السلام یہ سن کر مطمئن بلکہ خوش ہوئے کیونکہ ان کے مظالم سے تنگ آگئے تھے اور فرمایا کہ یہ سب اسی وقت ہلاک ہوجائیں تو اچھا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اس کے لئے وقت صبح کا وقت مقرر کیا گیا ہے اور صبح بھی (کچھ دور) نہیں ہے غرض دن اس گڑبڑ میں گزرا اور شام ہوتے ہی حضرت لوط علیہ السلام رخت سفر باندھا اور اپنی دونوں بیٹیوں اور بیوی کو باصرار ساتھ لے کر روانہ ہوئے اپنی بیٹیوں اور دامادوں سے بھی بہت کہا وہ کسی طرح ساتھ چلنے پر راضی نہ ہوئے۔ واعلہ بھی خوشی سے جانا نہیں چاہتی تھی تاہم اُسے مخالفت نہ کرتے بنی اور مجبوراً باظہار فرمان برداری ساتھ ہوگئی مگر وہ بار بار مڑ مڑ کے اپنی بستی کو دیکھتی جاتی تھی۔

عذاب کا نزول:

جب صبح کے آثار نمایاں ہوئے اور وعدہ کا وقت آگیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنے قوی بازوؤں کو زمین میں ڈال کر صغر کے سوا اور چاروں بستیوں کو آسمان تک اُٹھا کر لے گئے اور وہاں سے اس زور سے الٹ کر دے مارا کہ تمام قوم آن واحد میں ہلاک ہوگئی جس وقت یہ چاروں بستیاں اوندھی گری تو ایک

نہایت ہی دہشت ناک اور بڑے زور کی آواز آئی جوان جانے والوں نے بھی سنی مگر فرشتوں کی ہدایت اور خوف عذاب کے مارے پیچھے مُڑ کر نہ دیکھا البتہ واعلہ یہ بھیانک آواز سُن کر بہت گھبرائی پیچھے مُڑ کر دیکھا اور کہا کہ ''وَاقَوْمَا'' ''ہائے میری قوم'' اس کی زبان سے ابھی اتنا ہی جملہ نکلا تھا کہ ایک پتھر بڑی زور سے آکر لگا اور یہ وہیں مر کے نمک کا ڈھیر ہو کر رہ گئی اور دنیا کو اپنی ہلاکت ونافرمانی سے عبرت آمیز سبق دے گئی۔

اسی طرح اور جو عورتیں اپنے مردوں کی طرف سے دلوں میں کھوٹ رکھتی ہیں اور اُن کو ذلیل کر کے اپنے میکے والوں کا بھرنا بھرتی ہیں یا ایک غلط راستہ اختیار کر لیتی ہیں وہ کبھی دنیا اور آخرت میں سرخرو نہیں ہوسکتیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ذلت ورسوائی اُٹھاتی ہیں اور اپنی جنس کے لئے عبرت چھوڑ جاتی ہیں۔

﴿تاریخ طبری ج اول، تاریخ الکامل، ج اول﴾

بعد عذاب بستی:

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی میں اتنی گرمی پیدا فرما دی کہ نہ تو اس علاقے کے پانی سے فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے اور اردگرد کی دیکتی زمینوں سے کوئی فصل اُگائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بہت گنہگار اور کمینے تھے اس لیے یہ قوم آنے والوں کے لئے عبرت، نشانی، نصیحت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نشانی بن گئی ہے۔ آج بھی یہ علاقہ، بستی زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بہت سخت ہے۔

﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

عمرہ

زوجہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت ہاجرہ علیہا السلام عمر طبعی کو پہنچ کر فوت ہوئیں تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بالکل تنہا رہ گئے تھے اس وقت اُن کی عمر تخمیناً پندرہ سال تھی ماں کی وفات کا صدمہ ایسا نہ تھا کہ جلد دل سے بھلایا جاسکتا اُنھوں نے اپنا غم بھلانے کے لئے یہ مشغلہ اختیار کیا کہ صبح سے تیر وکمان لیکر بستی سے دور شکار کو چلے جاتے اور وہاں سے شام کو پلٹتے اِس کے سوا اور نہ کچھ دل بہلنے کا ذریعہ تھا۔ اور نہ کوئی سچا ہمدرد شریک حال تھا۔ لیکن چندروز کے بعد شکار سے دِل اُکتا گیا۔ اول تو شفیق ماں کا رنج جدائی۔ دوسرے تنہائی۔ اس غم نے مکہ سے دل اُچاٹ کر دیا۔ اور شام کی طرف اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہونے کی دھن سمائی مگر اللہ تعالیٰ کو تو اُن کی ذریت سے عرب کی سرزمین کو آباد اور اُن کی اولاد میں ایک خاتم النبیین امام الانبیاء حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ جو سب کے سردار اور دُنیا کی پیدائش کا اصلی سبب تھے۔ جس کی نورانی شعاعیں قیامت تک دنیا کے چپہ چپہ میں پھیلنے والی تھیں۔

شادی کا اہتمام:

چنانچہ اُنھوں نے اپنا ارادہ وہاں کے سرداروں کے آگے ظاہر کیا اور چاہ

زمزم جس کے اب تک یہی مالک اور متولی تھے اُنھیں سونپنا چاہا لیکن بنی جرہم نے اُن کو اس عزم سے نہایت اصرار کے ساتھ باز رکھا اور آپس میں یہ مشورہ کیا کہ یہ ایک خدا رسیدہ بندے ہیں انہیں کی برکت سے زمزم میں پانی ہے۔ ممکن ہے کہ اُن کے چلے جانے سے کوئیں کا پانی خشک ہوجائے۔

ایک سردار نے کہا کہ ہم اپنی بیٹی ان کے عقد میں کیوں نہ دے دیں کہ اِن کی دل بستگی ہو؟ اور اس ارادہ سے باز رہیں اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ ہمارے ولی نعمت اور آقا ہیں یہاں سے ہرگز نہ جائیں بلکہ اکیلے کی زندگی کو شادی سے بدل کر گھر آباد کرنے کی فکر فرمائیں۔ جو سب کے لیے ضروری اور ایک فرض اِنسانی ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ سوچ کر کہ ''آزردن دل دوستان جہل ست وکفارہ، یمین سہل''۔ اپنا قصد ملتوی کیا پھر بنی جرہم نے خاندان عمالقہ میں سعید ابن اکیل کی بیٹی عمارہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا عقد کردیا۔

﴿تاریخ ابن خلدون جلد اول، تاریخ الکامل جلد اول﴾

عمارہ شوہر کی فرمانبردار تو تھی لیکن عام عورتوں کی طرح غیر قانع اور ناشکر گزار، اس سے اپنے شوہر کے مہمانوں کی خاطرداری اور عزت نہیں ہوسکتی تھی گو وہ ایک غریب و مفلس شخص کی بیوی تھیں لیکن ایک رئیس کی بیٹی ہونے کی وجہ سے وہ ثروت اور امارت کی خواہاں تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ سینکڑوں بکریوں کی مالک ہو اور ایک اچھی حیثیت والے زمیندار کی بیوی۔ لیکن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اب تک اِن دنیاوی جھگڑوں سے لگاؤ ہی نہ تھا وہ اب بھی سیر و شکار میں دن بھر گذار دیتے اور شام کو واپس آتے۔ اس عقد کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب دستور اس سال بھی حضرت سارہ علیہا السلام سے اجازت لے کر مکہ تشریف لائے تو معلوم

ہوا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا انتقال ہو چکا ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنا نکاح بنی جرہم میں کرلیا ہے انھیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا۔ پھر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گھر پر تشریف لائے تاکہ جو کچھ ترکہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے چھوڑا ہے اُسے دیکھیں بھالیں اور اپنے بیٹے کی خبر لیں وہ آئے اور دروازہ پر سواری کو ٹھہرا کر آواز دی عمرہ گھر سے نکل آئی مگر وہ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنچانتی تھی اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُسے جانتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے چند باتیں دریافت فرمائیں تم کون ہو اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہاں گیا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا کب انتقال ہوا؟ عمرہ نے جواب دیا میں اُن کی بیوی ہوں۔ وہ شکار کو گئے ہیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا اِسی سال انتقال ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ ''تمہاری بسر اوقات کیسے ہوتی ہے'' اُس کی ذات سے کھانے پینے یا اور کسی قسم کی شکایت تو نہیں؟'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اِس سے صرف یہ آزمانا تھا کہ عمرہ کے دل میں اپنے شوہر کی کتنی جگہ ہے اور وہ اُس کے طرز عمل سے خوش بھی ہے یا نہیں۔ عمرہ نے کہا۔ ''کیا پوچھتے ہو ہم نہایت تنگی سے زندگی بسر کرتے ہیں اُن کو شکار کے سوا نہ اپنی حالت درست کرنے کی طرف رغبت ہے نہ کسی کے نیک مشورہ پر عمل کرنے کی عادت۔ گھر میں اتنا بھی تو نہیں کہ کوئی مہمان آئے تو اس کو ایک وقت اچھا کھانا کھلایا جاسکے۔ لیکن تمھیں اس سے کیا مطلب؟ تم ہمارے گھر کا حال پوچھنے والے کون؟ اِن دو باتوں میں اپنے قابل تعظیم خسر سے عمرہ نے وہ بے پروائی اور بدمزاجی برتی کہ لفظ لفظ سے خودنمائی اور ترش روئی ظاہر ہوتی تھی اور بات بات سے پایا جاتا تھا کہ وہ اس بوڑھے مسافر سے بات کرنا ذلت سمجھ رہی ہے۔ یہاں تک کہ سواری سے اُترنے کو بھی نہ کہا اور نہ سلام ہی کیا۔

گھر کی چوکھٹ بدل دو والد کا پیغام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اِن باتوں سے زیادہ رنج ہوا۔ بہُو کی یہ بداخلاقی گراں گذری اور سفر کی تکان سے خستہ اور بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے غم وفات سے غمزدہ ہو رہے تھے بہو کے طرز کلام نے اور بھی دل کو پاش پاش کردیا۔ جی جلا تو تھا ہی زبان سے نکل گیا کہ ''اچھا اب میں جاتا ہوں جس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آئیں میرا سلام کہہ دینا اور یہ پیغام دینا کہ تمہارے دروازہ کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے اِسے بَدل دو''۔ جب شام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شکار گاہ سے واپس آئے تو گھر میں اپنے والد بزرگوار کی خوشبو محسوس کی۔ اپنی بیوی سے پوچھا کہ آج کیا کوئی آیا تھا؟ عمرہ نے (اہانت آمیز لہجہ میں) کہا ہاں! ایک بڈھا آدمی اس وضع قطع کا آیا تھا اُس نے تمہارے بارے میں پوچھا میں نے جواب دیا شکار کو گئے ہیں۔ پھر پوچھا تمہاری بسر اوقات کا کیا حال ہے زندگی کے دن کیسے گزرتے ہیں خوش حالی وثروت ہے یا عسرت وغیرہ میں نے جو کچھ حالت تھی وہ صحیح صحیح بیان کردی۔

بیوی کو طلاق دے دی:

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے پوچھا تمہیں کوئی وصیت تو نہیں کی۔ عمرہ نے کہا ''ہاں مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سلام پہنچا دوں اور یہ پیغام دیا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو۔ یہ اچھی نہیں ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد بزرگوار تھے اُن کی وصیت کا یہ مطلب ہے کہ میں تم کو اپنی زوجیت سے الگ کر کے دوسرا عقد کرلوں غالباً تم نے اُن سے بداخلاقی برتی اب تم اپنے میکے جاؤ اور اپنے کیئے کی سزا پاؤ میں طلاق دیتا ہوں۔

﴿تفسیر خازن ج ا، سورۃ بقرہ، تاریخ ابن خلدون، ج ا، تاریخ طبری اول﴾

اُس کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے بنی جرہم کے قبیلہ کی ایک دوسری

عورت سے اپنا نکاح کرلیا جس کا ذکر آگے آتا ہے عمرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی سچ ہے کہ عورت خواہ اپنے خاوند کی کتنی ہی فرمانبردار ہو کسی بزرگ کی بے وقعتی کر کے عزت و برکت حاصل نہیں کرسکتی اُس پر سب سُسرالی بزرگوں کی فرمانبرداری اور تعظیم بھی فرض ہے جو عورتیں ایسا نہیں کرتیں وہ کبھی خوش حال نہیں رہ سکتیں زندگی تلخ اور عیش بے مزہ ہو جاتا ہے۔

دنیا کی پھٹکار تو الگ رہی اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی عورت خوش نہیں رہتا۔

فائدہ:

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مذکورہ بیوی کا نام علامہ ابن خلدون نے ''عمارہ'' لکھا ہے اور دیگر مورخین نے ''عمرۃ'' لکھا ہے۔ واللہ اعلم

❁❁❁

سیدہ علیہاالسلام بنت مضاض

زوجہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جب اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حکم
ان کر اپنی بیوی عمرہ کو طلاق دے دی تو اُن کے دوسرے حکم کی تعمیل بھی واجب
ہوئی کہ وہ اُس کی جگہ دوسری بیوی بیاہ لائیں۔ وہ اِس فکر میں تھے کہ تھوڑے دن
کے بعد معلوم ہوا کہ بنی جرہم کے سردار مضاض ابن عمرو کی ایک بیٹی ہے جس کا
ام سیدہ ہے۔ یہ نہایت خوبصورت اور نیک سیرت ہے اپنی نیک بختی، ایثار، اور
خلاق و اوصاف میں مکہ کے رہنے والوں میں اُس کا جواب نہیں ساری لڑکیاں
اس کے حُسن واخلاق اور شرافت خاندان وجمال بے مثال کے آگے ہیچ ہیں۔
س میں کوئی شک نہیں کہ یہ سیدہ گو کم سن تھی مگر اُس کے مزاج میں بہت ہی
نکسار، طبیعت میں ایثار تھا، بول چال میں نرمی فطرۃ میں بُھولا پن، مہمانوں اور
آنے جانے والوں کی خیر گیری اور خاطر داری کرنے میں پوری، یہ سب اوصاف
یکھ اور سُن کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے چند خیر خواہوں نے کہا کہ آپ اس سے
عقد کرلیں تو نہایت مناسب ہوگا۔ جیسی بیوی آپ کو چاہیے اور جیسی بہو آپ کے
والد چاہتے ہیں یہ ایسی ہی ہے۔ آپ نے اِس مشورہ کو منظور کیا اور پیغام نکاح
ے دیا۔ ﴿تاریخ الطوال دنیوری﴾

سیدہ سے نکاح:

قارئین یہ تو آپ نے پڑھ لیا ہے کہ مکہ والے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بہت عزت واحترام کرتے تھے اُن کا خیال تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ اور زمزم میں صرف انھیں کی برکت سے پانی ہے وہ ہر وقت اُن کی خاطر ملحوظ رکھتے تھے، اور خدمت گذاری میں کوتاہی نہ کرتے پیغام نکاح پہنچتے ہی مضاض نے فوراً منظور کیا اور سمجھ گیا کہ ان سے بہتر شوہر میری لڑکی کو نصیب ہونا ممکن نہیں۔ اور سیدہ کے ساتھ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نکاح ہوگیا۔

شوہر کی خدمت گزاری:

سیدہ اپنے شوہر کی نہایت خدمت گزار وفرمانبردار ثابت ہوئی اُس نے ظاہر کردیا کہ ایک ایسے شخص کے لئے جو نبی کا بیٹا ہے اور نبی ہونے والا ہے ایسی ہی بیوی کی ضرورت ہے، جب تک ایسی بے نفس بے غرض، دنیا کی طرف سے بے نیاز عورت نہ ملے تبلیغ ورسالت کے فرائض ادا کرنے میں سہولت دشوار ہے دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے خوش وخرم زندگی کے دن گذار رہے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سیر وشکار کی عادت بطور وضع داری بنا ہے جاتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آمد اور بہو سے خبر گیری:

حسب معمول اس دفعہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو پھر صاحبزادے شکار کو گئے ہوئے تھے آپ علیہ السلام سیدہ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کہاں ہیں۔ سیدہ نے کہا کہ "وہ ہمارے لئے روزی کی تلاش میں گئے ہیں"۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کس حال میں ہو زندگی عیش وعشرت میں گذرتی ہے یا رنج وکلفت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ذات سے تمھیں کسی قسم کی شکایت تو نہیں ہے۔ سیدہ نے کہا ہم بہت اچھی حالت میں

ہیں خوشحالی وثروت اور مسرت وطمانیت شریک حال ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا کھاتی پیتی ہو۔ سیدہ نے کہا گوشت اور پانی (جو بہترین غذا ہے) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِم وَشَرَابِهِم" سیدہ نے کہا آپ ہمارے یہاں کیوں نہ قیام فرمائیں اور جو کچھ میسر ہے کھائیں اور پئیں ہم خدمت کے لئے حاضر ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے یہاں آئے تو سیدہ نے عرض کی آپ اُتریں تو میں آپ کا سَر دھوؤں۔ اُس زمانہ میں قاعدہ تھا کہ جو شخص سفر سے تھکا ماندہ آتا تھا گھر کے لوگ سَر دھوتے تاکہ تھکن دور ہو۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ اُترے۔ پھر وہ اُنھیں اُس جگہ لائیں۔ جہاں اب مقام ابراہیم ہے اور ایک پتھر لا کر داہنی جانب رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس پر اپنا قدم رکھ کر جھکے پھر سیدہ نے سر کا آدھا حصہ داہنی طرف کا دھویا پھر وہی پتھر بائیں طرف اُٹھالائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بایاں پاؤں اس پر ٹیک کر ادھر جھکے لائق بہو نے بائیں جانب کا آدھا حصہ سر کا دھویا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان پتھر پر بنے رہ گئے اور یہی اب تک مقام ابراہیم کہلاتا ہے جو حرم شریف میں نصب ہے۔ اُس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا جب تمھارے شوہر آئیں تو ان کو میرا اسلام پہنچانا۔ اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ قائم رکھیں پھر چلے گئے۔

بیوی کا تعریف کرنا:

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جب تشریف لائے تو آپ نے دریافت کیا۔ کیا کوئی آج ہمارے یہاں آیا تھا۔

بیوی نے کہا۔ ہاں ایک بوڑھے آدمی صاحب وجاہت جو انسانی اوصاف سے بالاتر اور بہت ہی قابل عزت واحترام تھے تشریف لائے تھے۔

پہلے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا کہ شکار کو گے ہیں۔ پھر ہماری معاش کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا کہ ہم بہت اچھی حالت میں ہیں۔

اُس کے بعد اور جو گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تھی وہ سب کہہ سنائی۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کیا اُنھوں نے کوئی وصیت بھی کی۔ کہا ہاں آپ کو سلام کہا اور یہ کہا کہ اپنے دروازے کی یہ چوکھٹ قائم رکھو۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے باپ تھے۔ اور چوکھٹ سے مراد تم ہو۔ انھوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم کو برقرار رکھوں۔ غرض وہ دونوں ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگے اس نیک بخت عورت سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے ہوئے سب میں بڑے بیٹے قیذار تھے اور یہی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ولی عہد وجانشین ہوئے۔ تمام عرب بنت اور قیذار ہی کی اولاد ہیں۔ جب اُن کی اولادیں زیادہ ہوئیں اور مکہ میں گنجائش سکونت کی باقی نہ رہی۔ تو یہ دوسرے شہروں میں پھیل گئے جہاں جاتے اللہ تعالیٰ اُس شہر کے لوگوں کو اُن کا فرمانبردار کر دیتا بنت اور قیذار کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے سرزمین عرب پر پھیلا دیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بنی عمالقہ اور یمن کے قبیلوں کی طرف رسول کر کے بھیجا۔

﴿تاریخ کامل ابن اثیر، ج ا﴾

تمام عمر حضرت سیدہ علیہا السلام اُن کی رفیق زندگی وشریک حال رہیں۔ اُن کی ایک لڑکی بھی تھی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو وصیت کی کہ اپنے بیٹے عیص سے اِس کا عقد کر دیں اِس کے بعد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ۱۳۷ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پہلو میں بمقام حجر میں دفن ہوئے۔ حضرت سیدہ علیہا السلام کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اور جو دس لڑکے پیدا ہوئے تھے اُن کے نام یہ ہیں ارذیل۔ بیشا۔ مسمع۔ رماماش آزر۔ قطورا۔ قاقس۔ طمیا۔ قیدمان۔ اور لڑکی کا

نام وسمت (اور بعض نے نسمہ لکھا ہے) جو عیصن بن حضرت اسحٰق علیہ السلام) سے بیاہی گئی۔ محمد بن اسحٰق نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کا نام اس طرح ذکر کئے ہیں۔ نابت، قیذار، ازبل، میشی، سمع، ماش، دوماارو، بطور، نبش، طیما، قیذما، اہل کتاب نے بھی اسی طرح نام ذکر کیے ہیں۔ ﴿قصص الانبیاء، ابن کثیر﴾

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جب وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بھائی حضرت اسحٰق علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور اپنی بیٹی نسمہ کی شادی اپنے بھتیجے عیص بن حضرت اسحٰق علیہ السلام سے فرما دی جن سے رومی پیدا ہوئے جنہیں بنوان صغر بھی کہتے ہیں کیونکہ عیص گورے چٹے تھے اس لئے اس نسبت سے رومیوں کو بنی الاصغر کہا جاتا ہے ان کے بطن سے یونان پیدا ہوا اور کہا جاتا ہے اشبان بھی عیص کی اولاد سے ہیں۔ ﴿قصص الانبیاء، ابن کثیر﴾

مزار مبارک:

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پہلو میں حطیم میں مدفون ہوئے وفات کے وقت عمر مبارک ۱۷۷ سال تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مکۃ المکرمہ میں گرمی کی شکایت بارگاہ خداوندی میں کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ میں آپ کے مدفن اور میت کے درمیان ایک دروازہ کھول دوں گا جس سے آپ کو جنت کی ہوائیں قیامت تک آتی رہیں گی۔ حجاز مقدس کے تمام عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دو بیٹوں نابت اور قیذار کی نسل سے ہیں۔ ﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

حضرت سیدہ علیہا السلام کے اور حالات تاریخی کتابوں میں کہیں مذکور نہیں ہیں۔ لیکن مورخ یعقوبی نے ان کا نام حنفاء بنت حارث بن مضاض لکھا ہے اور انہیں کے بطن سے بارہ لڑکوں کا پیدا ہونا بھی لکھا ہے۔ ﴿تاریخ یعقوبی ج اول﴾

حضرت رفقہ علیہا السلام

زوجہ

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بیوی کا نام توریت اور تاریخ کی دوسری کتابوں میں بالاتفاق رفقہ لکھا ہے لیکن علامہ مسعودی نے اپنی مشہور تاریخ مروج الذہب ومعادن الجوہر (یعنی تاریخ مسعودی) میں ان کا نام یوحاء بنت بتوئیل لکھا ہے مگر اول الذکر ہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

رفقہ ایک نہایت حسین وجمیل اور نیک سیرت بیوی تھیں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی رشتہ میں بہن اور اُن کی والدہ حضرت سارہ کے بھائی بتوئیل کی بیٹی تھیں۔ ان کی دادی کا نام ملکہ تھا ملکہ نحور کی بیوی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بھاوج تھیں بتوئیل کا خاندان اُس وقت سے جبران میں رہتا تھا جب کہ حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر ہوتے ہوئے قحط میں چلے آئے تھے اور جو لوگ بابل سے اِن کے ساتھ آئے تھے اُن سب کو جبران ہی میں چھوڑ کر آپ بیر سبع آگئے تھے۔

رفقہ حران ہی میں پیدا ہوئیں اور وہیں بڑھیں وہیں سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔

حسن و جمال کے ساتھ سلیقہ شعار:

جس قدر یہ خوبصورت تھیں اُسی قدر نیک دل، بھولی بھالی، خوش مزاج' تمیزدار اور سلیقہ شعار بھی تھیں۔ ماں، باپ، بھائی اور گھر کے خدمت گار ملازم سب ایسی محبت رکھتے تھے جیسی کہ ایک شریف بیٹی سے گھر کے بڑے بوڑھوں کو ہوتی ہے، اُنھوں نے اپنی خوش مزاجی، پیاری باتوں سے تمام بستی کو اپنا گردیدہ بنالیا تھا۔

نمایاں اوصاف:

بچپن سے جوانی تک جو سادگی کی ادائیں اُن سے نمایاں ہوئیں وہ ہر وقت دل کشی کی تاثیر رکھتی تھیں ایسی دل کشی جیسی ایک پیاری لڑکی سے اس کے عزیز پیاروں کو ہوتی ہے اُن کی ذات سے ماں باپ بھائی سب کو آرام تھا، مویشی، خدمت گار آنے جانے والے مہمان غرض سب کی خدمت گذاری وخبر گیری کے فرائض یہ انجام دیتی تھیں ایسی صورت میں جو گرویدگی ان سے ہوسکتی تھی وہ ظاہر ہے آخر یہی باتیں اُن کے ترک وطن اور ایک نبی کی پیاری بہو، ایک نبی کی پیاری دُلھن بنے کا سبب ہوئیں۔

شادی کے لئے انتخاب:

جب حضرت اسحٰق علیہ السلام جوان ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے ہوگئے تھے تو اُنھوں نے اپنے ایک معتبر نوکر کو جو اُن کا قدیم کارکن اور سب کاروبار کا مختار تھا ارام النہریں (حران) کی طرف بھیجا کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے ایسی لڑکی تلاش کرے جو خوبصورت و نیک سیرت دونوں لحاظ سے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بیوی بنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور فرمایا کہ تو میرے وطن اور خاندان کی کوئی لڑکی انتخاب کر کے لا لیکن تجھے خدا کی قسم کنعانیوں میں (جن میں، میں

رہتا ہوں) ہرگز بیاہ نہ کرنا۔

اِس نے عرض کی کہ اگر لڑکی والے بیٹی کو بھیجنے پر راضی نہ ہوئے تو کیا حضرت اسحٰق علیہ السلام کو میں وہاں لیجاؤں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ''خبردار'' ''ہرگز نہیں'' چنانچہ یہ غلام بہت سامال، دولت اور دس اونٹ لے کر بڑی شان وشوکت سے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوکر راستہ میں مناسب مقامات پر ٹھہرتا ہوا آخر ارام النہرین پہنچا بستی سے تھوڑی دور پر ایک چشمہ تھا جہاں سے سب جانوروں کو پانی پلاتے اور گھر کی ضرورت کے لئے بھر کر لے جاتے تھے یہ دولت مند مسافر یہاں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے یہاں کے رہنے والوں سے کیسے ملوں اور اپنی کامیابی کی کون سی راہ نکالوں۔ اِس کے دل میں بیسوں تدبیریں اور خیالات آتے مگر بے نتیجہ ثابت ہوکر نکل جاتے۔ تھوڑی دیر میں شہر کی لڑکیاں وہاں جانوروں کو پانی پلانے اور گھر لے جانے کے لئے آئیں یہ دیکھ کر اُس نے خود بخود یہ تدبیر سوچی کہ میں یہیں کھڑا رہوں جو لڑکیاں کنوئیں پر آتی ہیں اُن میں ہر ایک سے میں کہوں گا ''اپنا برتن بھر کر مجھے بھی پانی پلایئے''۔ اس کے جواب میں وہ کہے ''آپ بھی پیئیں اور آپ کے اونٹ بھی''۔ اس سے میں سمجھ لونگا کہ یہی وہ لڑکی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بیوی بننے کے لئے انتخاب کیا ہے۔

رفقہ سے ملاقات:

غلام ابھی اِسی سوچ میں تھا کہ رفقہ اپنا گھڑا کاندھے پر رکھے ہوئے ایک ادائے خاص کے ساتھ ادھر ہی آرہی تھی۔ رفقہ نوجوان دوشیزۂ رعنا اور وجیہ خوبصورت لڑکی تھی اُس کے بشرے سے کچھ شرافت وعظمت کے آثار بھی نمایاں تھے صورت کا حسن سیرت کی خوبی کو بھی ظاہر کر رہا تھا یہ غور سے دیکھتا رہا جب وہ چشمہ میں اُتری اور اپنا گھڑا بھر کر اوپر آئی اور گھڑا کاندھے پر رکھ کر جانے لگی تو یہ

بھی جلدی سے قدم بڑھا کر قریب پہنچا اور کہا۔ ”کیا آپ اپنے گھڑے سے تھوڑا پانی مجھے بھی پلاسکیں گی“ میں ایک تھکا ماندہ مسافر ہوں دور سے چلا آرہا ہوں نہ میرے پاس کوئی برتن ہے نہ یہاں کوئی جان پہچان کا آدمی“ یہ سُن کر رفقہ کو ترس آگیا اس کے اخلاقی جذبات میں ایک لہر دوڑ گئی، اُس نے نہایت خندہ پیشانی اور نرمی سے کہا۔ ”اشرب یاسیدی“۔

آیئے جناب پیجئے اور یہ کہ کر فوراً اپنا گھڑا کاندھے سے اُتار کر ہاتھ میں لیا اور بڑے خلوص سے پانی پلایا۔ جب وہ جی بھر کے پی چکا تو رفقہ بولی۔ ”اب آپ اپنے اونٹوں کی بھی پلا لیجے تو مناسب ہے فراغت ہو جائے گی میں ابھی اور پانی بھر لاتی ہوں“ یہ کہہ کر جلدی سے اپنا گھڑا جانوروں کے پانی پینے والے حوض میں انڈیل کر چشمے سے پانی لا لا کر اونٹوں کو پلانا شروع کر دیا۔ وہ پیتے جاتے اور یہ لا لا کر حوض میں انڈیلتی جاتی۔ رفقہ تو اس کام میں بڑی سادگی اور اخلاص سے مصروف تھی اور نووارد، اس کے تمام حرکات وسکنات پر غور کر کے حیرت زدہ ہو رہا تھا۔ وہ اُس کی ہر ادا سے ایک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرتا۔ اُس کا ضمیر کہہ رہا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مراد پوری کی کیونکہ جیسی لڑکی میں چاہتا ہوں ویسی یہی معلوم ہوتی ہے اور کچھ عجب نہیں کہ جب اللہ نے میرے منصوبہ کو ظاہر کر دکھایا تو وہ دلی آرزو بھی برلانے کا سامان کر دے۔ غرض جب اونٹ پانی پی چکے اور اُس نے رفقہ کے اخلاق اور مہمان نوازی کی شریفانہ عادت کا پورا امتحان کر لیا تو ایک سونے کا زیور جس کا وزن دس مثقال تھا نکال کر رفقہ کو دیا اور کہا مہربانی کر کے میری طرف سے اسے قبول فرمایئے۔

رفقہ کے ہاں قیام:

پھر پوچھا کہ آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ کس کی بیٹی ہیں اور آپ کے بزرگ باپ کا اس بستی میں کوئی مکان بھی ہے جس میں ایک رات کے لئے میں

قیام کرسکوں؟ رفقہ نے مسکرا کر نہایت ہی نرم لہجے میں کہا۔

جناب میں ملکہ کی پوتی ہوں اور میرے باپ کا نام بتوئیل ہے۔ ہمارے یہاں مہمان کی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے آپ ضرور چلئے اور ہمارے یہاں جب تک دل چاہے ٹھہریے، خدا نے چاہا تو کچھ تکلیف نہ ہوگی میرے ماں باپ اور بھائی خدمت کریں گے اور میں بھی آپ کا حکم بجالاؤں گی آپ کا ہدیہ میں نے خوشی سے قبول کیا'' یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غلام خوشی کے مارے سجدہ میں گر پڑا، اُسی وقت خدا کا شکر بجالایا اور دل میں کہنے لگا ''سبحان تیری قدرت تو اپنے لطف وعنایت اور رحم وکرم کے بہتے دریا کو کبھی میرے آقا پر نہیں روکتا ابھی راستہ ہی میں تھا کہ مجھے اپنے آقا کے بھائی بندوں میں پہنچا دیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہاں سے کامیاب جاؤں گا اور بامراد جاؤں گا، تیرا ہزار ہزار شکر ہے''۔

اب رفقہ گھر پہنچیں اپنے ماں باپ کو ان باتوں سے آگاہ کیا اور اپنے بھائی سے کہا، بھائی جان معزز مہمان کو گھر لائیے اُسی وقت لابان کنوئیں کی طرف گیا اُس نے دیکھا کہ ایک معمر شخص اپنے انٹوں کو لئے ہوئے کنوئیں کے قریب کھڑا ہوا ہے لابان نے کہا۔ میرے معزز مہمان گھر چلئے اب آپ کیوں کھڑے ہیں میں نے آپ کے لئے کمرہ تیار کر رکھا ہے اور سب ضروری چیزیں موجود ہیں۔ ایک کمرہ آپ کے انٹوں کے لئے بھی الگ خالی کردیا گیا ہے اب یہ مہمان تو رفقہ کے گھر میں داخل ہوا۔ لابان نے انٹوں کو دوسرے گھر میں پہنچا کر چارہ اور گھاس دیا پھر اپنے مہمان اور اُس کے دوسرے ساتھیوں کے پاؤں دھونے کے لئے پانی لاکر رکھا جب یہ لوگ اِس کام سے فارغ ہوئے تو لابان نے فوراً کھانا لا کر رکھا اور کہا بسم اللہ کیجئے کھانا حاضر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غلام ایک اجنبی کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھ کر حیران

آخر اُس نے جرات کر کے کہا۔ میں جس خاص ضرورت سے گھر سے نکلا ہوں جب تک وہ پوری نہ ہو جائے میں کھانا نہیں کھا سکتا، میں آپ کی خدمت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں کیا آپ میری استدعا سنیں گے اور قبول فرمائیں گے''۔ لابان نے جواب دیا فرمائیے''۔

تعارف اور رشتہ کی خواہش:

مسافر نے کہا ''میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا غلام ہوں جو بیر سبع میں مقیم ہیں اللہ تعالیٰ نے میرے آقا کو بہت کچھ دیا ہے خدا کی مہربانی سے اس وقت سینکڑوں بکریوں، گایوں، اونٹوں، خچروں کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں چاندی، سونا لونڈی غلام اولاد، غرض دنیا کی تمام نعمتیں عنایت فرمائی ہیں وہ اپنے رب تعالیٰ کے شکر گذار فرمانبردار بندے ہیں اور ایک بڑے مالدار مہمان نواز آدمی ہیں۔ اُنھیں نہ صرف دولت بلکہ نبوت کا درجہ بھی دیا گیا ہے یہ ایک ایسی عزت ہے جسے دنیا کے خوش نصیب بندے بھی کم پاتے ہیں۔

اُن کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام نام کا ایک سعادت مند نوجوان بیٹا بھی ہے اُس کے نام اپنا سارا مال و متاع انھوں نے لکھ دیا ہے لیکن اُس ملک کے رہنے والوں سے وہ کچھ خوش نہیں، نہ وہاں کی طرز معاشرت پسند کرتے ہیں۔ مجھے قسم دے کر کہا ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے میرے وطن یا میرے خاندان سے کوئی لڑکی لا لیکن کنعانیوں میں (جن میں وہ رہتے ہیں) حضرت اسحٰق علیہ السلام کی شادی ہرگز منظور نہیں چنانچہ میں اپنے مقصود کی تلاش میں گھومتا پھرتا جب اس چشمہ پر پہنچا تو دیکھا کہ لڑکیاں پانی بھرنے چلی آرہی ہیں اُس وقت دماغ میں یہ بات پیدا ہوئی کہ جو لڑکی مجھے اور میرے اونٹوں کو پانی پلائے گی اُس سے میں کہوں مجھے پانی پلاؤ۔ جواب میں وہ کہے تم بھی پیو، تمھارے اونٹ بھی۔ بس میں سمجھوں گا کہ یہی وہ لڑکی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بیوی بنانا چاہا ہے''۔ اس کے بعد اُس نے وہ سب باتیں لابان سے کہیں جو کنوئیں پر رفقہ اور خود اُس کے درمیان میں پیش آئیں پھر کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے اچھے راستہ لگا دیا ممکن ہے کہ میں اپنے آقا کے بھائی کی بیٹی اُس کے پیارے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے لے جاسکوں۔ پس اگر آپ لوگ میرے آقا کے ساتھ حسن سلوک اور امانت داری سے پیش آئیں اور میرے ساتھ احسان فرمانا چاہیں تو جو کچھ میں مانگتا ہوں مجھے دیجئے یہ دراصل آپ کے پاس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امانت ہے آپ میرے حوالے کریں تو بہت خوشی کی بات ہے ورنہ میں کسی اور جانب کوچ کروں''۔

رشتہ کے لئے رضا مندی:

لابان اور بتوئیل پہلے تو کچھ سوچ میں پڑ گئے پھر کہا کہ یہ حسن اتفاق تو اللہ تعالیٰ کی جانب ہی سے پیش آگیا ہے اب ہم کو بھلا یا بُرا کہنے کی مجال نہیں رفقہ تمھارے سامنے موجود ہے یہ اگر جانا پسند کرے تو اسے لے جاؤ شاید تمھارے آقا کی بہو ہونے کی صلاحیت اس لڑکی میں ہو اب ہمیں روکنے کا کچھ اختیار نہیں غالباً اسی میں کچھ بھلائی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے غلام نے اُسی وقت عاجزی کے ساتھ اپنا سر زمین پر رکھ دیا اور سجدہ شکر ادا کر کے بہت سا سونا چاندی اور ایک بھاری جوڑا نکال کر رفقہ کے آگے رکھ دیا پھر اور چند تحفے اُس کے بھائی لابان اور اس کی ماں ملکہ کی خدمت میں پیش کئے جو شکریے کے ساتھ قبول ہوئے پھر سب نے اطمینان سے کھانا کھایا اور رات وہیں گذاری، جب صبح ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے غلام نے کہا کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ آپ سے رخصت ہوکر اپنے آقا کی خدمت میں روانہ ہوں۔ میزبانوں نے جواب دیا کہ ہمیں کچھ انکار نہیں لیکن خوشی یہ ہے کہ دس روز لڑکی ابھی یہیں رہے۔

مسافر نے کہا کہ اب آپ لوگ مجھے ذرا بھی نہ روکئے اللہ تعالیٰ نے میرا
مبارک کیا واپسی بھی مبارک اور جلدی ہونا چاہیے ان لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم
ں سے پوچھتے ہیں چنانچہ رفقہ کو بُلا کر اُس سے پوچھا کہ ''تجھے اس اجنبی کے
ھ جانا منظور ہے اور تو ایک معزز دولت مند نبی کی بہو ہونا پسند کرتی ہے''؟

رفقہ نے بہت خوشی سے کہا''ہاں میں ابھی جاتی ہوں اور جانے کے
تیار ہوں''۔ عزیزوں نے رفقہ کو خدا کی امان میں دیا اور یہ کہہ کر غلام کے
ھ رفقہ کی خدمت گار کو بھی اُس کی ہمراہی میں رخصت کیا اب یہ سب لوگ
ں پر سوار ہو کر بیر سبع کو روانہ ہوئے۔

قہ سے نکاح:

ایک روز شام کے وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام بطور تفریح گھر سے نکلے اور
کی الرائی کی راہ میں وہ سیر کر رہے تھے کہ انھیں دُور پر کچھ غبار سا نظر آیا
وں نے میدان کی جانب بڑھ کر غور کیا تو چند اونٹ اسی طرف آتے ہوئے
ائی دیئے رفقہ اور اُس کے ہمراہی بھی اِدھر اُدھر نظر دوڑاتے اور میدانوں کی ہوا
اتے چلے آرہے تھے کہ رفقہ کی آنکھیں حضرت اسحٰق علیہ السلام سے چار ہوئیں دیکھا
وہ ادھر ہی چلے آرہے ہیں رفقہ نے اونٹ پر سے اُتر کر غلام سے پوچھا کہ یہ
ن شخص ہے جو کھیت سے ہماری ملاقات کو چلا آرہا ہے اُس نے کہا کہ یہی ہمارا
ا زادہ ہے رفقہ نے یہ سنتے ہیں شرما کر چہرہ پر نقاب ڈال لیا اتنے میں حضرت
ق علیہ السلام بھی اس قافلہ تک پہنچ گئے اور غلام نے بڑھ کر آپ سے ملاقات کی اور
م ماجرا سُنایا حضرت اسحٰق علیہ السلام سارا قصہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خوشی خوشی
ہ اور تمام ہمراہیوں کو اپنی ماں کے خیمہ میں لے آئے اور حسب قاعدہ دونوں کا
ح ہو گیا رفقہ کے اخلاق اور دیگر اوصاف کی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس نے
اں بھی اپنی فطری لیاقت سے کام لیا اور بہت جلد سارے گھر خاص کر حضرت

اسحٰق علیہ السلام کو اپنا بنالیا اور رفتہ رفتہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو حضرت رفقہ علیہا السلام سے اس قدر محبت ہوگئی کہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت سمجھنے لگے ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا تمام مال واثاثہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو سونپ دیا۔ تھوڑے دن کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا اب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو بھی برکت عطا فرمائی اور دینی ودنیاوی حیثیت سے اُن کو ایک خوش قسمت آدمی بنا دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیدائش:

حضرت اسحٰق علیہ السلام کو حضرت رفقہ علیہا السلام سے بہت محبت تھی کیونکہ وہ بے حد خوبصورت، ہنرمند، فرمانبرداری اور خوش ادا عورت تھیں لیکن باوجود ان تمام اوصاف کے بانجھ ہونے کا ایک بہت بڑا عیب بھی تھا جب ان کے نکاح کو اُنیس برس گذر چکے اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے نماز حاجت پڑھی اور اولاد کے لئے دعا مانگی تھوڑے دن کے بعد ہی حضرت رفقہ حاملہ ہوئیں اور مدت حمل گزرنے کے بعد اُن کے بطن سے دو بیٹے حضرت یعقوب، اور عیص جوڑواں پیدا ہوئے پیدائش کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا ہاتھ عیص کی پیٹھ پر رکھا ہوا تھا عیص ایک شکاری اور جنگلی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نیک مزاج اور اپنے خیموں میں رہنے والے آدمی تھے ماں کو اپنے چھوٹے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام سے اور باپ کو عیص سے زیادہ محبت تھی۔

بڑھاپے میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بصارت زائل ہوگئی تھی ہر وقت اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تھے۔ ایک روز شکار کا گوشت کھانے کو جی چاہا تو عیص سے فرمایا کہ تم صبح اُٹھ کر شکار لاؤ اور خوش مزہ بھون کر مجھے کھلاؤ، گوشت کھانے کو میرا دل چاہتا ہے میں تمھارے لئے دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ برکت دے گا اُدھر عیص تیر وکمان لے کر اپنے باپ کے حکم پر جنگل کی طرف دوڑے۔

اِدھر حضرت رفقہ نے یہ سنتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ جاؤ

اپنی بکریوں میں سے دو عمدہ بچے پکڑ کر لے آؤ اور اپنے باپ کے لئے اُن کی پسند کا مزیدار کھانا تیار کر کے اُن کے سامنے لاکر رکھو، تا کہ وہ اپنی وفات سے پہلے اپنے رب سے تمھارے لئے برکت کی دعا کریں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ عیص بڑے بڑے بال والے ہیں اور میرا جسم بے رواں ہے وہ مجھے پہچان لیں گے تو برکت کے عوض مجھ کو ملامت کریں گے رفقہ نے کہا بیٹا ملامت میرے سر آنکھوں پر ہے تم کھانا تو تیار کرلو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُسی وقت اپنی مہربان ماں کے حکم کی تعمیل کی اور ایک فربہ بچھڑا ذبح کر کے اُس کا گوشت پکا لائے جب یہ لذیذ گوشت پک کر تیار ہو گیا تو حضرت رفقہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو عیص کی فاخرہ پوشاک پہنائی اور اُن کے ہاتھوں اور گردن میں بھیڑوں کے بچوں کی کھال لپیٹ کر باپ کی خدمت میں بھیج دیا۔

برکت کی دعا:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے خیمہ میں داخل ہو کر کہا بزرگ باپ آپ کے حکم کی تعمیل میں شکار کا گوشت حاضر ہے اُٹھئے اور تناول فرمائیں۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام نے فرمایا پیارے بیٹے آگے بڑھو حضرت یعقوب علیہ السلام آگے آئے۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام نے بدن پر ہاتھ پھیرا تو بال عیص کے جیسے تھے لیکن آواز حضرت یعقوب علیہ السلام کی۔ آپ نے متحیر ہو کر پوچھا تم کون ہو اور کیا لائے ہو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا میں آپ کا پہلوٹا بیٹا عیص ہوں اور آپ کے حکم پر فوراً تازہ شکار کا لذیذ گوشت پکا کر لایا ہوں اسے کھائیے اور جس برکت کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اُس کے لئے دعا کیجئے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کھانا کھا کر بہت خوش ہوئے آپ نے اُسی وقت دعا کی "بارك الله في ولدك وجعل فيهم النبوة والكتاب"۔ اِس دعا کی برکت

سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذریت میں بکثرت لوگ نبوت و رسالت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک نبوت اسی خاندان میں رہی۔

اس کے بعد عیص شکار سے واپس آئے اور گوشت پکا کر باپ کے سامنے پیش کر کے کہا اب مجھے برکت کی دعا دیجئے تو حضرت اسحٰق علیہ السلام سمجھ گئے کہ پہلی بار حیلہ کیا گیا تب فرمایا "اے بیٹے میں تو تمھارے بھائی کے لئے دعا کر چکا وہ میرے لئے کھانا تیار کر کے لایا اور تمھارے نام سے مجھے کھلا چکا ہے۔

یہ سُن کر عیص کو مارے غصہ کے تاب نہ رہی، اُنھوں نے قسم کھائی کہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو مار ڈالے بغیر نہ رہونگا، ماں کو جب یہ خبر لگی کہ عیص، حضرت یعقوب علیہ السلام کا جانی دشمن ہوگیا ہے اور قسم کھا چکا ہے کہ اپنے باپ کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو مار ڈالے گا کیونکہ اُس نے دھوکا دے کر حصہ کی برکت حاصل کر لی ہے رفقہ نے فوراً عیص کے ارادہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو آگاہ کیا اور کہا کہ اے بیٹے اب میں کہتی ہوں اُسے سُن اور اس پر عمل کر اب تو میرے بھائی لابان کے پاس چلا جا جو حران میں رہتا ہے اور وہیں چند روز بسر کر جب عیص کا غصہ اُتر جائے گا اور جو کچھ ہوا ہے اُس کا خیال عیص کے دل سے جاتا رہے گا تو میں وہاں سے تجھے بلالوں گی تا کہ میرے ہاتھ سے ایک ہی دن میں دونوں عزیز بیٹے نہ جاتے رہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہجرت:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ باتیں سمجھا کر رفقہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پاس گئیں، وہ آنکھوں سے معذور اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے یاد خدا کر رہے تھے اُن سے کہا کہ تم جانتے ہو کنعان کی بیٹیوں کے سبب میں اپنی زندگی سے تنگ ہوں اگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس ملک کی لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ بیاہ کرلیا تو میری زندگی اجیرن اور کس قدر بے لطف ہو جائے گی۔ تم سمجھتے ہو کہ

یہاں کی بیٹیوں کو بیاہنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو بلا کر برکت دی اور تاکید کر کے کہا کہ میری یہ نصیحت ہے کہ کنعانی لڑکیوں میں اپنا عقد ہرگز نہ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ تم اپنے نانا بتوئیل کے گھر چلے جاؤ وہ فدان ارم میں رہتے ہیں وہاں اپنے ماموں لابان کی بیٹیوں میں سے کسی کو اپنی زوجیت میں لے آنا یہ کہہ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو کچھ دعائیں دے کر اللہ کے حوالہ کیا اور جبران روانہ کر دیا عیص کو جب یہ معلوم ہوا کہ میرے بزرگ باپ کو کنعان کی لڑکیاں پسند نہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو اُنھوں نے فدان ارم (جبران) اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہاں اپنی شادی کرے تب یہ اپنے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس چلے گئے اور وہاں پہنچ کر اپنے چچا کی بیٹی محلت۔ (بسمت) سے نکاح کر لیا۔

لیکن قبل اِس کے کہ بھائیوں میں صلح ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام واپس آئیں رفقہ نے وفات پائی اور ہمیشہ کے لئے وہ اپنے دونوں بیٹوں سے جدا ہوگئیں اور اُس مزروعہ میں دفن کی گئیں جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کے مزارات ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ○

بوقت ہجرت عجیب خواب:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس دن شام کو روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ رات ہوگئی ایک پتھر سر کے نیچے رکھ کر سو گئے خواب میں ایک سیڑھی دیکھتے ہیں جو زمین سے آسمان تک بلند ہے ملائکہ اس سیڑھی کے ذریعے آسمان سے اُتر رہے ہیں اور واپس چڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضرت یعقوب علیہ السلام سے گفتگو فرما رہا ہے اور کہہ رہا ہے ”میں تجھے بابرکت بناؤں گا اور تیری اولاد کو بڑھاؤں گا“۔ اور یہ زمین میں تجھے اور تیرے بعد تیری نسل کو دوں گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بیدار ہوئے تو جو دیکھا تھا اس سے بہت خوش ہوئے۔ آپ نے نذر

مانی کہ اگر میں خیر خوشی سے اپنے گھر واپس آ گیا تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ عزوجل کے لئے عبادت گاہ تعمیر کروں گا اور میری ملکیت میں جو کچھ ہو گا اس کا دسواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو گا۔ پھر آپ نے اس پتھر پر تیل مل دیا اور اس پر نشان لگایا تا کہ پہچان ہو سکے۔ آپ نے اس جگہ بیت ایل (خانہ خدا) رکھا۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں بعد میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کیا۔

﴿قصص الانبیاء ابن کثیر﴾

حضرت راحیل، حضرت لیّا

زوجہائے

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کا سرزمین فلسطین سے روانہ ہو کر اپنے ماموں لابان کے یہاں پہنچ جانا تو آپ حضرت رفقہ علیہا السلام کے حالات میں پڑھ ہی چکے ہیں۔ اب ان کے ساتھ قصہ کو جو نہایت دلچسپ و پر لطف ہے ہم بھی کئی مستند تاریخوں سے اخذ کر کے لکھتے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام ایک کنویں پر:

حضرت یعقوب علیہ السلام ارض فلسطین سے قدم بڑھائے ہوئے مشرق کی زمین میں داخل ہوئے انھوں نے دیکھا کہ ایک میدان میں ایک کنوئیں کے نزدیک بکریوں کے تین گلے بیٹھے ہوئے ہیں سب گلوں کو اسی کنوئیں کا پانی پلایا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت اس کنوئیں پر ایک بڑا پتھر رکھا ہوا تھا جب سب گلہ بان جمع ہو کر پتھر کھسکاتے تھے تب گلوں کو پانی پلایا جاتا تھا، اور پھر اُسی طرح اُس کنوئیں کو ڈھک دیا کرتے تھے۔ اس وقت جو لوگ کنوئیں پر موجود تھے اِن سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ بھائیو تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ انھوں جواب دیا ہم حران کے باشندے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کیا آپ لوگ لابان بن ناحور کو جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں ہم خوب پہنچانتے ہیں۔

راحیل سے ملاقات:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا وہ زندہ اور خیر وعافیت سے تو ہیں۔ حران والوں نے کہا ہاں، یہ دیکھو اُس کی بیٹی راحیل بھیڑ بکریوں کو لیے ہوئے آ رہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جس طرف سے راحیل آ رہی تھیں، دیکھا پھر چرواہوں سے کہا ''اِن کو پانی پلا کر چرانے پر لے جاؤ ابھی تو دن بہت باقی ہے اور یہ مویشی کے اکٹھے کرنے کا وقت نہیں''۔ چرواہوں نے جواب دیا۔ ''جب تک سارے ریوڑ جمع نہ ہو جائیں یہ کیسے ممکن ہے جب سب مل کر پتھر کو کنوئیں کے مُنہ سے ہٹائیں تب پانی پلاسکیں گے'' ابھی حضرت یعقوب علیہ السلام حران کے ان چرواہوں سے باتیں کر ہی رہے تھے کہ راحیل اپنے گلّے کو لئے کنوئیں پر آ پہنچی وہی اُن کو چراتی اور اُن کی نگہبانی کیا کرتی تھی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُس کو اور اُس کے گلّے کو دیکھ کر فوراً آگے بڑھ کر پتھر کو کنوئیں سے ہٹا دیا۔ اور اپنے ماموں کے گلّے کو پانی پلایا پھر راحیل کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور بہت روئے اور راحیل سے کہا کہ ''میں لابان کی برادری میں ہوں اور حضرت رفقہ علیہا السلام کا بیٹا ہوں''۔

لابان سے ملاقات:

راحیل یہ سُن کر فوراً دوڑیں، اور اپنے باپ کو اطلاع دی لابان نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے آنے کی خبر جو سُنی تو فوراً دوڑے ہوئے آئے اور کنوئیں پر پہنچ کر اُن کو گلے سے لگایا، اور پیار کیا پھر اپنے گھر لے آئے اور اُن سے یہاں آنے کا سب قصہ پوچھا تب حضرت یعقوب علیہ السلام نے لابان سے اپنا سارا ماجرا بیان کیا۔ لابان نے اُنھیں تسلی دی اور کہا کہ بیٹا تم تو میرے گوشت پوست اور میری جان ہو۔ تم یہاں رہو اور کام کرو لیکن چونکہ میری خدمت گذاری تم مفت کرنا چاہو گے اور یہ مجھے گوارا نہیں۔ لہٰذا سچ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میں

تم کو کیا بدلہ دوں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا اے میرے پیارے ماموں اپنی چھوٹی بیٹی راحیل کا میرے ساتھ عقد کر دیجیے اور کچھ نہیں چاہتا۔

رشتہ کے لئے پیغام:

لابان کی دولڑکیاں تھیں بڑی بہن کا نام لیا اور چھوٹی کا نام راحیل تھا لیا خوبصورت نہ تھی۔ مگر راحیل نہایت خوش پیکر وخوش منظر لڑکی تھی۔ لابان نے کہا تمھارے پاس کچھ مال بھی ہے جو میں راحیل کو تمھاری زوجیت میں دے دوں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا میرے پاس مال و دولت تو کچھ بھی نہیں ہے مگر راحیل کے لئے میں آپ کی ایک مزدور کی حیثیت سے خدمت کروں گا۔ اور جب تک میری اجرت سے اس کا مہر پورا نہ ہو جائے۔ برابر خدمت گذاری کرتا رہوں گا۔

حق مہر کے لئے مزدوری کرنا:

لابان نے جواب دیا اچھا اس کا مہر یہ ہے کہ تم سات برس تک میری خدمت میں رہو اور ایک اجیر (مزدور) کی حیثیت سے میرا کام کرو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا یہ شرط مجھے بخوشی منظور ہے لیکن آپ راحیل کو میرے عقد میں دیدیجیے گا۔ لابان نے کہا اچھا تو اب ہم میں تم میں یہ طے ہوگیا۔ اور راحیل کو تمھارے عقد میں دینا اِس سے بہت اچھا ہے کہ میں کسی غیر کو دوں، اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام سات برس تک لابان کے ہاں جانور اور بکریاں چراتے رہے اور چونکہ راحیل کی محبت حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل میں بہت تھی۔ اس سبب سے مشقت کے یہ سات سال اُن کی نظر میں چند روز سے زیادہ نہ معلوم ہوئے بلکہ بہت جلد گذر گئے۔

راحیل کی جگہ لیّا کا نکاح:

حضرت یعقوب علیہ السلام نے لابان سے کہا کہ اب آپ میری بیوی کو

میرے حوالے کیجئے کیونکہ میرے ایام خدمت پورے ہوگئے۔ چنانچہ لابان نے تمام اہل بیت کو جمع کیا اور ولیمہ کا کھانا تیار کرایا جب رات زیادہ ہوگئی تو اُس زمانہ کی رسم کے موافق لیا کا حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ نکاح پڑھوا دیا اور راحیل کے نام سے لیا کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیج دیا اور اُس کے جہیز میں ایک لونڈی دی جس کا نام زلفی تھا۔

اندھیری رات میں حضرت یعقوب علیہ السلام لیا کو نہ پہچان سکے بلکہ اُسے راحیل سمجھ کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن صبح ہوئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے خلاف شرط راحیل کی جگہ لیا کو اپنی آغوش میں پایا تو حضرت یعقوب علیہ السلام بہت متفکر ہوئے اور لابان کے پاس اُسی وقت آئے اور کہا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا آپ نے بڑا دھوکا کیا اور میری سات برس کی محنت کو برباد کر دیا اور میری بیوی کے نام سے دوسری عورت میرے حوالے کردی۔ کیا راحیل کے لئے میں نے سات برس تک آپ خدمت نہیں کی۔ لابان نے کہا میرے پیارے بھانجے کیا تم اپنے ماموں کی رسوائی اور ذلت چاہتے ہو میں تمھارا ماموں اور شفیق باپ کی جگہ ہوں تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بڑی لڑکی سے پہلے چھوٹی لڑکی کا عقد نہیں کیا جاسکتا اب تم سات برس اور خدمت کرو تو میں راحیل کو بھی تمھارے ہی ساتھ بیاہ دوں گا۔ (اس زمانہ میں دو بہنوں سے نکاح شریعت میں جائز تھا)

سات سال پھر مزدوری کی:

آخر اُس محبت سے مجبور ہو کر جو حضرت یعقوب علیہ السلام کو راحیل سے اُن کے حسن و جمال بے مثال کی وجہ سے تھی۔ اُنھوں نے اس کو بھی برداشت کیا اور پھر سات برس کے برابر لابان کے مویشی چراتے رہے تب لابان نے راحیل کو بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالے کر دیا اور اُس کے جہیز میں بھی ایک لونڈی دی۔ جس کا نام بلھی تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو چودہ برس کی متواتر محنت

وخدمت گذاری کے بعد اپنی مُنھ مانگی مراد پا کر جو کچھ مسرت اور خوشی حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت راحیل سے محبت اور لونڈی ھبہ:

آپ راحیل کو لیا سے بہت زیادہ چاہتے، اور محبت کرتے تھے، لیکن لیا کے بطن سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار اولادیں ہوئیں اور راحیل بانجھ رہیں ان سے کوئی اولاد عرصہ تک نہیں ہوئی۔ لیا بہت خوش تھیں کہ اولاد کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو لیا کی خاطر بھی بہت عزیز ہوگئی تھی جب راحیل نے دیکھا کہ ان کے بطن سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی تو ان کو اپنی بہن سے سوتیا جلاپا پیدا ہوا انھوں اپنی لونڈی بلھی حضرت یعقوب علیہ السلام کو ھبہ کر دی اور کہا کہ میں چاہتی ہوں اس سے آپ کی کوئی اولاد ہو تا کہ میرا گھر بھی آباد ہو۔ چنانچہ اُس کے بطن سے دان اور نفقالی دو لڑکے پیدا ہوئے اس عرصہ میں لیا سے پھر کوئی اولاد نہیں ہوئی جب لیا نے دیکھا کہ اب مجھ سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوتی تو اپنی لونڈی زلفی کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے حوالے کر دیا یعنی ھبہ کر دی۔ اُس سے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے دو بیٹے ہوئے جن کا نام جاد اور اشیر رکھا گیا۔

حضرت راحیل سے بھی ناامیدی کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے یہ اپنی ماں سے بہت مشابہ اور حسین و خوبصورت تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تمام اولاد سے زیادہ حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت ہوگئی اب آپ اپنے سب لڑکوں اور دونوں بیویوں اور دونوں لونڈیوں کو لے کر اپنے باپ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے گھر اور اپنے وطن اصلی فلسطین کی جانب واپس آگئے۔

لیکن عیص سے ان کو بیحد جان کا خوف تھا تاہم ان سے فائدے کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا کیونکہ عیص اپنے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پاس چلے

گئے تھے اور اُن کی لڑکی نسمہ سے شادی کر لی تھی پھر اُن کو ملک شام میں اپنے آبائی گھر میں لے آئے تھے ان سے بکثرت اولاد ہوئی یہاں تک کہ عیص کی اولاد شام میں تمام کنعانیوں پر غالب آ گئی اور اطراف اسکندریہ و روم تک دریا کے کنارے کنارے پھیل گئی تھی۔ اور عیص چونکہ گندمی رنگ کے آدمی تھے اس سبب سے آدم ان کا نام رکھ دیا گیا تھا مگر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر بھائی چارے اور محبت کی فضا کو قائم کر کے عیص کا دل اپنی طرف مائل کر لیا۔ پھر عیص اُن پر اس قدر مہربان ہوئے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے لئے انھوں نے کئی شہر خالی کر کے چھوڑ دیئے اور نقل مکانی کر کے ساحل شام میں چلے گئے اور پھر دریا عبور کر کے پہنچ گئے۔ اس راوی کا بیان ہے کہ پھر عیص ہی کی اولاد میں سے بادشاہ ہوئے اور وہ یونانی بادشاہ کہلاتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے جدائی:

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت عشق کے درجے تک پہنچ گئی تھی۔ اور کسی وقت نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے مگر یہ محبت لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اور سب بھائیوں کو ناگوار تھی وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جلنے لگے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے مہربان باپ نے جو خواب کی تعبیر دی تھی، اور تاکید کی تھی کہ اپنی سوتیلی ماں اور دوسرے بھائیوں سے ہرگز ذکر نہ کرنا ورنہ بڑی مصیبت اور ہلاکت میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے لیکن لیا یہ سب باتیں چھپ کر سن رہی تھی۔ اُس نے اپنے بیٹوں پر یہ راز ظاہر کر دیا۔ آخر حضرت یوسف علیہ السلام نے بیحد مصائب اُٹھائے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے قرآن شریف میں اس قصے کو اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل اور نہایت خوبی سے احسن القصص کے نام سے بیان فرمایا ہے۔

البتہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے رہائی پا کر وزارت مصر

پائی، اور اپنے بھائیوں کو اور باپ کو طلب کیا تو اُن کے ساتھ لیا بھی آئی تھیں اور ان سب نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ کیا اور یہ اُس خواب کی تعبیر تھی، جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام مصائب مبتلا ہوئے۔

حضرت راحیل کا وصال:

اس واقعہ کو مورخین نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام مقام فدان ارم سے چلے گئے تو حضرت راحیل حاملہ تھیں آپ اپنی بیوی بچوں کو لے کر بیت ایل ہوتے ہوئے اپنے وطن گئے تھے اور کنعان کی سرزمین میں داخل ہو چکے تھے کہ راحیل کے دردِزہ شروع ہوا، اور اس زور سے یہ درد اُٹھا کہ معمول سے بہت زیادہ تکلیف محسوس ہوئی۔ راحیل اُس کی شدّت سے بے حد بے چین، اور پریشان تھیں لیکن دائی نے تسلی دی، اور ان سے کہا کہ، تم ڈرو نہیں اس دفعہ بھی لڑکا پیدا ہوگا اس سبب سے تکلیف زیادہ ہے چنانچہ بڑی دشواریوں سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین رکھا لیکن راحیل کی قضا آچکی تھی وہ ہنوز مبتلائے درد تھیں، اور بچہ کو پیدا ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ راحیل نے وفات پائی۔ اور ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر کی اپنی جدائی کا ناقابل برداشت داغ دیا۔ حضرت راحیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو جس قدر محبت تھی وہ معلوم ہی ہے آپ کو اُن کے مرنے کا بہت رنج وقلق ہوا۔ اور اُس محبت کی یادگار میں اُن کی قبر پر ایک ستون قائم کیا۔

(توریت میں لکھا ہے کہ) وہ اب تک موجود ہے یہ مقام جہاں حضرت راحیل نے انتقال کیا اور دفن ہوئیں افراث سے تھوڑے ہی فاصلے ہے اس کو اب بیت لحم کہتے ہیں۔

راحیل کے دفن سے فراغت پاکر پھر یہ قافلہ سرزمین کنعان کی طرف روانہ ہوا۔ اور منزل بہ منزل چل کر آخر مقام جبران پر پہنچ گیا جہاں حضرت

ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کا قیام تھا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے بخیر و عافیت واپس آنے کی بہت خوشی ہوئی لیکن ابھی اس قافلے کو آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام نے بھی ایک سو اسی برس کی عمر کو پہنچ کر دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کیا۔ اور اپنی وصیت کے موافق اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے باپ کی اس دوامی مفارقت کے بعد یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام عرصہ تک اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے مصائب میں مبتلا رہے۔ اور ایک مدت کے بعد بیٹے کی ملاقات سے دل شاد ہوئے جس وقت آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی طلب پر مصر گئے ہیں تو لیا ساتھ تھیں وہاں سے واپسی پر لیا نے بھی انتقال کیا تب آپ نے اُن کو بھی وہیں دفن کیا جہاں اس سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت سارہ اور حضرت اسحٰق علیہ السلام و حضرت رفقہ دفن تھیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی تھی کہ مجھے بھی یہیں دفن کرنا یہ زمین عفرون متی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو دفن کرنے کے لئے خرید کی تھی اور اُس کا ذکر حضرت سارہ علیہا السلام کے حالات میں بیان ہو چکا ہے۔

فائدہ:

قصص الانبیاء میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تذکرہ بتغیر الفاظ کے ساتھ بڑی تفصیل سے کیا ہے مزید واقعات وہاں پڑھیں۔

حضرت آسنات

زوجہ

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام جب قید خانے سے رہا کیے گئے تو فرعون مصر کو اُس کے خواب کی تعبیر بتانے کی وجہ سے وہ بہت محبوب ہوگئے تھے۔ فرعون نے جس کا نام ریان بن ولید بن دومغ تھا اُن کو حسب خواہش تمام مملکت کا وزیر خزانہ کردیا۔ اور انھیں جہاں پناہ کا خطاب دیا۔ اور تمام ملک مصر میں آپ کی بہت عزت افزائی ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر اس وقت تیس سال کی تھی۔

﴿تاریخ ابن خلدون، ج اول﴾

حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح:

اسی زمانے میں شہراون میں ایک کاہن رہتا تھا جو اپنی دینداری اور شرافت کی وجہ سے بہت معزز اور ذی مرتبہ سمجھا جاتا تھا ملک ریان کی اُس پر خاص عنایت تھی۔ اُس کا نام فوطیفرع تھا اور اس کی ایک بیٹی آسنات نامی تھی جس سے فرعون مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا اور آسنات کو حضرت یوسف علیہ السلام سے بیاہ کر کے اون سے مصر کے دارلسلطنت میں لے آیا۔

آسنات بھی اپنے باپ فوطیفرع کاہن کی طرح راست باز اور نیک تھی اور اپنے تمام خاندان سے زیادہ خوش قسمت تھی کہ اُس کو حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی ہونے کی عزت حاصل ہوئی۔ آسنات زندگی بھر بڑی خوشی کے ساتھ حضرت

یوسف علیہ السلام کی خدمت میں رہی اللہ تعالیٰ نے اُس کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام کو دو بیٹے بھی دیئے اور یہ دونوں صاحبزادے مصر میں کال پڑنے سے پہلے (جس کی حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر کے سلسلہ میں پیشین گوئی کی تھی) پیدا ہوئے تھے حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلوٹھے بیٹے کا نام منسّا رکھا۔ اور جب یہ پیدا ہوا تھا تو نہایت خوشی منائی گئی۔ دوسرے بیٹے کا نام افرائیم رکھا۔ اور اب بڑے اطمینان اور خوشی کے ساتھ آسنات کے یہ دونوں بیٹے بھی بڑے خوش قسمت تھے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کنعان سے اپنے والد کی ملاقات کے لئے گئے تو اِن دونوں کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اِن کو بھی برکت کی دعا کی اور اپنی اولاد میں شامل کیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ یہ تیرے دونوں بیٹے افرائیم ومنسّا جو میرے مصر پہنچے سے پہلے پیدا ہوئے ہیں یہ میرے ہیں وہ روبن اور سمعون کی طرح میرے ہوں گے چنانچہ اِن دونوں کے بعد جو اولاد آسنات اور حضرت زلیخا سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہوئی وہ بالکل پردہ گمنامی میں رہی اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے اُس کو اپنے سلسلہ میں شامل نہیں کیا۔

فائدہ:

آسنات کے یہ حالات توریت کتاب پیدائش میں درج ہیں۔ مگر اور جو اسلامی تاریخیں اور تفسیریں ہمارے پیش نظر ہیں افسوس ہے کہ اُن میں کسی جگہ آسنات کا نام نہیں پایا جاتا سب صرف حضرت زلیخا کا ذکر کرتے ہیں اور افرائیم ومنسّا کا بھی حضرت زلیخا ہی کے بطن سے ہونا لکھتے ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ دونوں آسنات کے بطن سے تھے۔ اور حضرت زلیخا سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے چند بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں تھیں جو بنی اسرائیل کے سلسلہ میں نہ ہونے کی وجہ سے گمنام رہے۔

آسنات کے اور کچھ حالات کہیں سے دستیاب نہیں ہوئے۔ یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد زندہ تھیں یا اُن کی حیات ہی میں فوت ہو چکی تھیں اور یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر میں آنے کے بعد اُن کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کئے بچے پیدا ہوئے اور ان کے کیا کیا نام تھے لیکن ہوئے ضرور ہیں۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بہت سے لڑکے تھے ان میں سے دو مشہور ہیں (اور اُنھیں کا نام توریت میں بھی آیا ہے) افرائیم ومنشا اور یہ دونوں اسباط میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ اُنھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا زمانہ پایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن کو اپنی اولاد میں شمار کیا تھا اور اُن کے حق میں دعائے برکت کی تھی لیکن مورخ مذکور نے یہ لکھا کہ یہ دونوں آسنات کے بطن سے تھے یا حضرت زلیخا کے بطن سے۔

واللہ اعلم بالصواب

حضرت زلیخا

زوجہ

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت بی بی زلیخا عزیز مصر کی بیوی جو حضرت یوسف علیہ السلام سے بے حد محبت کرتی تھی اُس کا باقی قصہ قرآن شریف موجود ہے اور نہ توریت میں بیان کیا گیا مگر اہل سیر نے لکھا ہے کہ اُس سے بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام نے شادی کر لی تھی اور دو لڑکے اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔

﴿تفسیر حقانی، ج ۳، سورۃ یوسف﴾

چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اطفیر کی مغزولی کے بعد اور بعض کہتے ہیں کہ اُس کے مرنے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام متولی وزارت ہوئے تب آپ نے حضرت زلیخا سے بھی نکاح کرلیا اور اُس کی کل املاک کے مالک ہو گئے۔ ﴿تاریخ ابن خلدون﴾

اِس واقعہ کو ذرا تفصیل سے علامہ ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں کہ:

''جب فرعون مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اپنے ملک کے تمام خزانوں پر امیر مقرر کر دیجئے میں بڑا محافظ و واقف کار ہوں تو بادشاہ مصر نے جس کا نام ریان بن ولید تھا کہا کہ بہتر ہے میں نے آپ کو اِسی عہدے پر مقرر کردیا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر یعنی شوہر زلیخا کی جگہ پر معین کردیا اور وہ معزول کردیا گیا۔ عزیز مصر کا نام اطفیر یا قطفیر تھا۔ اطفیر اسی زمانہ

پس چند روز کے بعد مر گیا تب فرعون مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کا بیاہ حضرت زلیخا سے کر دیا اور اب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی زلیخا سے ویسی ہی محبت ہوگئی جیسی کبھی حضرت زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تھی جب حضرت زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا کہ ''راعیل موجودہ حالت اُس سے بہتر نہیں ہے جس کا تم ارادہ کرتی تھیں''۔

حضرت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اشاد کے جواب میں کہا۔ ''اے پیارے صدیق! مجھے ملامت نہ کیجئے کیونکہ میں حسین وخوبصورت اور دنیا میں ایک ناز پر وردہ عورت ہوں اور میرا شوہر عورت کے کام ہی کا نہ تھا اور آپ اپنے حسن و جمال میں ویسے ہی تھے جیسا کہ خدا نے بنایا ہے آخر میرے نفس نے مجھے اُبھارا اور وہ مجھ پر غالب آیا''۔

مورخین کا گمان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا کو کنواری عورتوں کی طرح پایا اور ان کے دو بیٹے افرائیم اور منشا پیدا ہوئے اور اُنھیں سے حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل چلی''۔

اور اسی مضمون کو بعض الفاظ کے تغیر کے ساتھ صاحب تاریخ گزیدہ بھی یوں لکھتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو ملک ریان نے غلے کے انتظام پر حاکم مقرر کیا اور تھوڑے دن کے بعد عزیز مصر کا بھی انتقال ہوگیا۔ عزیز وہاں کا خزانچی تھا۔ بادشاہ سے یہ جگہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو دے دیں اب حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت زلیخا کو یاد فرمایا جب حضرت زلیخا تشریف لائیں تو آپ نے پیغام نکاح دیا جو اُسی وقت منظور ہوا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ۳۲ سال کی تھی اور زلیخا کی عمر ۳۰ سال کی اور وہ اب تک کنواری تھی کیونکہ اس کا شوہر عورت کے کام نہ تھا حضرت یوسف علیہ السلام کے زلیخا سے دو لڑکے افرائیم اور منشا پیدا

ہوئے مگر تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں لڑکے آسنات ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اور یہی حضرت یوسف علیہ السلام کی بیاہتا بیوی تھیں لیکن اِس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت زلیخا سے بھی بعد کو آپ نے نکاح کرلیا تھا جیسا کہ متذکرہ بالا بیان ہے نیز اور مورخ بھی اس باب میں ان سے متفق ہیں۔

شادی سے قبل کے واقعات:

اب ہم وہ واقعات لکھتے ہیں جو شادی سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام و زلیخا کے درمیان میں پیش آئے اور اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت دلچسپ و پُر لطف ہیں بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اُس کا نام راعیل اور زلیخا لقب تھا اور یہ عابیل کی بیٹی تھی اور بعض نے اس کا نام بکا بنت فیوش لکھا ہے مگر اکثر تاریخوں میں زلیخا ہی نام لکھا ہے اور یہی معتبر بھی ہے۔

حضرت زلیخا کا باپ ملوک قبط کی اولاد میں تھا یہ بادشاہ ملوک عرب کے داخل ہونے سے پہلے مصر پر حکومت کرتے تھے جن کو مورخین ملوک الرعاۃ کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔

زلیخا کا خواب:

حضرت زلیخا بڑی حسین وجمیل لڑکی تھی۔ اور بڑے ناز ونعم سے پالی گئی تھی جب وہ جوان ہوئی تو اُس نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ عنقریب وہ مصر پر ملکہ ہونے والی ہے اور چاند اس کے سر کا تاج بن گیا ہے اور جس وقت وہ تخت حکومت پر بیٹھے گی اُس وقت یہ تاج زیب سر کیا جائے گا اُس نے اکثر لوگوں سے خواب کی تعبیر پوچھی چنانچہ اس کے سوال کے جواب میں کہا گیا کہ اس خواب زریں کی یہ تعبیر ہے کہ اُس کا نکاح مصر کے بادشاہ سے ہونے والا ہے لیکن ایک عرصہ اسی حالت میں گزر گیا اور خواب کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا یہاں تک کہ قطفیر عزیز مصر کے ساتھ اُس کا عقد ہو گیا جو اُس زمانہ میں بادشاہ مصر کی جانب سے بلد

خاص کا محافظ یا وزیر تھا۔

اِس عہدہ پر جو شخص مامور ہوتا اُس کو عزیز مصر کہا کرتے تھے تب زلیخا نے خیال کیا کہ میرا خواب، پریشان تھا اور یہ خیال کر کے اُس نے اپنی تمام امیدوں اور فکروں کی عنان اُس طرف سے پھیر لی اور اس خیال سے باز آئی مگر اِسی اثناء میں مصر کی سرزمین میں عرب داخل ہوگئے اور وہ ساری زمین پر غالب وحاکم بن بیٹھے لیکن اُنھوں نے اور سب ارکان حکومت اپنی اپنی جگہ پر بحال رکھے چنانچہ قطفیر بھی اپنی جگہ پر بدستور رہا اور چونکہ وہ ایک بڑے عہدہ پر تھا اس سبب سے زلیخا کی یہ حالت تھی کہ جو کلمہ زبان سے نکالتی وہ گوش ہوش سے سنا جاتا اور جو حکم وہ دیتی فوراً اُسکی تعمیل کی جاتی اور جو کچھ وہ چاہتی فوراً قبول کیا جاتا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بادشاہ کے یہاں سے اُس کی استدعا نامقبول ہوئی ہو غرض وہ اِس شان وشوکت سے قطفیر کی زوجیت میں رہی۔ اِسی عرصہ میں ایک اسمٰعیلی قافلہ کنعان سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر لے کر آیا اس اجمال کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب:

حضرت یوسف علیہ السلام ۱۷ برس کی عمر میں اپنے اور سب بھائیوں کے ہمراہ اپنے باپ کا گلہ چرانے جاتے تھے۔

چونکہ راحیل متوفیہ کی یادگار اور اُس کے حُسن و جمال کی ایک زندہ مثال تھے اس سبب سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اِن سے بہت محبت تھی اور تمام بھائیوں کو اس وجہ سے رشک تھا۔ اِنھیں دونوں میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستاروں اور چاند سورج نے آسمان سے اتر کر مجھے سجدہ کیا۔ یہ خواب آپ نے پیارے باپ سے بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ تم اس خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ کسی فریب میں ڈال دیں گے۔ لیکن

بھائیوں کو خواب کا سارا حال حضرت یوسف علیہ السلام کا لیا کی زبانی معلوم ہو گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا:

اِس سے اُن کے رشک وحسد کی آگ اور بھڑک اُٹھی حسب دستور صحرائے نابلس میں ایک روز یہ بکریاں چرانے گئے تھے کہ سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر روبن نے خونریزی سے منع کیا اور کہا کہ اس بیابان میں جو اندھا کنواں بنا ہوا ہے اُس میں ڈال دو تا کہ ادھر سے کوئی قافلہ نکلے تو وہ لے جائے۔ چنانچہ مقام سرنا سے دو ڈیڑھ میل کے فاصلے پر جو اندھا کنواں واقع تھا۔ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال دیا اس کام سے فراغت کر کے یہ لوگ کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ اسمٰعیلیوں کا قافلہ جلعاد سے مصر کو جاتے ہوئے اِدھر سے گزرا اہل قافلہ نے یہاں قیام کیا اور اپنے سقّے کو کنویں پر بھیجا، اُس نے پانی بھرنے کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول پکڑلیا، اُس نے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ لڑکا ہے اُسی وقت سردار قافلہ کو آکر خبر کی اُس نے نکال کر اپنے اسباب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو چھپا لیا ان کے بھائیوں کو خبر لگی تو سب نے بالاتفاق بیس روپیہ میں اُس کے ہاتھ بیچ ڈالا اور آپ کا کُرتہ بکری کے بچے کے خون سے آلودہ کر کے اپنے باپ کو لا کر دکھادی اور کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔

بازار مصر میں فروخت:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ سُن کر نہایت صدمہ ہوا اور وہ اس غم میں مدتوں مبتلا رہے اور قافلہ والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں لے جا کر قطفیر کے ہاتھ ایک معقول قیمت پر فروخت کر ڈالا۔

بعض مورخوں نے اس کا نام اطفیر اور بعض نے بوطیفار یا بوتیمار بھی لکھا ہے لیکن ترجیح قطفیر ہی کو ہے اس نے اپنے گھر اور تمام کاروبار کا مختار کر دیا اور

پنی بیوی زلیخا کو ہدایت کی کہ اس کو بہت عزت سے رکھنا تا کہ اس کا وجود ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اُسے اپنا بیٹا بنالیں۔

زلیخا محبت میں گرفتار:

حضرت یوسف علیہ السلام نہایت خوبصورت اور نور پیکر، نوجوان تھے۔ اور زلیخانے اپنے شوہر کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ زلیخا کو آپ سے رفتہ رفتہ بے حد محبت ہوگئی وہ اس قدر فریفتہ ہوئی کہ آپ کو اپنے شوہر عزیز سے بھی زیادہ چاہنے لگی، کئی بار آپ سے اظہار آرزو کیا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام ہر وقت ٹالتے رہے کبھی اُس کی استدعا پر توجہ نہ کی۔

دست درازی:

ایک روز تخیہ پا کر زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کو خالی کمرہ لے گئی اور دروازے بند کر کے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن پکڑ کے انھیں مجبور کرنا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو متنبہ کیا۔ آپ نے صاف انکار کردیا۔ اور کہا عزیز میرا آقا ہے اُس کی خیانت کروں یہ بڑی بے انصافی کی بات ہے لیکن جب کسی طرح زلیخا نہ مانی تو آپ اپنا دامن چھوڑا کر بھاگے زلیخا بھی آپ کے پیچھے بھاگی اور کرتا پکڑنا چاہا مگر وہ پھٹ کر ہاتھ سے چھوٹ گیا اِسی حالت میں دونوں دروازے تک پہنچ گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر اکرام اور برأت:

باہر سے عزیز آتے ہوئے دروازے پر مل گیا۔ زلیخا نے اپنی برأت کے لئے اُلٹا الزام حضرت یوسف علیہ السلام پر رکھا اور قطفیر سے کہا کہ یہ مجھ سے بُرا ارادہ رکھتا تھا میں چلائی تو اپنا پیراہن میرے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا یہ خود مجھے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتی تھیں۔ اور خود اُنھوں

نے مجھے بڑے فعل پر بار بار اُبھارا، اور آج بہت مجبور کیا لیکن میں نے صاف انکار کردیا۔ اور اپنی جان بچا کر بھاگا۔ عزیز حیران تھا کہ اس بارے میں کیا فیصلہ کرے آخر زلیخا کے خاندان میں سے ایک شخص نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام جھوٹا ہے اور اگر قمیض پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ سچا اور یہ جھوٹی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا پیراہن دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا عزیز سمجھ گیا کہ یہ زلیخا ہی کی چالاکی ہے پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم اس سے درگزر کرو اور اپنی بیوی سے کہا کہ تو حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے گناہ کی معافی مانگ بیشک تو ہی خطا وار ہے۔

زلیخا کا دعوت کرنا:

چند روز میں اس واقعہ کا چرچا مصر کے گھر گھر میں پھیل گیا ہر طرف عورتوں میں باتیں ہونے لگیں کہ عزیز کی بیوی زلیخا اپنے غلام کو چاہتی ہے اور اُس کی محبت میں دیوانی ہورہی ہے جب زلیخا نے یہ حال سنا تو چند معزز عورتوں کو مدعو کر کے ایک پر وقار محفل آراستہ کی ہر ایک عورت کے سامنے ترنج چنے گئے اور ایک ایک چھری سب کو دی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خوب بنا سنوار کر چھپا رکھا اور اُن مہمان عورتوں سے کہا کہ میں اُسے بلاتی ہوں جیسے ہی وہ سامنے آئے تم کھانا شروع کرنا پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا آؤ آپ کا برآمد ہونا تھا کہ ایک پیکر حسن و جمال کو دیکھ کر ان سب پر کچھ ایسی حیرت چھائی کہ ترنج کاٹنے کے بجائے سب نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے (زخمی کر لئے) اور کہنے لگیں کہ ماشا اللہ یہ تو آدمی نہیں فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ زلیخا نے کہا یہ وہی جس کے لئے تم مجھے ملامت اور بدنام کرتی تھیں بے شک میں نے اس سے دلی خواہش کی تھی لیکن اس نے اپنے نفس کو بچالیا اور اگر اب بھی میرا کہنا نہ مانے گا تو ذلیل ہوگا اور سخت قید بھگتے گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں:

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا یا اللہ جس بات پر یہ مجھے آمادہ کرنا چاہتی ہیں اس سے تو قید ہی بہتر ہے یارب! تو مجھے اس کے مکروفریب سے بچا اور مجھے ثابت قدمی عطا فرما۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا مقبول ہوگئی چنانچہ باوجودیکہ عزیز حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کی بہت سی نشانیاں دیکھ چکا تھا مگر زلیخا کے کہنے سے آپ کو قید خانہ بھجوادیا۔ اور تقریباً بارہ برس آپ کو قید کی مصیبت میں گرفتار رہے۔

گو اس قید کا باعث زلیخا ہی ہوئی تھی اور اُس نے اپنی رفع خفت کے خیال سے ایسا کیا لیکن اُس کا یہ طویل زمانہ جدائی بھی بڑی بیقراری اور نہایت مصیبت سے کٹا اور سارا عیش و آرام تلخ ہوگیا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں بیواؤں کی طرح زندگی کے دن بے لطفی اور بدمزگی سے بسر کرنے لگی اتفاق سے اُسی قید خانے میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو شخص اور بھیجے گئے تھے ایک فرعون کا ساقی تھا اور دوسرا باورچی خانہ کا داروغہ۔ اِن دونوں نے ایک رات کو خواب دیکھے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیے ساقی نے کہا میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں دوسرے نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ اپنے سر پر روٹی رکھے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں ہم کو اس تعبیر دیجیے کیوں کہ ہمارے خیال میں آپ ایک نیک بخت اور سچے آدمی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمھیں روزانہ (یہاں) دیا جاتا ہے اُس کے آنے سے پہلے ہی میں تمھیں تعبیر دوں گا تعبیر دینا بھی منجملہ اُن چیزوں کے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائی ہیں مگر تعبیر دینے سے پہلے کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے اِن دونوں کے سامنے خدا کی توحید اور دین حق پر ایک زبردست و موثر تقریر کی۔ بعد ختم تقریر کہا کہ اے قید یو تم میں سے

ایک (ساقی) تو پھر اپنے عہدے پر اپنے آقا کو شراب پلانے پر مقرر کیا جائے گا اور دوسرے (داروغہ) کو اُس کے جرم کی سزا میں پھانسی دیجائے گی پھر پرندے اُس کا سر نوچیں گے۔

جس بات کو تم نے پوچھا اور جو تعبیر میں نے دی یہ ہو کر رہے گا پھر ساقی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ بعد رہائی تو اپنے آقا فرعون مصر سے میرا بھی ذکر کرنا چند روز کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے موافق ظہور میں آیا۔ مگر ساقی اپنی جگہ پر پہنچ کر فرعون سے آپ کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بدستور قید خانے میں رہے۔

عزیز مصر کے دربار میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر:

دوسرے سال کے آخر دنوں میں فرعون نے اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات سبز بالیاں (خوشے ہیں) اور سات خشک یہ خشک بالیں سبز بالیوں کو کھا گئیں اے دربار والو اگر تمھیں خواب کی تعبیر دینا آتی ہو تو میرے اس خواب کی تعبیر دو۔ اُنھوں نے کہا کہ یہ ایک خواب پریشان ہے پریشان خوابوں کی ہم کو تعبیر دینا نہیں آتی۔

اِسی دربار میں فرعون کا ساقی بھی موجود تھا اس وقت حسن اتفاق سے اُسے حضرت یوسف علیہ السلام کی بات یاد آئی۔ اُس نے کہا کہ قید خانے میں ایک نوجوان قید ہے وہ تعبیر خوب دیتا ہے مجھے بھی تجربہ ہو چکا ہے اگر اجازت ہو تو میں وہاں جا کر اُس سے دریافت کروں جو تعبیر وہ دے گا وہ بالکل صحیح ہوگی چنانچہ اُسے اُسی وقت اجازت دی گئی۔ ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے آکر خواب بیان کیا حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی کہ مصر میں سات برس خوب ارزانی اور بافراط غلہ کی پیداوار ہوگی لہذا جس قدر فصل کاٹی جائے خوشوں میں لگی رہنے دیں صرف تھوڑا سا خرچ بھر کا غلہ نکال لیں کیوں کہ سات برس تک قحط پڑے گا اُس وقت

یہ غلہ کھانے کے کام آئے گا جو فرعون کو چاہیے کہ ایک ہوشیار آدمی مصر کی سرزمین پر معین کرے جو جا بجا افسر مقرر کرے تاکہ ابھی سے قحط کے زمانہ کا انتظام شروع ہو جائے۔ ان سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا کہ خوب بارش ہو گی اور لوگ انگور سے خوب شیرہ نچوڑیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی:

حضرت یوسف علیہ السلام نے جو کچھ کہا تھا ساقی نے بادشاہ کے آگے جا کر کہا۔ بادشاہ یہ تعبیر سُن کر بہت خوش ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو یاد فرمایا۔ جب چوبدار پہنچا کہ بادشاہ سلامت، حضور کی زیارت کے مشتاق ہیں تو آپ نے کہا کہ پہلے اپنے آقا کے پاس واپس جا کر پوچھو کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا خدا اُن سب کے مکر سے واقف ہے۔ فرعون نے اُسی وقت اُن عورتوں کی طلبی کا حکم دیا جب وہ دربار میں حاضر ہوئیں تو پوچھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تم نے جو پھسلایا تھا اُس کا سارا واقعہ بیان کرو۔ کہ اصل بات کیا تھی اور یوسف کے قید کے کیا وجوہ ہیں۔ اُن سب نے کہا کہ ماشاءاللہ ان میں ہمیں تو کوئی بُرائی نہیں معلوم ہوتی اور نہ کچھ اُن کا قصور ہے زلیخا نے اُن کی پاک دامنی کا اقرار کیا اور کہا کہ بے شک جو حق بات تھی وہ ظاہر ہو گئی میں نے ہی اس کو پھسلانا چاہا تھا اور وہ بالکل سچا اور بے خطا ہے اور میں نے ہی اُسے بلا وجہ قید خانہ بھجوایا تھا۔

اس صفائی کے بعد فرعون نے آپ کو طلب کیا اور جب دیکھنے سے حُسن صورت اور گفتگو کرنے سے خداداد صلاحیت کا حال معلوم ہو گیا تو حکم دیا کہ آج سے آپ میری مصاحبت میں رہیے پھر آپ کو اپنی رعایا کا تمام اختیار دے دیا اور قحط کا انتظام بھی آپ کے سپرد کیا کہ آپ اپنی مرضی کے موافق سب کچھ کریں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے سرزمین مصر کے تمام خزانوں کا نگران مقرر

کیجئے تو بہتر ہے کیونکہ میں اس کام سے خوب واقف اور بڑی حفاظت سے کرنے والا ہوں چنانچہ یہ خدمت بھی نہایت خوشی سے فرعون نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ذمہ کی اور اب آپ بڑے تزک واحتشام اور عزت واحترام سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے لگے اور فرعون نے (بروایت توریت) شہراوں کے کاہن فوطیفرع کی بیٹی آسنات کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا پھر عزیز کی وفات کے بعد زلیخا بھی آپ کی زوجیت میں آگئیں اور مدتوں جدائی کے صدمے اُٹھانے کے بعد اپنے مونہہ مانگی مراد پائی پھر ان کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد بھی ہوئی غرض اللہ تعالیٰ نے دین ودنیا کی سب نعمتیں عطا فرمائیں اور ایک طویل تکلیف کے بعد آسانی کا زمانہ آیا جو زندگی بھر رفیق وشریک حال رہا یہاں تک کہ موت نے اپنے وقت مقرر پر آکر سب عیش وعشرت اور حیات مستعار کا خاتمہ کر دیا اور دونوں قبر میں آرام کی نیند جا سوئے۔

❀❀❀

حضرت رحمت

زوجہ

حضرت ایوب علیہ السلام

یہ افرائیم کی بیٹی اور حضرت یوسف ابن یعقوب علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ بعض مورخین نے اُن کا نام ماخیر اور آپ کے باپ کا نام منیسّا (برادر افرائیم) لکھا ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے دنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ ان میں صبر جمیل اور شریفانہ استقلال کی پاکیزہ صفت پائی جاتی تھی اور یہ ان تمام نیک خوبیوں میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ پر فیضیاب تھیں جو اپنے شوہروں کی فرمانبردار اور اطاعت گزار تھیں۔ اب تک شام و روم و مصر و عرب کے ملکوں میں حُسن و جمال کی یکتائی کے ساتھ ہی ساتھ ان کی وفاداری بھی ضرب المثل ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے خصائص:

حضرت ایوب علیہ السلام ایک تندرست، خوبصورت، خوشحال کثیر الاولاد اور نہایت مالدار نبی تھے آپ اکثر مسافروں اور غریبوں کی مہمانداری میں اپنا عزیز وقت اور مال و متاع صرف کرتے رہتے تھے اور یہ نیک بی بی بھی اُن کے تمام نیک کاموں میں برابر کا حصہ لیتی رہتی تھیں۔ اِسی ثروت اور خوشحالی کے ساتھ اُنھوں نے زندگی کے ۸۰ سال پورے کئے اُس کے بعد خدا نے اِن کی آزمائش کرنی چاہی اور طرح طرح کی مصیبتیں نازل کیں۔

﴿تفسیر روح المعانی، تفسیر خازن﴾

مصائب کا نزول:

تمام اولاد اور مویشی فنا ہو گئے اور ساری دولت و جائداد پر دم بھر میں پانی پھر گیا۔ نہ صرف دولت اور اولاد ہی ضائع ہوئی بلکہ وہ ایک نہایت سخت اور مہلک مرض جذام میں مبتلا ہو گئے جسم پھوٹ نکلا اور بڑھتے بڑھتے سارے بدن میں زخم اور زخموں میں کیڑے پڑ گئے۔

جب اُن کی بیماری نے طول کھینچا تو بستی کے لوگ گھن کھانے لگے اور انھیں بستی سے باہر پہنچا دیا اور ان کے لئے ایک جھونپڑی ڈال دی اور سب اُن سے منحرف ہو کر چلے گئے وہ اِس تنہائی اور بیکسی کی حالت میں جب کہ نہ اُن کے پاس مال باقی رہا تھا اور نہ اہل وعیال نہ کوئی غم خوار دوست نہ کوئی مددگار صرف یہی بی بی رفیق زندگی اور شریک حال بنی ہوئی تھیں۔ اور اِس بلائے شدید کی تلخی کو صبر کے ساتھ برداشت کر رہی تھیں، اور اپنے عزیز شوہر کی پرورش کے لئے کچھ بناتیں اور بستی میں لے جا کر فروخت کرتیں۔ لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد لوگوں نے ازراہ نفرت اُن کی بنائی چیزوں کو بھی لینا چھوڑ دیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ تلاش معاش میں نہایت سرگرداں اور پریشان تھیں لیکن کسی سے کچھ نہ پایا۔ ایک عورت اِن کے خوبصورت بالوں کی لمبی لمبی لٹوں پر فریفتہ تھی آخر اُس کے ہاتھ ایک روٹی کے عوض میں اپنے دارز گیسوؤں کی لٹیں کاٹ کر فروخت کر ڈالیں اور روٹی اپنے عزیز شوہر کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام ضرورت کے وقت اُنھیں بالوں کو پکڑ کر چلتے پھرتے اور حرکت کرتے تھے جیسی ہی یہ گھر میں آئیں سب سے پہلے حضرت ایوب علیہ السلام نے بالوں کے بارے میں پوچھا بی رحمت نے ایک آہ سرد بھری اور سارا واقعہ بیان کیا حضرت ایوب علیہ السلام اس جان نثاری اور وفاداری پر نہایت دلگیر و غمگین

ہوئے اور شکریہ ادا کر کے خاموش ہو رہے آخر جب معاش کے تمام ذرائع معدوم ہو گئے تو اُنھوں نے بھیک مانگنا شروع کیا یہ روزانہ بستی میں جاتیں اور خیرات مانگ مانگ کر لاتیں اور جو کچھ میسر آتا دونوں صبر و شکر کے ساتھ کھا پی لیتے وہ خدا کی بارگاہ میں اس دردانگیز مصیبت سے نجات پانے کی امید وار تو تھے لیکن کبھی کوئی التجا زبان پر نہ لائے۔

شیطان کا فریب:

ایک دن بی بی رحمت حسب دستور کام کرنے گئی ہوئی تھیں کہ راستہ میں شیطان ملا اور اُس نے اِس طمع میں کہ بہک جائیں اور رضائے الٰہی سے پھر جائیں کہا کہ اے نیک بی بی تمھارے شوہر کہاں اور کس حال میں ہیں؟

رحمت نے کہا یہ جھونپڑی میں پڑے ہیں رات دن ان کے جسم کے زخموں سے پیپ نکلتی ہے اور بدن میں طرح طرح کی تکلیف ہے نہ کھانے کا بندوبست ہے نہ پہلے کا۔ شیطان اُن کی یاس آمیز تقریر سن کر سمجھا کہ بی بی رحمت کا صبر سے جی سیر ہو چکا ہے اب قدم ڈگمگا دینا آسان ہے اُس نے گذشتہ واقعات یاد دلائے اور کہا مال، و متاع، حسن و جمال، شباب، اور زمانہ نشاط افسوس ہے کہ ایک ایک کر کے سب رخصت ہو گئے دنیا میں اب اُن کی یاد ایک بھولا ہوا فسانہ ہے زیادہ رنج تو اس کا ہے کہ جو مصیبت اب پیش ہے کبھی دور ہونے والی نہیں بلکہ دوامی ہے، یہ سُن کر ان سے ضبط نہ ہو سکا جی بھر آیا زور سے ایک چیخ ماری اور بیتاب ہو گئیں۔

شیطان کو اپنی کامیابی کے لئے اتنا سہارا کافی تھا وہ سمجھ گیا کہ اب طاقت ضبط بہت جلدی جواب دینے والی ہے۔ پس اُسی وقت بکری کا ایک بچہ لایا اور کہا کہ۔ اگر حضرت ایوب علیہ السلام میرے نام پر اسے ذبح کریں تو بہت جلد صحت و شفا پائیں گے۔

وہ دوڑتی ہوئی خوشی خوشی واپس آئیں اور حضرت ایوب علیہ السلام سے کہا آخر اب کب تک تمھارا رب عذاب میں گرفتار رکھے گا اور کب تک تمھاری قابل رحم حالت پر ترس نہ کھائے گا۔ دیکھو مال دولت کا کیا ہوا، مویشی کون لے گیا، دوست احباب کہاں گئے اور اولاد و اسباب کدھر ہے اچھے کپڑے کس نے چھین لئے سب کچھ خاک میں مل گیا تمھارا حسین وخوبصورت جسم اپنی حالت پر نہ رہا ایک سخت آزمائش میں مبتلا ہو سارے بدن میں کیڑے پڑ گئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے پھر اس بچہ کو ذبح کر کے دوامی راحت کیوں نہ حاصل کرلو آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟

حضرت ایوب علیہ السلام اس ترغیب شرک کی تاب نہ لا سکے۔ اُنھوں نے کہا۔ تجھے اللہ تعالیٰ کا دشمن سکھا پڑھا کر لایا ہے اچھا ذرا یہ تو بتا کہ وہ کھوئی ہوئی دولت وہ اولاد اور صحت خدا داد جسے تو رو رہی ہے کس کی عطیہ تھی اُنھوں نے صرف اتنا جواب دیا ''خدا کی'' اور خاموش ہو کر گردن جھکالی حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا ہم نے کتنی مدت تک اُس سے منفعت مسرت اور راحت حاصل کی۔ بیوی نے جواب دیا ''اسی برس تک حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا اچھا کتنی مدت سے تنگدستی کی مصیبت، اور بیماری کی حالت میں مبتلا رکھا۔ بیوی نے عرض کیا تقریباً سات برس سے۔ مگر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام ۱۸ برس بیماری میں مبتلا رہے۔ (تفسیر خازن)

حضرت ایوب علیہ السلام نے برہم ہو کر فرمایا۔ افسوس تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت بے انصافی برتی اس موجودہ بلا پر اُتنا صبر کیوں نہ کیا جتنا کہ فراخ دستی اور تندرستی کی حالت میں آرام و اطمینان پایا ہے خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے تو جس طرح تو نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے مجھ سے کہا میں بھی اُس کی سزا میں تجھے ضرور سو کوڑے لگاؤں گا۔

یہ جو کچھ تو کھانے پینے کے لئے لائی ہے تجھی کو مبارک رہے مجھ پر اب اُس کا چکھنا بھی حرام ہے میرے سامنے سے دور ہو۔ اب میں تیری صورت دیکھنے کا روادار بھی نہیں۔ غرض حضرت ایوب علیہ السلام نے بیوی کو اُس کے اس سخت قصور پر نکال تو دیا لیکن اب جو اپنی حالت پر غور کرتے ہیں تو نہایت ابتر کھانا پینا کچھ بھی پاس نہیں ایک رفیق زندگی تھی وہ بھی ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے گئی اور کوئی یار و مددگار خدا کے سوا نظر نہیں آتا۔

آزمائش ختم:

آپ اُسی وقت سجدہ میں گر پڑے اور صرف اسقدر کہنے پائے تھے کہ "رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّر" اِنھیں اپنی بے صبری کا احساس ہوا اور فوراً ہی سلسلہ کلام کو خدا کی جانب پھیر کر نہایت عاجزانہ لہجہ میں کہا "وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" اس سے زیادہ طاقت گویائی نے ساتھ نہ دیا خدا رؤف و رحیم ہے وہ کبھی اپنے بندوں کی ناچاری و مجبوری پر ترس کھائے بغیر نہیں رہتا نہ وہ ظالم و جابر ہے کہ سُنی کی اَن سُنی کر جائے البتہ خلوص اور سچائی سے مانگنا شرط ہے حضرت ایوب علیہ السلام کی اس انتہائی صبر و استقلال پر اُس نے فوراً توجہ فرمائی اور اُسی وقت وحی نازل ہوئی (اُرْکُضْ بِرِجْلِكَ) حضرت ایوب علیہ السلام نے زمین پر ٹھوکر لگائی ہی تھی کہ پانی کا ایک چشمہ جوش مارنے لگا۔ اُس سے نہانا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے دریا بہا دیئے ذرہ بھر نشان بھی بیماری کا باقی نہ رہا۔ اُسی وقت مرض کے کرب و درد اور جسمانی سُقم سے نجات حاصل ہوگئی گذشتہ خوبصورتی و جوانی عود کر آئی اب تو حضرت ایوب علیہ السلام پہلے سے زیادہ حسین و جمیل نظر آنے لگے۔ انھوں نے داہنے بائیں دیکھا تو کوئی نشان مرض نہ پایا اور سابقہ مال و متاع اور اہل و عیال سے دو نادوں گھر میں موجود نظر آیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے سب سے پہلے خدا کا شکر ادا کیا پھر باہر تشریف لائے اور چبوترے پر بیٹھ گئے۔

بعد صحت حضرت بی بی رحمت سے ملاقات:

اب حضرت رحمت کا حال سنئے جب حضرت ایوب علیہ السلام نے اُن سے بیزاری ظاہر کی تو یہ وہاں سے چلی آئیں لیکن ان کا ضمیر ملامت کر رہا تھا اُن کا دل کہتا تھا کہ یہ بے وفائی تمھاری فطرت کے خلاف ہے ذرا پھر اپنی رائے پر غور کر اور جلد واپس جا۔ کیا اس سنسان بیابان میں اُنھیں تنہا چھوڑ دینا مناسب ہے کہ بھوکے پیاسے مر جائیں۔ اور درندے جانور اُنھیں کھا جائیں یہ تو مجھ سے نہ ہو سکے گا خدا کی قسم میں تو اب واپس ہی جاؤں گی چنانچہ اُسی وقت وہ اپنے جھونپڑے کی طرف واپس آئیں یہاں نہ وہ جھونپڑا تھا اور نہ وہ صحرائی زمین جس کو دیکھ اور چھوڑ کر گئیں تھیں اور جس کا تصور اُن کے ذہن میں جما ہوا تھا۔ دنیا کے ہزاروں تغیر دیکھے اور سُنے مگر یہ تغیر انوکھا اور بہت ہی حیرت میں ڈالنے والا تھا شہر وہی جگہ وہی۔ مگر زمین اور مکانیت اب دوسری صورت اختیار کر چکی تھی اور آسمانی تغیر نے سلطانی ٹھاٹھ لگا دئے تھے۔ وہ اُسی کنبہ کے گرد گھومتی اور روتی جاتی تھیں مگر مطلوب کا کہیں پتہ نہ پاتیں مایوسی وسعی و جستجو پر غالب آ رہی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام بھی اپنے چبوترے پر بیٹھے ہوے سب تماشا دیکھ رہے تھے اُنھوں نے بلایا اور پوچھا اے نیک بخت بی بی کس چیز کی تلاش ہے؟ کاش میں تمھاری کوئی خدمت کر سکوں وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور کہا میں اُس بیمار کو ڈھونڈھ رہی ہوں جو اس جھونپڑی میں پڑا رہتا تھا خدا جانے وہ ضائع ہو گیا یا کیا ہوا؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا اُس سے مطلب، حضرت رحمت نے کہا وہ میرا شوہر تھا کیا آپ نے کہیں دیکھا ہے حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا تم اگر اُسے دیکھو تو پہچان لوگی اُنھوں نے کہا جس شخص کو ہمیشہ دیکھا ہو کیا اُسے پہچاننا کوئی دشوار بات ہے لیکن اگر وہ تندرستی اور صحت کی حالت میں ہوں تو آپ سے بہت زیادہ مشابہ ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا ”حضرت ایوب علیہ السلام میں ہی ہوں تو نے

ابلیس کے لئے ذبیحہ کی استدعا کی تھی مجھے یہ بات ناپسند ہوئی میں خدا کا اطاعت گزار بندہ تھا اور شیطان کا نافرمان دشمن۔ اللہ تعالیٰ نے میری حالت سنوار دی میں وہی حضرت ایوب علیہ السلام ہوں اور یہ میرا وہی مسکن ہے حضرت بی بی رحمت علیہا السلام دوڑ کر لپٹ گئیں اور گلے میں باہیں ڈالدیں وہ ابھی باہیں گلے سے جدا بھی نہ کرنے پائی تھیں کہ مال اور اسباب اولاد سب سامنے تھے۔

صحت پانے کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے سو کوڑوں والی قسم یاد آئی خدا نے حکم دیا کہ "وَخُذ بِيَدِكَ ضِغثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ" اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مُٹھا پھر اُس سے مارلے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو اِن واقعات کے بعد حضرت بی بی رحمت اور اُن کے عزیز شوہر ایک مدت تک خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے مالا مال رہے۔ اور عمر طبعی کو پہنچ کر انتقال فرمایا۔

❁❁❁

حضرت صفورا

زوجہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت صفورا، حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی تھیں اُن کا قصہ جو درج تاریخ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون مصر کے خوف قتل سے بھاگ کر مصر سے نکلے تو مقام مدین میں پہنچے اس سفر میں یہ حال تھا کہ درخت کے پتے اور پھل کھا کر اپنا پیٹ بھرتے تھے اس کے علاوہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہ تھی بھوک، پیاس کی شدت اور رات دن کے سفر کی تکان سے چلنے تک کی قوت جسم میں باقی نہ رہی تھی لیکن جس طرح بھی ہو سکا آپ مدین کے چشمے تک پہنچ گئے اور چاہا کہ چشمے مین اُتر کر کسی طرح پانی پییں لیکن وہاں بہ کثرت آدمی موجود تھے، جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے ان لوگوں کے علاوہ دو لڑکیاں اور نظر آئیں جو گردن جھکائے اپنی بکریوں کو لئے ہوئے الگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے معصومانہ ادا کے ساتھ کھڑی تھیں کہ جب لوگ پانی پلا چکیں تو ہم اپنی بکریوں کو پلائیں یہ دونوں حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں بقول بعض حضرت شعیب علیہ السلام کے بھائی یشر کی۔

غرض جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں کو دیکھا تو دریافت کیا کہ تم کیوں اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلاتیں اُنھوں نے کہا کہ ہمارے والد بوڑھے آدمی ہیں اور ہم سے پانی نہیں کھینچا جا سکتا جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو

پانی پلالیتے ہیں تو بچا ہوا پانی بعد میں ہم اپنی بکریوں کو پلاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ عاجزانہ کلمے سنتے ہی رحم آ گیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے شہ زور اور نوجوان آدمی تھے جس ڈول کو مدین کے کئی لوگ مل کر کھینچتے تھے آپ نے اکیلے کھینچ کر اُن کی بکریوں کو پانی پلا دیا پھر نیچی نگاہ کر کے درخت کے سائے میں آ بیٹھے جب یہ دونوں لڑکیاں معمول کے خلاف اپنی بکریوں کو پانی پلا کر سویرے ہی واپس اپنے گھر پہنچی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے بہت متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ آج اتنی جلدی کیوں کر پانی پلانے سے فراغت ہو گئی۔

لڑکی نے جواب دیا کہ ایک مصری مسافر آج یہاں آیا ہوا ہے اُسی نے ہم کو چرواہوں کے احسان سے بچایا اور ہمارے گلے کو پانی پلایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں:

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی اُسی لڑکی سے کہا کہ اچھا جاؤ اُس مصری مسافر کو بلا لاؤ چنانچہ یہ لڑکی نہایت شرم سے گردن جھکائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور چپکے سے ایک ادائے شرم کے ساتھ کہا کہ ہمارے ابا جان آپ کو بلاتے ہیں، تاکہ ہمارے گلہ کو آپ نے جو پانی پلایا ہے اُس کا عوض ادا کیا جائے یہ سُنتے ہی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے، اور آگے آگے وہ لڑکی اور پیچھے پیچھے حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے راستے میں ہوا سے تہبند کا ایک سرا اُٹھ گیا اور کچھ حصہ پاؤں کا کھل گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر پر پہنچے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اُن سے سارا قصہ دریافت کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مصر سے ہجرت کرنے پھر یہاں تک پہنچنے اور لڑکیوں کے گلّے کو پانی پلانے کے تمام واقعات تفصیل سے کہہ سُنائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ بیٹا اب کچھ خوف نہ کرو اور یہ سمجھ لو کہ تم ظالموں کے پنجے سے بچ گئے ہو اتنے میں پھر وہی

لڑکی بولی کہ ابا جان آپ اِن کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ آپ کو ایک قوی اور امانت دار آدمی کی ضرورت ہے۔

اجرت پر کام شروع:

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ قوت کا حال تو دیکھ چکی اور بیان کر چکی ہے مگر اِن کے امانت دار ہونے کا کیا ثبوت ہے لڑکی نے راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آگے چلنے کا قصہ بیان کر دیا حضرت شعیب علیہ السلام یہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شریف عالی ظرف آدمی ہے اُنھوں نے کہا کہ بھائی میں چاہتا ہوں کہ اِن دونوں میں سے ایک لڑکی کا نکاح تمھارے ساتھ کر دوں بشرطیکہ تم ہمارے یہاں آٹھ برس تک رہو، اور میرا کام بطور اجیر انجام دیا کرو اور اگر دس سال پورے کر دو تو یہ تمھاری مہربانی ہے اور خدا چاہے تو میں تمھیں تکلیف نہ دوں گا بلکہ تم مجھے اچھا ہی آدمی پاؤ گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا بہتر ہے مگر جب اِن مدتوں میں سے کوئی مدت میں پوری کر دوں تو پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ کی جائے اور یہ جو کچھ میں کہتا ہوں اِس پر خدا گواہ ہے۔ پس حضرت شعیب علیہ السلام نے اُسی لڑکی کے ساتھ جو ان کو بُلانے گئی تھی اور جس کا نام حضرت صفورا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کر دیا یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی چھوٹی لڑکی تھی۔ تھوڑے زمانہ کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جیرسوم رکھا حضرت صفورا علیہا السلام اب تک اپنے میکے ہی میں رہتی تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خسر حضرت شعیب علیہ السلام کے گلّے کو بدستور چَراتے رہے۔

جب اُن کی معینہ مدت پوری ہو چکی تو اُنھوں نے اپنے وطن جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ اب اگر اجازت دیں تو اپنی بیوی بچے کو لے کر میں اپنے وطن چلا جاؤں حضرت شعیب علیہ السلام نے بخوشی حضرت صفورا اور جیرسوم اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو رخصت کیا۔ ﴿التاریخ الکامل، ج اول﴾

مصر واپسی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بیوی بچے کو دس برس کے بعد مصر کے ارادے سے چلے آرہے تھے۔ جمعہ کی شب تھی اور رات ہوگئی تھی کہ آپ راستہ بھول کر ایک جنگل میں پہنچ گئے رات نہایت تاریک تھی، اور سردی کا موسم تھا۔ بیوی بچے اور سارے گلّے کو پریشان کئے ہوئے تھا اِس سنسان بیابان میں کوئی شئے ایسی نظر نہ آتی تھی جس سے موجودہ تکلیف و پریشانی دور ہوسکتی جہاں آپ نے منزل کی تھی یہ جگہ گھائیوں اور پہاڑوں میں تھی سردی بلا کی بڑھ رہی تھی بادل گھرے ہوئے تھے اور اندھیری رات کا وہ عالم تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آتا تھا اور چونکہ حضرت صفورا حاملہ تھیں اور وضع حمل کا زمانہ بہت قریب تھا اِس سبب سے اور زیادہ فکر تھی، آخر اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی کہ یہاں آگ جلائی جائے اور آگ کی گرمی سے صبح کی جائے۔

چنانچہ اِس تاریکی میں آگ تاپنے کے خیال سے آگ بنانے کے لئے چقماق جھاڑنے لگے لیکن آج کچھ عجیب اتفاق تھا کہ نہ اُس سے چنگاریاں جھڑیں، اور نہ آگ بن سکی اِسی فکر میں تھے کہ کوہ طور کی جانب سے ایک چمک آگ کے شعلے کی سی نظر آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خوش ہو کر اپنی پیاری بیوی حضرت صفورا سے کہا کہ اِس پہاڑ کے داہنی جانب میں نے آگ دیکھی ہے، میں ابھی لاتا ہوں، تاکہ تم گرمی حاصل کرسکو اور سردی کی ایذا سے نجات پاؤ تم یہیں ٹھہرو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی راہ نما وہاں مل جائے۔ اگر کوئی راہ بتانے والا نہ ملا تو آگ ہی تمھارے پاس لے آؤں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو کوہ طور پر روانہ ہوئے اِدھر حضرت صفورا کو دردِزہ شروع ہوا اور اُس تکلیف نے موسم سرما میں اور زیادہ دُکھ پہنچایا۔

فرعون کے دربار میں جانے کا حکم:

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ پر پہنچے تو آگ کی جگہ نور الٰہی کی تجلی پائی ادھر نبوت کی سند ملی اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا۔ اور حکم فرمایا کہ تم بنی اسرائیل کی خلاصی اور فرعون کی ہدایت کے لئے فوراً مصر جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو ہم تمھارے نگہبان ہیں اُدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ حکم الٰہی لیکر واپس چلے ادھر حضرت صفورا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام الیعذر رکھا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے اُترے تو بیوی کی گود میں ایک ننھے بچے کو پایا جس کی ولادت کو چند گھنٹے بھی نہیں گذرے تھے نبوت اور پھر بیٹا پا کر بہت خوشی ہوئی حضرت صفورا کو سارا قصہ سُنا کر آپ فرعون اور بنی اسرائیل کو راہ حق دکھانے کے لئے مصر چلے آئے اور بیوی کو مدین واپس کیا وہ اپنے میکے حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر چلی آئیں۔ کیونکہ ایسے موقع پر اُن کا ساتھ رہنا بہت دشوار تھا اِس نیک بخت بیوی نے بہت خوشی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر جانے کی اجازت دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت صفورا کو خدا کے حوالے کر کے اپنے وطن کی راہ لی اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر جو راستے ہی میں مل گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منتظر تھے نبوت ورسالت کے فرائض انجام دینے لگے۔ اور حضرت صفورا اپنے باپ کے گھر میں بآرام رہنے لگیں۔ اِس کو ایک بڑی مدت گذر گئی کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا جس سے میاں بیوی کا اور بیوی کو میاں کا حال احوال معلوم ہوتا رہتا مدت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون کے پنجہ ظلم سے چھڑا کر مصر سے نکال لائے اور مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے آخر فیدیم میں قیام کیا وہاں پانی نہ تھا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے آخر آپ نے زمین پر عصا کی ضرب لگائی اور بارہ چشمے پیدا ہوگئے مگر یہاں قوم عمالیق جو عیص بن حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد اور بہت جنگجو تھی، اِن پر حملہ آور ہوئی اُس نے چاہا

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ہمراہیوں کو یہاں سے بھگا دے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم خدا حضرت یوشع علیہ السلام کو اُن کے مقابلے کے لئے روانہ کیا آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں ایک قربان گاہ بنائی یہ مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سُسرال مدین سے قریب ہی واقع تھا۔ جب آپ کی خبر حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کامیابی کے ساتھ واپس آنے اور رفیدیم میں قیام کرنے اور وہاں قربان گاہ بنانے کی خبر ملی تو آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا اور اُن کے دونوں بیٹوں جیرسوم اور الیعذر، کو ساتھ لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام استقبال کے لئے گئے اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم قوم بنی اسرائیل میں عدالت کرتے کرتے تھک جاؤ گے لہٰذا کسی کو اپنا نائب مقرر کرو چنانچہ آپ نے حضرت یوشع علیہ السلام کو نائب اور اپنے بیٹے الیعذر کو اُن کا وزیر و معاون مقرر کیا اور پھر مختلف مقامات میں بنی اسرائیل کو بحکم خدا دین کی سربلندی کے لئے کوشش کرتے رہے ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔

فائدہ:

حضرت صفورا علیہا السلام کے مزید حالات نہ معلوم ہوسکے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات ہی میں وفات پاچکی تھیں یا اُن کے بعد بھی زندہ رہیں۔ اور یہ کہ اُنھوں نے کتنی عمر پائی اور اُن کی زندگی کے اور کارنامے کیا ہیں مگر جس قدر واقعات گذر چکے ہیں اُن سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صفورا علیہا السلام نہایت عقلمند اور سمجھ دار عورت تھیں۔

تین صاحب فراست:

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین آدمی افرالناس گذرے ہیں (سب لوگوں سے زیادہ تیز فہم)

(۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جس وقت کہ اُنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو خلیفہ بنانے) میں فراست کی۔

(۲) صاحب یوسف (یعنی عزیز مصر) جبکہ اُس نے کہا "اَکْرِمِیْ مَثْوٰهُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا" ترجمہ۔ اس کو اچھی طرح عزت سے رکھ کیا عجب کہ اُس کا وجود ہمارے لئے مفید ہو۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی جبکہ اُس نے کہا "یاابت ستا جره ان خیر من استات جرا لقوی الامین"

اس میں شک نہیں کہ حضرت صفورا کی نسبت خضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے بہت درست ہے حضرت صفورا کی دوسری بہن جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کنویں پر ملی تھی شرفیایا عبدا نام تھا۔ اس کے علاوہ حضرت صفورا کی پانچ بہنیں اور تھیں جیسا کہ توریت سے ثابت ہے مگر اُن کا نام نہ معلوم ہو سکا۔

❀❀❀

حضرت الیسبع

زوجہ

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی تھے اور تمام کاموں میں اُن کے شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی نبوت و رسالت کا مرتبہ عنایت فرمایا تھا اور چھوٹے بھائی کے لئے قوت بازو بنایا تھا جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس آئے ہیں یہ راستہ میں مل گئے تھے اُس وقت سے برابر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے ان کی بیوی کا نام الیسبع ہے یہ نخشون کی بہن، عمیناداب کی بیٹی اور اپنے شوہر کی بڑی فرمانبردار تھیں مصر ہی کی رہنے والی اور خاندان بنی اضہار سے تھیں۔ یہ لوگ وہ تھے جنھوں نے حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا اِس خاندان کے لوگ بنی اسرائیل میں بہ زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔

گو فرعون کے عہد میں تمام بنی اسرائیل پر غضب نازل تھا پھر بھی حضرت الیسبع کے خاندان کو اپنی قوم میں عزت و ریاست حاصل تھی۔ الیسبع نے عمر بھر اپنے شوہر کا ساتھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی بیوی ہونے کی جو عزت دی تھی اُس کی قدر کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت بھی عطا فرمائی اور چند سال کے اندر اُن کے بطن سے حضرت ہارون علیہ السلام کے چار بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ ندب، ابیہو، الیعذر، اِتمر یہ لڑکے بھی اپنے ماں باپ

کی طرح سعادت مند تھے اور حضرت ہارون و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمانبردار و مددگار رہے اُس سے ایک بیٹا فینحاس پیدا ہوا۔

یہ نہ معلوم ہو سکا کہ حضرت الیسبع کب تک زندہ رہیں اور کہاں اُنھوں نے وفات پائی اور نہ کسی تاریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد وہ زندہ تھیں یا اُن کی موجودگی ہی میں انتقال کر چکی تھیں۔ (واللہ اعلم)

فائدہ:

حضرت ہارون علیہ السلام کی بیوی کے حالات اہل کتاب سے مروی ہیں۔

❁❁❁

میکل بنت طالوت

زوجہ

حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام کی بیوی طالوت بادشاہ بنی اسرائیل کی بیٹی تھیں جو حضرت شموئیل علیہ السلام کے زمانے میں اُنھیں کے زیر اثر تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک سیشی نامی شخص کے بیٹے تھے جو طالوت کی رعایا میں تھا اُن کے نکاح کا قصہ یہ ہے کہ فلسطیون کا ایک قوی گروہ طالوت سے ہمیشہ برسر پیکار رہا کرتا تھا اور اُن کا سرخیل جالوت تھا جو لڑائی لڑ کر طالوت کو شکست دینے کی کوشش میں لگا تار محنت کرتا رہا تھا آخر طالوت نے تنگ آ کر بہ مشاورت حضرت شموئیل علیہ السلام اپنی سلطنت کی حدود میں یہ اعلان شائع کیا کہ جو شخص طالوت کو ہلاک کریگا میں اُس کو اپنی بیٹی دوں گا اور اپنے ملک میں اُس کی مُہر سے تمام احکام جاری کروں گا۔ طالوت کی دو لڑکیاں تھیں نہایت حسین و خوبصورت جو اُس کے ملک میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے مشہور تھیں بڑی بیٹی کا نام میرب اور چھوٹی کا نام میکل تھا جس قدر لوگ فوج میں تھے سب نے کوشش کی لیکن کوئی کامیاب نہ ہوسکا۔

حضرت داؤد علیہ السلام میدان جنگ میں:

حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے لئے خود کو پیش کیا یہ دیکھنے میں سُرخ رنگ، اور خوش چشم تھے مویشی چرایا کرتے تھے اِن کے باپ اِن کو طالوت کی خدمت میں لائے حضرت شموئیل علیہ السلام نے خدا کے حکم سے اُنھیں برکت کی دعا

دی اور حضرت داؤد علیہ السلام بغیر تیغ وتفنگ کے میدان جنگ کو روانہ ہوئے جالوت کو حیرت ہوئی کہ یہ مجھ سے کیا لڑے گا اور اُنھیں نہایت حقیر سمجھا کیونکہ یہ پست قد کے اور دُبلے پتلے آدمی تھے مگر حضرت داؤد علیہ السلام تین پتھر اپنی جیب میں رکھ کر لے گئے تھے انھیں غلیل میں رکھ کر جالوت کو نشانہ بنایا جس کی ضرب سے اُس کی آنکھ پھٹ گئی اور وہ مر گیا۔ طالوت نے میدان جنگ سے واپسی پر بہت خوشیاں منائیں۔

بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام سے محبت کرنا:

اِس جرات کے سبب بنی اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام سے بہت محبت کرنے لگے اب حضرت داؤد علیہ السلام نے طالوت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ جو وعدہ آپ نے مجھ سے کیا ہے اُسے پورا کیجیے اور مجھے میری بیوی دیجئے مگر اُس کی نیت بدل گئی اُس جواب دیا کیا تم بغیر حق مہر کے بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو۔ میری لڑکی کا حق مہر لاؤ۔ اور اپنی حالت اُس کی شان کے مواقف بناؤ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا پہلے تم نے کوئی شرط نہیں لگائی تھی اور میرے پاس کوئی چیز ہے بھی نہیں اب تم مجھے حق مہر کے لئے کچھ قرض دو۔

اُس کی ادائی کا بار مجھ پر ہے طالوت نے کہا ملک میں جو تمھارا حصہ ہے وہ حق مہر قرار دیتا ہوں بنی اسرائیل نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام پر ظلم نہ کیجئے اور جو کچھ اُس سے وعدہ کیا ہے اُسے پورا کیجئے۔

مشرکین سے جنگ:

طالوت نے جب بنی اسرائیل کی محبت اور میلان حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب اور زیادہ دیکھا تو کہا کہ میری لڑکی کو مال و دولت کی حاجت نہیں اور جس چیز کو تم برداشت نہیں کر سکتے اُس کی تکلیف میں تم کو دینا نہیں چاہتا البتہ تم چونکہ بہادر آدمی ہو۔ اور ہمارے پہاڑوں میں مشرکین دشمن پناہ گزیں ہیں جن کی سرکوبی

ضروری ہے تم جا کر اُن سے لڑو جب دو سو آدمی قتل کر کے اُن کے سر میرے پاس لاؤ گے تو میں اپنی بڑی بیٹی میرب تمھارے ساتھ بیاہ دوں گا اِس حکم سے اُس کا مقصود صرف یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام میرے ہاتھ سے نہیں بلکہ فلسطیون کے ہاتھ سے ہلاک ہوں حضرت داؤد علیہ السلام یہ سنتے ہی جالوت کی بقیہ قوم میں گھس پڑے اور جس کو مارتے اُس کا سر بہ حفاظت رکھ لیتے اور ایک ڈورے میں پروتے جاتے۔ جب دو سو کھوپریاں پرو چکے تب طالوت کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور اُن کھوپریوں کو اُس کے سامنے ڈال دیا اور کہا، اب میری بیوی کو میرے حوالے کیجئے مگر جب میرب کو حضرت داؤد علیہ السلام سے بیاہ دینے کا وقت آیا تو مخولاتی عزرئیل سے بیاہ دی گئی طالوت کی چھوٹی بیٹی میکل حضرت داؤد علیہ السلام سے محبت رکھتی تھی۔ طالوت کو معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ اچھا ہے فلسطیون کے ہاتھ سے دونوں مارے جائیں گے۔ آخر اُس نے اپنی چھوٹی بیٹی میکل کا عقد حضرت داؤد علیہ السلام سے کر دیا اور ان کا حکم ملک میں جاری کر دیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے قتل کی سازش ناکام:

رعایائے بنی اسرائیل حضرت داؤد علیہ السلام کی جانب اور زیادہ مائل ہوگئی اور اُن سے بہت محبت کرنے لگی اس سے طالوت برائے نام بادشاہ رہ گیا۔

یہ دیکھ کر اُس کے دل میں حسد کی آگ بھڑکی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کر بیٹھا اور اِس فکر میں رہنے لگا کہ کسی اچھی تدبیر سے اُنھیں قتل کر ڈالا جائے یہاں تک کہ ایک روز اِسی ارادے سے حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر میں وہ چلا آیا، وفادار میکل نے اپنے باپ کے ظالمانہ ارادے سے وقت سے پہلے آگاہ کر دیا اس کو ایک اور شخص سے اس سازش کا حال معلوم ہو گیا تھا پھر میکل نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ آج رات تم قتل کیے جاؤ گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا کہ مجھے کون قتل کرے گا۔ میکل نے جواب دیا

میرا باپ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا۔ کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے میکل نے کہا مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا لیکن تم گھبراؤ نہیں مناسب ہے کہ رات کو چھپ جاؤ اور اُس کی سچائی کا انتظار کرو۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا اگر ایسا ہوا تو نکل کر گھر سے نکل بھی نہ سکوں گا اچھا تم مجھے ایک شراب کا مشکیزہ منگوا دو میکل اُسی وقت عزیز شوہر کا حکم بجالائی حضرت داؤد علیہ السلام مشکیزہ کو اپنی جگہ پر لٹا کر اور اُس پر چادر ڈال کر خود تخت کے نیچے چھپ رہے آدھی رات گزری ہوگی کہ طالوت گھر میں داخل ہوا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے قتل کا ارادہ اپنی لڑکی میکل سے پوچھا کہ تیرا شوہر حضرت داؤد علیہ السلام کہا ہے میکل نے کہا وہ کیا تخت پر سو رہے ہیں طالوت نے پورے زور کے ساتھ ایک تلوار لگائی تو مشکیزہ پھٹ گیا اور شراب مشکیزے سے بہ نکلی جب ظالم نے شراب کی بو پائی تو کہا اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام پر رحم کرے شراب پینے والا اُس سے بڑھ کر کوئی نہ ہوگا صبح اُس کو معلوم ہوا کہ میں اپنے ارادے میں ناکامیاب رہا میں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ شراب کا مشکیزہ پھاڑا ہے تب اُسے اور ندامت ہوئی اور اُس نے اُن کی گرفتاری اور قتل کے لئے کئی جاسوس مقرر کئے اور خود بھی مدت تک اِس ارادہ میں رہا کہ کسی صورت سے حضرت داؤد علیہ السلام پر قابو حاصل ہو لیکن کسی طرح کامیابی نہ ہوئی۔ آخر وہ ایک عرصے کے بعد تائب ہو کر حضرت شموئیل علیہ السلام کے حکم سے جہاد میں مصروف ہوگیا۔

مگر وہ اور اس کے بیٹے مقتول ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کے قتل کے سات برس بعد روے زمین کے بادشاہ ہوگئے۔

فائدہ:

حضرت داؤد علیہ السلام کے قتل کی سازش جو طالوت نے بنائی تھی اور آپ

محفوظ رہے یہ روایت قصص الانبیاء میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بتغیر الفاظ نقل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"یَادَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ"

یہی قصہ حضرت شموئیل علیہ السلام کی پہلی کتاب میں دوسری طور پر لکھا ہوا ہے جو درج ذیل ہے ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام گھر میں بیٹھے تھے کہ طالوت نے چپکے سے آکر بھالے کا ایک وار کیا مگر حضرت داؤد علیہ السلام نے وار خالی دیا برچھی دیوار میں جا گھسی۔ حضرت داؤد علیہ السلام چلے گئے پھر اُس نے کئی آدمی اس کام پر مقرر کیے مگر جب آپ رات کو اپنے گھر واپس آئے تو پیاری بیوی میکل نے خبر دی کہ آج رات تم اپنی جان نہ بچا سکو گے پھر میکل نے کھڑکی کی راہ سے حضرت داؤد علیہ السلام کو اُتار دیا وہ راتوں رات اُس سرزمین سے نکل گئے اور اس طرح قتل کی سازش سے بچ رہے۔ میکل نے ایک پُتلا بنا کر پلنگ پر لٹکا دیا اور بکریوں کی کھال تکیے کی جگہ اُس کے سرہانے رکھ کر اوپر سے چادر اُڑھا دی جب طالوت کے بھیجے ہوئے جاسوس حضرت داؤد علیہ السلام کو پکڑنے کے لئے آئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو میکل نے کہا کہ وہ بیمار ہیں، اور پلنگ پر لیٹے ہوئے ہیں۔ طالوت نے حکم دیا کہ پلنگ سمیت میرے پاس اُٹھا لاؤ میں خود اُسے قتل کروں گا جاسوسوں نے اندر آکر پلنگ پر دیکھا تو ایک پُتلا پڑا ہوا ہے، اور بکریوں کے اُون کا ایک تکیہ سرہانے رکھا ہوا ہے اُنھوں نے اپنے بادشاہ کو خبر دی طالوت اپنی بیٹی پر بہت خفا ہوا اور بڑے غصّے سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ دغا کیوں کیا کہ میرے دشمن کو گھر سے نکال دیا۔ اور وہ بچ رہا۔ میکل نے جواب دیا اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے جانے دے ورنہ میں تجھ کو مار ڈالوں گا میں ڈر کے مارے کچھ نہ کر سکی۔ حضرت داؤد علیہ السلام مقام راما میں حضرت شموئیل علیہ السلام کے

پاس چلے آئے طالوت نے اُن کا پیچھا کیا اور جب اُسے معلوم ہوا کہ وہ راما کی نبوت میں ہے تو چند آدمیوں کو لے کر یہاں آیا حضرت داؤد علیہ السلام یہاں سے بھی چلے گئے غرض مدت تک وہ اسی طرح مختلف مقامات میں طالوت کے خوف سے چھپتے رہے اور اپنی جان بچاتے رہے۔

اس مدت میں طالوت اور طالوت کے مرنے کے بعد اُس کے خاندان کی قوت کم ہوتی گئی یہاں تک کہ وہ بالکل عاجز ہو گئے طالوت کے بعد اُس کے سپہ سالار انبیر نے اُس کے بیٹے اشیومت کو بادشاہ بنا دیا تھا لیکن حضرت داؤد علیہ السلام سے وہ بھی برابر شکست کھاتا رہا تب انبیر نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس قاصد روانہ کئے کہ آپ میرے ساتھ عہد کر لیجئے ملک آپ کا ہوگا اور میں آپ کے لئے قوت بازو کا کام دونگا اور سارے بنی اسرائیل کو آپ کی جانب متوجہ کر دوں گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہلا بھیجا کہ مجھے منظور ہے لیکن یہ شرط ہے کہ تم مجھ سے ملنے آؤ تو طالوت کی بیٹی میکل کو بھی ضرور ساتھ لاؤ۔ میکل حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں رہنے لگی اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی تھی کہ اُس کا بہادر شوہر تمام سرزمین بنی اسرائیل کا بادشاہ تھا۔ اور یہ ایک خوش نصیب ملکہ کی حیثیت سے اُن کے محل میں زندگی بسر کرتی تھی۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ سلطنت جس وقت اُن کو ملی ہے وہ تیس برس کے تھے اُنھوں نے چالیس سال سلطنت کی جبرون میں سات برس چھ مہینے یہوداہ اور یروشلم میں سارے بنی اسرائیل و یہوداہ پر ۲۳ برس اب فلسطیون نے جو سنا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سارے بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگیا ہے تو وہ بڑی جمعیت کے ساتھ چڑھ آئے اور فانیوں کے نشیب میں پھیل گئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی تیس ہزار اسرائیلی نوجوان بہادر جمع کر کے پیچھے سے اُن پر حملہ کیا اور گھیر کر خوب مارا اور خوب مال غنیمت لوٹ کر پلٹے۔ اس

تح کی اُن کو بے حد مسرت ہوئی یہ لوگ شادیانے بجاتے اور خوشیاں مناتے چلے
آرہے تھے۔ جب حضرت داوٗد علیہ السلام فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے تو اُن کی بیوی
یکل کھڑکی سے دیکھ رہی تھی اُس نے دیکھا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام بادشاہ (اپنے
دااوند کے آگے) اظہار مسرت کرتا چلا آرہا ہے حضرت داوٗد علیہ السلام کی یہ حرکت
س کے دل میں نہایت حقیر معلوم ہوئی اب حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنے شہر میں
پہنچ کر قربانیاں کیں اور خدا کا شکر بجالائے اور جب اپنے گھرانے کو برکت دینے
کے لئے محل کے اندر آئے تو میکل اُن کے استقبال کو آگے نکلی اور کہا کہ بنی
سرائیل کا بادشاہ آج کیسا شاندار معلوم ہوتا ہے تعجب ہے کہ اُس نے اپنے
ملازموں کی لونڈیوں کے آگے ایسے اظہار مسرت کیا جیسے ادنی درجے کے لوگ
کرتے ہیں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے کہا یہ اُس رب کے سامنے جس نے تیرے
سارے گھرانے، اور تیرے باپ کے مقابلے میں مجھے پسند کیا، اور مجھے قوم بنی
اسرائیل کا حاکم بنایا۔ میں تو خدا کے آگے خوب عاجزی کا۔ بلکہ اس سے زیادہ
حقیر بنوں گا اور اپنی نظر میں اپنے نفس کو اس سے زائد کم تر بناؤں گا مگر جن
لونڈیوں کا ذکر تو نے کیا اُن کے آگے باعزت وشان دار ہی بنا رہوں گا۔ اُس روز
سے وہ اپنے شوہر اور خدا کے آگے کم تر ہوگئی۔ اور اِس شامت اعمال کا یہ نتیجہ ہوا
کہ مرتے دم تک اُس کے بطن سے حضرت داوٗد علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔
اولاد کا نہ ہونا بھی دراصل ایک بڑی نعمت سے محروم اور اپنی ہمعصر سوتوں کی
نظروں میں حقیر ہونا ہے۔

فائدہ:

قارئین کرام یہ واقعات اہل کتاب سے روایت ہیں اس لیے تحقیق کی
ضرورت ہے۔

حضرت ابی جیل

زوجہ

حضرت داؤد علیہ السلام

یہ تو پڑھ چکے ہو کہ طالوت کے خوف سے حضرت داؤد علیہ السلام اِدھر اُدھر پھرتے رہتے تھے۔ اور جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حکومت اور نبوت نہیں دی اُس وقت تک وہ اِس سرگردانی میں رہے لیکن حضرت شموئیل علیہ السلام اُن کے حامی تھے اور جب آپ حضرت الیسع بن اخطوب علیہ السلام کے قیام گاہ پر پہنچے ہیں اور اُن سے اپنی مجبوریاں بیان کی ہیں تو وہ بھی آپ کے طرفدار د مددگار ہوگئے تھے ان کے سوا اور بھی کئی سو نوجوان بہادروں کی ایک جماعت اُن کی ماتحت ہوگئی جو ہر وقت اُن کے ہمرکاب اور اُن کی امداد کے لئے سرفروشی کے لئے تیار تھی یہ سب بڑے بہادر اور جنگ جو تھے جہاں گئے کچھ نہ کچھ جنگ کا سامنا ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور اُن کی جماعت ہی کو سر بلند کیا اِس عرصہ میں حضرت شموئیل علیہ السلام کا جو حضرت داؤد علیہ السلام کے بڑے حامی تھے انتقال ہوگیا۔ بنی اسرائیل ان پر بہت روئے اور راما میں اُن کے گھر ہی میں انھیں دفن کیا وہاں سے حضرت داؤد علیہ السلام چل کر دشت فاران میں اُترے اِس سرزمین میں بمقام معون ایک شخص رہتا تھا جس کا مقام کرمل میں بہت کاروبار تھا اور یہ بڑا مالدار اور تین ہزار بھیڑوں اور ایک ہزار بکریوں کا مالک تھا اس کا نام نابال اور اُس کی بیوی کا نام ابی جیل تھا۔ یہ عورت بہت اچھی، سمجھدار اور خوش رو تھی، اس کا حسن

صورت، اور حُسن سیرت اِس قابل تھا کہ ابی جیل کی بہت قدر کی جاتی تھی اور وہ عزت سے رکھی جاتی لیکن نابال بڑا سنگ دل اور بدکار تھا اور یہ کالب کے خاندان سے تھا اُس نے کبھی ابی جیل کا دل خوش نہیں رکھا پھر بھی وہ اُس کی خیر خواہ ہی رہی۔

حضرت داوٗد علیہ السلام نے بیابان فاران سے دس جوانوں کو کرمل روانہ کیا اور کہا کہ تم نابال کو میرا اسلام پہنچا کر کہنا کہ آپ کے چرواہے اور گلے دشت میں ہمارے ساتھ تھے ہم نے اُن کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا یا لہٰذا جو کچھ بھی ہو سکے مہربانی فرما کر اپنے خادموں اور اپنے بیٹے حضرت داوٗد علیہ السلام کو عطا کیجئے مگر نابال نے اس کے جواب میں بہت ہی بے اتفاقی برتی اور کہا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کون ہے، بہت سے نوکر چاکر اپنے آقاؤں سے بگاڑ کر کے بھاگ جاتے ہیں کیا ہم اپنا روٹی پانی اور ذبیحے اُس کو بلا وجہ دے دیں جسے ہم نہیں جانتے کہ کون ہے اور اُس کے ساتھی کون لوگ ہیں۔

یہ دسوں جوان ناکام واپس آئے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے نابال کا پیغام سن کر حکم دیا کہ سب اپنی اپنی تلواریں باندھ کر تیار ہو جاؤ اور حضرت داوٗد علیہ السلام نے بھی اپنی تلوار زیب کمر کی چنانچہ چار سو جوان چلے اور دو سو جوان اسباب کے پاس ٹھہرے رہے اِن جوانوں میں نابال کے گلہ بان بھی تھے اِنھیں گلہ بانوں میں سے ایک نے ابی جیل کو فوراً جا کر اطلاع دی کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے ہمارے آقا کے پاس مبارک باد کے لئے قاصد بھیجے تھے تو وہ جھنجھلایا اور سخت کلامی کی حالانکہ اُن لوگوں نے ہمارے ساتھ بھلائی کی کہ کسی طرح کا ہم کو نقصان نہیں پہنچایا جب تک ہم ان سے ملے رہے ہماری کوئی شے گم نہیں ہوئی۔ اب تم سوچ سمجھ لو کہ کیا کرو گی۔ ہمارے آقا اور اُس کے سارے گھر پر بلا نازل ہونے والی ہے۔ حضرت داوٗد علیہ السلام ایسا شخص ہے کہ کوئی اُس کے سامنے بات نہیں کر سکتا۔

اور جو وہ چاہتا ہے کر کے رہتا ہے ابی جیل جلدی سے اُٹھی اور دو سو روٹیوں کے پارچے اور پانچ بھیڑیں پکی ہوئی تیار اور پانچ پیمانے بھنے ہوئے غلّے کے اور ایک سو خوشے کشمش کے اور دو سو بوریاں انجیر کی ساتھ لیں اور اُس سب چیزوں کو گدھے پر لاد کر اپنے نوکروں سے کہا مجھ سے آگے روانہ ہو۔ میں بھی تمھارے ہی پیچھے آتی ہوں اُس نے اپنے شوہر نابال کو کچھ اِس واقعہ کی خبر نہیں کی اور جیسے ہی یہ خچر پر سوار ہو کر پہاڑ کی آڑ سے نشیب میں اُتری ویسے ہی حضرت داوٗد علیہ السلام اور ساتھ کے سب لوگ بھی استقبال کو بڑھے اور اُس سے ملاقات کے لئے پیش قدمی کی۔

حضرت داوٗد علیہ السلام نے کہا کہ جو کچھ اِس بیابان میں ہے ہم نے بے فائدہ اس کی نگہبانی کی کہ کوئی شے اِس میں سے نہ کھونے پائی مگر اُس نے نیکی کے بدلے، بدی کی، صبح کی روشنی پھیلنے تک اگر میں ایک جاندار کو بھی چھوڑ دوں تو خدا حضرت داوٗد علیہ السلام کے دشمنوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے بلکہ اِس سے زیادہ ابی جیل بڑی عجلت کے ساتھ خچر سے اُتر کر حضرت داوٗد علیہ السلام کے آگے اوندھی گر پڑی اور زمین پر پیشانی رکھ دی اور پھر حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاؤں پر گر پڑی اور کہا کہ میرے آقا صرف مجھ پر کرم کریں اور اجازت دیجئے کہ آپ کی لونڈی آپ کے کانوں میں کچھ کہنا چاہتی ہے براہ کرم اُس کی عرض سنئے! میرے آقا آپ اس نالائق مرد کی باتوں سے دل گرفتہ نہ ہوں اِس نابال کی باتوں پر نہ جایئے کیونکہ جیسا اُس کا نام ہے ایسا ہی وہ ہے نابال (احمق) اُس کا نام ہی ہے میں نے آپ کے جوانوں کو نہیں دیکھا تھا ورنہ اِس کی نوبت ہی نہ آتی۔ اب یہ ہدیہ جو آپ کی لونڈی لے کر آئی ہے اِسے قبول فرمایئے کہ جو جوان حضور کے ساتھ ہیں اُن کو بانٹ دیا جائے۔ اور اِس لونڈی کا گناہ معاف فرمایا جائے خدا آپ کا معین و مددگار ہے اور رہے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ جس وقت خدا، حضور کو بنی اسرائیل کا

سردار کرے اور میرے آقا پر مہربان ہو تو اپنی کنیز کو ضرور یاد فرمائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ابی جیل سے کہا کہ بنی اسرائیل کا خدا مبارک و مہربان ہے جس نے تجھے میرے استقبال کے لئے بھیجا۔ تیری عقل بہت اچھی ہے اور تو خود بہت مبارک ہے کہ مجھے خونریزی اور انتقام لینے سے بچالیا۔ اگر تو جلدی نہ کرتی تو صبح تک نابال کا ایک جانور بھی باقی نہ رہتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کہہ کر ہدیہ قبول کیا اور کہا کہ اچھا اب تم جاؤ ابی جیل جب گھر آئی تو دیکھا نابال شراب کے نشے میں بدمست ہو رہا ہے۔ اور اپنے آپ میں نہیں ہے یہ دیکھ کر ابی جیل نے اُس سے کچھ نہیں کیا خاموشی سے جا کر سوگئی۔ جب صبح ہوئی اور نابال کا نشہ اتر گیا تب اُس کی بیوی نے اُس سے سب احوال کہا یہ حالات سن کر اُس کا سخت دل، مردہ ہوگیا اور وہ بت کی طرح خاموش بیٹھا رہا اور اُس دن سے وہ بہت غمگین رہنے لگا اِس قدر کہ دس روز کے بعد ہی مرگیا جب حضرت داؤد علیہ السلام نے سنا کہ نابال مرگیا تو خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی جو توہین کی تھی اُس کا بدلہ لے لیا اور اُس کی شرارت کا مزا جلد چکھا دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ابی جیل کو پیغام بھیجا کہ وہ زوجیت میں آجائے جب حضرت داؤد علیہ السلام کے خادم ابی جیل کے پاس آئے اور انھوں نے کہا حضرت داؤد علیہ السلام نے ہمیں تمھارے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ہم تم کو اُس کی بیوی بنانے کے لئے لے چلیں امید ہے کہ تم کو بھی یہ نسبت بخوشی منظور ہوگی۔

یہ سُن کر ابی جیل اُٹھ کر زمین پر مُنھ کے بل گر پڑی اور خدا کا سجدہ شکر ادا کیا اور اُٹھ کر کہا کہ یہ لونڈی اپنے آقا کے غلاموں کے پاؤں دھونے کے لئے حاضر ہے پھر ابی جیل جلدی سے ایک خچر پر سوار ہوئی اور پانچ اور نوجوان لڑکیوں کو ساتھ لیا جو اُس کے جلو میں تھیں اب یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے خادموں کے

ساتھ روانہ ہوئی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو اُسی وقت اپنی بیوی بنالیا اور آگے روانہ ہوکر سرزمین یزرعیل میں اپنے لشکر سمیت داخل ہوئے۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے سرزمین یزرعیل کی ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام اخنوعم تھا۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دونوں بیویوں کو لے کر روانہ ہوگئے۔ طالوت اس وقت تک حضرت داؤد علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا۔

اور کہیں کہیں دونوں کی مڈبھیڑ بھی ہوجاتی تھی مگر طالوت کا کوئی داؤ نہ چلتا تھا ہاں ایسا کئی بار ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے طالوت کو اپنے قابو میں پایا اور چاہتے تو اُس کو قتل کر دیتے مگر ہر بار چھوڑ دیا اور آپ بچ نکلے آخر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے دل میں سوچا کہ میں ایک نہ ایک دن طالوت کے ہاتھ سے ہلاک ہوجاؤں گا۔ پس میرے لئے اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ فلسیطون کی زمین میں جارہوں تاکہ طالوت مجھ سے ناامید ہوکر بنی اسرائیل کی حدود میں پھر مجھے نہ پائے۔ اس طرح اِس کے ہاتھ سے مجھے نجات مل جائے گی تب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دونوں بیویوں خنوعم اور ابی جیل کو لے کر بادشاہ معوق کے بیٹے اخیش کی پناہ میں چلے آئے اِن کے ہمراہی بھی بال بچوں سمیت ساتھ تھے اخیش کا قیام مقام جات میں تھا طالوت کو جب معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جات میں تو پھر یہ بھی بیٹھ گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اخیش سے کہا کہ مجھے ازراہ کرم اپنی مملکت میں کوئی ایسی جگہ دیجئے کہ میں وہاں جا کر قیام کرو۔ اخیش نے شہر صفلاح دے دیا چنانچہ وہاں ایک سال چار ماہ حضرت داؤد علیہ السلام اور اُن کے لشکر کا قیام رہا۔ یہاں سے حضرت داؤد علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں نے جشوریوں، جزریوں، اور عمالیقیوں، پرحملہ کیا یہ لوگ صور کی راہ سے مصر کے سوانے تک اِس سرزمین پر قدیم سے بستے تھے اب حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سرزمین کو فتح کیا صرف جشور کے بادشاہ تلمی کی بیٹی کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اور خوب مال

غنیمت لے کر صفلاج میں واپس چلے آئے۔ اِس کے چند روز بعد ہی فلسطیون نے اپنے لشکر بنی اسرائیل سے جنگ کرنے کے لئے جمع کیے۔ اخیش سے حضرت داوٗد علیہ السلام سے کہا کہ بنی اسرائیل کے مقابلے میں تم کو بھی میرے ساتھ جنگ میں شریک ہونا پڑے گا۔ حضرت داوٗد علیہ السلام نے اِسے بخوشی منظور کرلیا۔

چنانچہ فلسطیون کے لشکر افیق میں جمع ہوئے اور بنی اسرائیل نیرزعیل کی سرزمین میں ایک چشمے پر ٹھہرے مگر جب فلسطیون کے سرداروں نے حضرت داوٗد علیہ السلام اور اُن کے لشکر کو اقیش کے ساتھ دیکھا تو یہ انھیں ناگوار ہوا اور انھوں نے کہا کہ اِن عبرانیوں کا یہاں کیا کام ایسا نہ ہو کہ جنگ کے وقت وہ ہم سے دشمنی کریں تب اخیش نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو بلا کر کہا کہ ہمارے امراء آپ لوگوں سے راضی نہیں ہیں آپ اپنی قیام گاہ کو واپس جائیں تاکہ یہ لوگ اور زیادہ ناراض نہ ہوں۔ مناسب ہے کہ صبح ہوتے ہی اپنی ساری جماعت کے ساتھ تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور اپنے مقام پر پہنچ جاؤ۔ چنانچہ حضرت داوٗد علیہ السلام واپس روانہ ہوگئے۔ لیکن جب تیسرے دن صقلاح میں پہنچے تو دیکھا کہ عمالیقی جنوب کی جانب سے صقلاج پر چڑھ آئے اور اُسے آگ سے جلا دیا تمام عورتوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مگر کسی کو قتل نہیں کیا۔ اِن قیدیوں میں حضرت داوٗد علیہ السلام کی دونوں بیویاں خنوعم اور ابی جیل بھی اسیر ہوگئی تھیں حضرت داوٗد علیہ السلام بہت پریشان تھے اور ایک نئی مصیبت یہ پیش آئی لیکن حضرت داوٗد علیہ السلام نے سب کو تسلی دی اور السیع (اضیملک) کے بیٹے اورابی آتھر کاہن کی رائے سے اور ایک عمالیقی کی مدد سے اپنی جماعت کو لے کر ان پر ٹوٹ پڑے اور صبح سے شام تک اُن کو قتل کیا صرف چار سو آدمی بچ کر بھاگ نکلے اِس طرح حضرت داوٗد علیہ السلام نے اپنی تمام عورتوں اور اسباب کو واپس چھین لیا۔ ان کی کوئی شے تلف نہ ہونے پائی۔ اپنی دونوں بیویوں کو بھی چھڑا لیا اور سب بال بچوں کو بھی وہاں سے پلٹ کر صقلاج

میں چند روز آرام کیا پھر وہاں سے روانہ ہو کر حضرت داؤد علیہ السلام یہوداہ کی بستیوں میں چڑھ آئے اور جبرون میں آئے تو دونوں بیویاں ابی جیل اور اخنوعم بھی ساتھ تھیں سب ہمراہیوں کے بیوی بچے بھی ساتھ تھے۔ یہوداہ کے لوگوں نے ان سب کی بڑی آؤ بھگت کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے گھرانے کا بادشاہ بنایا اور ان کو ساول (طالوت) کے مرجانے کی خبر دی جبرون میں حضرت داؤد علیہ السلام کے گھر میں کئی بیٹے پیدا ہوئے پہلے بیٹے کا نام خنوعم نیر رعیل کے بطن سے پیدا ہوا تھا امسنون رکھا دوسرے بیٹے کا نام جوابی جیل سے ہوا اکیلاب تھا تیسرا بیٹا اسلوم تھا جو تلمی بادشاہ جسور کی بیٹی محکہ کے پیٹ سے تھا اور چوتھے کا نام اودنیاہ اور اُس کی ماں کا نام حجیت تھا۔ پانچویں بیٹے کا نام سفطیا اور اسکی ماں کا نام ابی طال تھا اور چھٹی کا نام شرعام یہ عجلتہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔

مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ حجیت اور ابی طال اور عجلتہ کو حضرت داؤد علیہ السلام کب اپنی زوجیت میں لائے اور یہ کہاں کی رہنے والی تھیں غالب گمان یہ ہے کہ یہ عورتیں جسرون ہی کی ہوں گی جن کو یہاں آپ کی زوجیت میں آنے کی عزت حاصل ہوئی۔

اِس کے بعد بنی اسرائیل کے سب فرقوں کے سردار جسرون میں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے اور سب نے عہد کر کے اُنھیں اپنا بادشاہ بنایا اور اُن کو یروشلم لے گئے حضرت داؤد علیہ السلام نے جسرون سے یروشلم میں آکر اور حرمین اور لونڈیاں کیں اور اُن سے حضرت داؤد علیہ السلام کے اور بیٹا بیٹی پیدا ہوئے۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ شموع، سوباب، ناتن، سلیمان، بمارالیوع، نفج، بفیج، الیسع، الیداع، الیفط، یہ کُل گیارہ بیٹے ہوئے۔ واللہ اعلم

فائدہ:

یہ تمام واقعات تورات سے ماخوذ ہیں جو کہ تحقیق طلب ہیں۔

حضرت تبشبع

زوجہ

حضرت داوٗد علیہ السلام

تبشبع، حضرت داوٗد علیہ السلام کی اُن ازواج میں سے ہے جو آپ نے جرون سے یروشلم میں آ کر کی تھیں۔ اور یہ پڑھ چکے ہو کہ یروشلم میں اُن کی جو اولاد ہوئی ہے اُس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام بھی تھا تبشبع ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خوش قسمت ماں ہے جس کے شوہر اور بیٹے دونوں کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تمام دنیا کی حکومت اور نبوت عطا ہوئی۔ ایک عورت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا مسرت اور عزت کی بات ہو سکتی ہے۔ یہ پہلے ایک غریب سپاہی کی بیوی تھی اُس کے باپ کا نام العام اور شوہر کا نام اوریا تھا یہ شخص دارالخلافت کے حکم سے اکثر لڑائیوں میں مصروف رہا کرتا تھا۔

(بعض مورخین نے آپ کا نام تبشبع، باتشبا اور بنت سبع بھی لکھا ہے)

قسمت کی بات کہ آخر اُس کا شوہر ایک جنگ میں مارا گیا۔ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز اور مرتبہ دیا کہ وہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی نہایت چہیتی اور پیاری بیوی ہوئی۔ تبشبع نہایت خوبصورت و حسین عورت تھی اور جس قدر جمیلہ تھی اُتنی ہی صاحب عقل و شعور بھی تھی اُس کا گھر حضرت داوٗد علیہ السلام کے محل کے پاس تھا تھوڑے دن کے بعد بنی عمون کے مقابلے میں یوآب سپہ سالار کے زیر کمان شاہی فوج بھیجی گئی اُس میں اوریا بھی تھا۔ یہ بڑی بہادری سے لڑتا رہا مگر قضا

آچکی تھی خود کئی ایک مار کر موت کا نشانہ بنا اور میدان جنگ سے خبر آئی کہ اوریا شہید ہوگیا بتشبع کو اپنے شوہر کی وفات کا حال سُن کر بے حد رنج وصدمہ تھا۔ اس نے کئی دن سوگ منایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اُس کو بلا کر بہت ہمدردی سے تسکین وتشفی دی اور جب سوگ کے دن پورے ہو چکے تو نکاح کا پیغام دیا جو بتشبع نے منظور کیا اور یہ خوشی خوشی حضرت داؤد علیہ السلام کی حرموں میں شامل ہوگئی تھوڑے عرصے کے بعد اس کے بطن سے حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک بیٹا پید ہوا جس سے آپ کو بہت محبت تھی لیکن وہ سخت بیمار پڑا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اُس کے لیے دعائیں مانگیں آخر ساتویں دن وہ لڑکا فوت ہو گیا حضرت داؤد علیہ السلام نے خود بھی صبر کیا اور اپنی عزیز بیوی بتشبع کو بھی بہت دلاسا دیا اور سمجھایا۔ اس کے چند سال بعد پھر اُن کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس سے ماں کو بہت محبت تھی چنانچہ اُس کا نام اُس نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) رکھا یہ بچہ باپ کا بھی پیارا ہوا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس بیوی سے محبت تھی وہ اس کی دل دہی میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے تھے وہ سب حرموں میں بہتر اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بہت پیاری تھی اس سبب سے حضرت داؤد علیہ السلام اس کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی حد درجہ پیار کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت بتشبع نے ایک روز اُس سے وعدہ لے لیا کہ میرے بعد تیرا بیٹا حضرت سلیمان علیہ السلام ہی تخت و تاج کا مالک اور بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوگا۔ میں اپنے سامنے ہی اُس کی صدر نشینی اور باقاعدہ ولیعہدی کا انتظام کر دوں گا۔ یہ وعدہ حضرت بتشبع کے لیے بڑی مسرتوں اور آیندہ کی خوشیوں کا ایک مشغلہ تھا۔

حضرت بنت

زوجہ

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت حکومت پر جلوہ گر ہوگئے اور بنی اسرائیل میں اُن کی سلطنت ثابت ہوگئی۔ تب اُنھوں نے مصر کے بادشاہ فرعون کو اپنے عقد کا پیام بھیجا۔ اس بادشاہ کے ایک لڑکی تھی جس سے وہ بہت محبت رکھتا تھا کہ کسی اچھے مرد سے یہ بیاہی جائے چنانچہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیغام پہنچا تو اُس نے بہت خوشی سے منظور کرلیا، جب نسبت قرار پاچکی تو آپ اُسے حضرت داوٗد علیہ السلام کے گھر میں بیاہ لائے۔ کیونکہ اس وقت تک اُن کے رہنے کا کوئی خاص محل تیار نہیں ہوا تھا بلکہ اس وقت تک قربانیوں کے لیے بھی خاص مکانات تعمیر نہیں ہوئے تھے اس عورت کے باپ فرعون نے مقام جرز پر چڑھائی کر کے اس کو جلا دیا تھا اور جو کنعانی وہاں بستے تھے اُن کو قتل کر کے جو کچھ مال غنیمت ہاتھ لگا تھا اُس میں سے اپنی بیٹی کو بہت کچھ سامان جہیز دیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس نکاح سے فراغت حاصل کر کے یروشلم کے شہر پناہ بنوانے کی بنیاد ڈالی اور کئی ایک قربان گاہیں تعمیر کیں اور اپنی اس بیوی کے رہنے کے لیے بھی خاص طور پر ایک قصر معلےٰ بنوایا اور جب وہ تیار ہوگیا تو یہ فرعون کی بیٹی حضرت داوٗد علیہ السلام کے شہر سے اپنے ساز وسامان سمیت یہاں قیام پذیر ہوگئی۔

یہ سب عمارتیں ملک صور کے بادشاہ حیرام کی مدد سے تیار ہوئی تھیں اس

نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بہت عمارتی لکڑی بھیجی تھی۔ کاریگر مزدور بھیجے اور سونا بھی بہت کچھ روانہ کیا تھا حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس بیوی کے بطن سے دو لڑکیاں ہوئیں تھیں ایک کا نام طافت تھا یہ بیٹی انباداب سے بیاہی گئی تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقرر کیے ہوئے بنی اسرائیل کے بارہ منصبداروں میں سے ایک منصب دار تھا اور دوسری بیٹی کا نام بسمت تھا اس کا عقد اخمعض سے کیا گیا تھا یہ شخص بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا منصب دار اور نفتالی میں مقرر تھا ان لڑکیوں کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی ہوا۔ جس کا نام رجبعام تھا یہ اپنے باپ کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا اور بنی اسرائیل کا سردار ہوا مگر غیر منتظم اور ظالم آدمی تھا مصنف تاریخ گزیدہ نے لکھا ہے کہ رجبعام بلقیس کے بطن سے ہوا تھا لیکن یہ غالباً اُن کی ذاتی رائے ہے تاریخی واقعہ نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ اس بی بی کا نام کسی طرح نہیں معلوم ہوسکا اور نہ مزید حالات کسی تاریخی کتاب سے دریافت ہوسکے۔ ہاں کتاب سلاطین اول توریت باب ۱۱ میں لکھا ہے کہ اس بیوی کے سوا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو بیگمات اور بھی تھیں لیکن یہ بالکل خلاف قیاس ہے اور کسی دوسرے مورخ نے بھی مستند حوالہ سے نہیں لکھا۔ یہ ممکن ہے کہ یہ اُن تمام لونڈیوں اور بیویوں کی تعداد ہو جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل خاص میں رہتی اور کام کاج کرتی تھیں البتہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سو حرمیں تھیں اور یہ بالکل ممکن ہے۔ اس بیوی کے سوا حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک اور بیوی کا نام دریافت ہوا ہے جو آگے آتا ہے۔

فائدہ: جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ یہ واقعات تورات سے ماخوذ ہیں جو کہ تحقیق طلب ہیں۔

❀❀❀

جرادہ

زوجہ

حضرت سلیمان علیہ السلام

جرادہ، شہر صیدون کے بادشاہ کی بیٹی ہے۔ اس کے بچپن کے حالات نہیں معلوم ہوئے اور نہ اس کی ماں کا نام دریافت ہوا جرادہ بہت خوبصورت عورت تھی۔ وہ بڑے نازوں سے پالی گئی تھی۔ اور جس قدر اس کا باپ اسے چاہتا تھا اُس سے زیادہ جرادہ کو اپنے باپ کی محبت تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اُس کے نکاح اور بعد نکاح کے جو واقعات تواریخ میں درج ہیں وہ ہم بھی لکھتے ہیں۔

علامہ ابن جریر طبری بہ روایت حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز سنا کہ دریائی جزائر میں سے ایک جزیرے میں ایک شہر ہے جس کا نام صیدون ہے۔ اُس میں ایک بڑا بارعب، عظیم الشان بادشاہ رہتا ہے کہ اُس تک کسی کی رسائی نہیں۔ کیونکہ اس کی قیام گاہ دریا کے درمیان میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خشکی اور تری سب پر قدرت دی تھی آپ بہ سواری ہوا اپنے لشکر کو لے کر صیدون میں پہنچ گئے اس لشکر میں جن اور آدمی دونوں شریک تھے۔

ان سب نے مل کر بحکم حضرت سلیمان علیہ السلام مُلکِ صیدون پر حملہ کیا چنانچہ وہ بادشاہ مارا گیا اور جو کچھ اس جزیرے میں تھا وہ سب مال غنیمت کی صورت میں حاصل ہوا۔ اس بادشاہ کی ایک نہایت حسین و جمیل لڑکی بھی تھی جس کی مثل کہیں

دیکھنے میں نہ آئی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کو اپنے لیے چُن لیا اور چاہا کہ وہ اسلام لے آئے اُس نے حضرت سلیمان علیہ السلام تمام مال غنیمت اور اس شاہزادی کو لے کر اپنی دار الحکومت میں واپس چلے آئے۔

رفتہ رفتہ اُس نے انھیں اپنا بے حد گرویدہ بنالیا اور اپنی تمام بیویوں سے زیادہ اس سے محبت کرنے لگے باوجود اس کے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں اُس کی عزت تھی اور سب سے زیادہ اُن کی منظور نظر تھی پھر بھی ہر وقت یہ غمگین رہا کرتی تھی۔ کبھی خوشی اور جوش مسرت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش نہ آتی اور نہ کبھی اُس کے آنسو ہی تھمتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی ہر وقت کی یہ پریشان حالی دیکھی تو آپ کو بھی بہت فکر لاحق ہوا۔

آخر ایک روز اُس سے کہا کہ افسوس! یہ تم نے اپنی حالت کیوں بنائی ہے یہ کیا بات ہے کہ کسی وقت غم دور ہی نہیں ہوتا اور آنسو تھمتے ہی نہیں۔ شہزادی نے جواب دیا کہ مجھے اپنے باپ کی یاد اور اُس کے ملک اور جو کچھ اُس میں تھا اور جو کچھ اُس کو آفت پہنچی۔ غرض ایک ایک بات کی یاد ہر وقت رنجیدہ رکھتی ہے۔ میں مجبور ہوں کہ اس سب کا خیال کسی وقت دل سے دور نہیں ہوتا اور غم کا ایک پہاڑ ہر وقت میرے سامنے کھڑا رہتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اُس کے بدلے دوسرا ملک دے دیا اُس مُلک سے بڑا ہے اور ایسا بادشاہ دیا جو اُس ملک کے بادشاہ سے بڑا ہے اور سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ تجھے اسلام کی راہ دکھائی اور یہ اُن سب سے بہتر ہے۔

شہزادی نے جواب دیا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن مجھے جب وہ (میرا باپ) یاد آتا ہے تو بے اختیار میرے دل پر غم کا بادل چھا جاتا ہے۔

لیکن پھر خود ہی اُس نے سوچا کہ اگر میں اپنے محل میں اپنے باپ کا ایک مجسمہ بنوالوں اور اُسے پیش نظر رکھوں تو مجھے امید ہے کہ اس صورت سے یہ میرا

رنج والم جاتا رہے گا۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بلا اجازت بلکہ آپ علیہ السلام سے چھپا کر اس نے اپنے باپ کی صورت کا ایک بُت بنوایا جب وہ تیار ہو چکا تو اس نے دیکھا کہ ہو بہو اُس کا باپ ہی معلوم ہوتا ہے۔

صرف روح کی کسر ہے اور یہ اپنے اختیار کی بات نہیں آخر اُسے ایک نہایت بھاری لباس پہنایا جیسا کہ اُس کا باپ پہنتا تھا اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اُس کے گھر سے چلے جاتے تو صبح سویرے ہی اپنی لونڈیوں سمیت بُت کے پاس آتی اور اُسے سجدہ کرتی اور یہ سب بھی سجدہ کرتیں اور سی طرح شام کو بھی جیسی بُت پرستی اپنے وطن میں کیا کرتی تھی ویسی ہی اُس نے یہاں بھی شروع کی لیکن چالیس روز تک حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کا علم نہ ہونے پایا مگر یہ خبر آصف ابن برخیا تک پہنچ گئی یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بہت سچا دوست اور خیر خواہ وزیر تھا اسے اتنی خصوصیت حاصل تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس محل میں چاہتا بلا اجازت جاسکتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اندر موجود ہوں یا نہ ہوں کچھ روک ٹوک نہ تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے نبی اللہ (اے اللہ کے نبی) میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں میری ہڈیاں کمزور ہو گئیں اور عمر کا ایک بڑا حصہ گذر چکا ہے اب میری موت کا وقت قریب ہے میری یہ آرزو ہے کہ کسی جگہ کھڑا ہو کر گذشتہ انبیا کے کچھ اوصاف بیان کروں جو میرے علم میں ہیں اور عام لوگ اُن کی بہت سی خوبیوں سے واقف نہیں ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت خوشی سے اُنھیں اس کی اجازت دی اور بہت سے لوگوں کو آصف کا لیکچر سننے کے لیے جمع کیا اب یہ فاضل شخص ایک خوش بیان خطیب کی حیثیت سے کھڑا ہوا اور جو جو نبی گذرے تھے اُن کے اوصاف کو بیان کرنے لگا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوبت آئی تو آصف نے کہا

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے بچپن میں بہت بُردبار تھے آپ اپنے بچپن میں بہت پرہیزگار اور بزرگ تھے آپ اپنے بچپن میں تمام امور کا بہتر فیصلہ کرنے والے اور تمام مکروہات سے دور رہنے والے تھے اس بیان پر آصف کا خطبہ ختم ہوگیا اور چلے آئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دل میں ہر چند غور کیا مگر کچھ نہ سمجھ سکے کہ آصف نے میرے اوصاف کے بیان میں بچپن کی کیوں قید لگائی آخر اسی فکر کی حالت میں آصف کے گھر پر پہنچے اُنھیں بُلایا اور کہا کہ اے آصف جو انبیاء پہلے گذر چکے ہیں اُن کے ہر زمانے کو تم نے سراہا اور اُن کی ہر حالت کو بہتر دکھایا مگر میرے تذکرے میں صرف کم سنی کے زمانے کے ہر لحاظ سے بہتر کہا اور اب جو کچھ میں نے کار خیر کیے ہیں اُن سب کو فراموش کر دیا۔ آخر یہ کیا بات ہے آصف نے جواب دیا۔ قصور معاف ہو آپ کے دولت خانے میں صرف ایک بیوی کی خاطر چالیس روز سے غیر خدا کی پرستش کی جا رہی ہے اور آپ کو خبر نہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو سخت تعجب ہوا۔

اُنھوں نے کہا میرے گھر میں؟ آصف نے کہا ہاں آپ کے گھر میں!

حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم کر کے بہت رنج ہوا آپ اُسی وقت اپنے محل میں گئے اور اُس بت کو توڑ کر شہزادی اور اُس کے تمام متعلقین کو اس گناہ کی ایسی معقول سزا دی کہ پھر کبھی اس کو جرات نہ ہوئی اور ہمیشہ کے لیے اس کو اپنی زوجیت اور محل سے نکال دیا۔ پھر آپ نے نہایت پاک وصاف لباس پہن کر طہارت کاملہ کر کے کئی روز تک نہایت عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں معافی مانگی اور سربسجود رہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے عذر کو قبول کیا۔ اور قصور معاف فرمایا اور جرادہ نے ہمیشہ کے لیے اپنے کیے کی سزا پائی۔

فائدہ:

طبری کے علاوہ اس قصے کو علامہ ابن اثیر اور صاحب روضۃ الصفا وغیرہ نے بھی تفصیل سے بیان کیا ہے مگر علامہ یعقوبی نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ اُن کی بیویوں میں سے ایک بیوی نے اپنے باپ کی شبیہ بنا کر اُس کی پرستش شروع کی اور محل کی لونڈیوں نے بھی اُس کی تقلید کی۔ آخر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپ نے سب کو گھر سے نکال دیا۔ واللہ اعلم

❁❁❁

حضرت ملکہ بلقیس

زوجہ

حضرت سلیمان علیہ السلام

نسب:

ملکہ بلقیس کا قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ مشہور آفاق ہے کتب آسمانی، قرآن مجید اور تاریخ میں ان کا ذکر موجود ہے۔ یہ اپنی وجاہت ودبدبہ اور حُسن و جمال اور سلطانی دبدبے کے وجہ سے ضرب المثل ہیں۔ اکثر مورخین نے ملکہ بلقیس کا سلسلہ نسب یہ بیان کیا ہے۔ بلقمہ بنت بشرع بن حارث بن قیس بن صیفی بن سیا بن سبا بن یشخب بن یعرب بن قحطان اور بعض مؤرخین نے یہ سلسلہ نسب کیا کہ بنت یشرح بن تبغ دے الاذعار بن تبع ذی المناس بن تبع ذی الرائش ہے اور اُس کا لقب ہداد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بلقیس کے باپ کا نام حارث بن سبا ہے اور بقول بعض وہ شیبان کی بیٹی ہیں اور بعض مورخین کے نزدیک شراحیل کی بیٹی ہیں۔ مگر اول الذکر نسب نامہ زیادہ صحیح ہے۔ اکثر راویوں کا قول ہے کہ اس کی ماں جنیہ تھی اور اُس کا نام رواحہ یا ریحانہ بنت سکن ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بلقمہ بنت عمرو بن عمیر جنی ہے۔

ملکہ بلقیس کی پیدائش:

ملکہ بلقیس کے باپ کا جنوں سے یوں میل جول ہوا کہ وہ یمن کے چالیس

ملکوں پر ایک نہایت عظیم الشان بادشاہ تھا جس کی برابری کا کوئی بادشاہ اس اطراف میں نہ تھا چنانچہ یہ کہا کرتا تھا کہ کوئی اس مرتبے اور شان کا نہیں جو میرا ہمسر ہو اور اسی علوے ہمت و بلندی شان کی وجہ سے انسانوں میں بیاہ کرنا اُس نے پسند نہ کیا۔ اُس کی دل چسپی کا دنیا میں صرف یہ ذریعہ تھا کہ سیر وشکار میں اپنا وقت صرف کیا کرتا تھا اور جنوں کو گرفتار کر کے چھوڑ دیتا تھا۔ ایک روز بادشاہ جنّات نے بصورت انسان سامنے آکر اس مہربانی کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ اس بادشاہ نے فرصت کو غنیمت جانا اور اپنی زوجیت کے لیے اُس کی بیٹی کی نسبت چاہی۔ بادشاہ جن نے قبول کرلیا۔ ایک روایت یوں ہے کہ وہ ایک شکار کے لیے نکلا کہ دو سیاہ وسفید سانپ نظر آئے جو باہم لڑ رہے تھے یہاں تک کہ سیاہ نے سفید پر فتح حاصل کی اور غلبہ پایا عمرو نے حکم دیا کہ سانپ مار ڈالا جائے اور سفید وہاں سے اُٹھا لایا جائے۔

اُس سانپ پر پانی ڈالا جب اُس سفید سانپ کو کچھ افاقہ ہوا تو عمرو اُسے اپنے گھر لے آیا ایک دن یہ تنہا بیٹھا تھا کہ ناگاہ اُس نے اپنے پہلو میں ایک نوجوان حسین کو پایا تو وہ خوف زدہ ہو گیا۔ حسین نوجوان نے کہا ''ڈریے نہیں میں وہی سانپ ہوں جس کو آپ نے نجات دلائی تھی میں اس احسان کی مکافات دولت و مال یا علم طب سے کرنا چاہتا ہوں اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے میری جان بچائی''۔ بادشاہ نے جواب دیا ''مال و دولت کی تو مجھے حاجت نہیں اور علم طب بادشاہوں کے لیے فعل عبث ہے لیکن یہ مناسب ہوگا کہ اگر تمہاری کوئی بیٹی ہو تو اُس کو میرے ساتھ بیاہ دو''۔ اُس نوجوان نے کہا ''اچھا بہ شرطیکہ اُس کے کام کاج میں دخل نہ دیا جائے ورنہ اُسے جدا ہو جانے کا اختیار ہے اور ایک شرط بھی ہے کہ بیرین سے عدن تک جس قدر رقبہ ساحل بحر پر واقع ہے اُسے عطا کیا جائے''۔

بادشاہ نے اس شرط کو بہت خوشی سے قبول کیا اور جن عورت کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ چنانچہ اس جن عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جنیہ نے اُسے آگ میں ڈال دیا بادشاہ گھبرایا مگر شرط کی پابندی نے کچھ زبان سے نکالنے کی اجازت نہ دی اور صبر کر کے بیٹھ رہا پھر ایک عرصے کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جنیہ نے اُسے بھی بادشاہ کے روبرو کتے کے سامنے ڈال دیا۔ یہ کام بھی بادشاہ کو شرط کے موافق چار ناچار گوارا کرنا پڑا۔

ایک دفعہ بادشاہ کے منصب داروں میں سے کسی نے نافرمانی کی اس نے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور میدان جنگ کی طرف کوچ کیا ملکہ جنیہ بھی ہم رکاب تھی۔ وہ ایک سُنسان بیابان میں تھے کہ سب نے دیکھا کہ سارا اسباب وسامان سفر خاک آلودہ ہو رہا ہے اور مشکیزوں سے پانی برابر نکل رہا ہے۔ یہ دیکھ کر سب نے اپنی ہلاکت پر یقین کرلیا اور یہ سمجھے کہ یہ فعل ملکہ جنیہ کے اشارے اور جنوں کی شرارت سے عمل میں آیا ہے اس ستم ظریفی کو وہ برداشت نہ کرسکا اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور زمین کی جانب اشارہ کر کے کہنے لگا۔ ''اے زمین میں نے اپنے بیٹے کو آگ میں جلا دینے پر بھی صبر کیا اور اپنے بچے کو کتے کو کھلا دینے پر بھی ضبط و سکوت سے کام لیا مگر اب تو نے پانی اور اور زادِ سفر کے لیے اتنا پریشان کیا کہ ہم لوگ ہلاکت کو پہنچ گئے''۔

یہ سُن کر ملکہ نے مسکرا کر کہا'' اگر آپ صبر کرتے تو بہتر تھا اس لیے کہ آپ کے دشمن نے جو آپ کا وزیر بنا ہوا ہے فریب کیا اور کھانے پانی میں زہر ملا دیا ہے اور اس کے امتحان کی یہ صورت ہے کہ جو پانی بچا ہے اُسے پلایا جائے یقین ہے کہ وہ اس پر راضی نہ ہوگا''۔ بادشاہ نے فوراً اپنے وزیر کو پانی پینے کا حکم دیا۔ وزیر نے انکار کیا اور بادشاہ نے اُسی وقت اُسے تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ پھر ملکہ نے ایک چشمے کا پتہ بتایا اور کھانا لانے کے لئے بھی ٹھکانہ بتایا پھر کہا کہ بادشاہ

سلامت کے بیٹے کو میں نے ایک انّا کے حوالے کر دیا تھا مگر وہ قضا کر گیا اور لڑکی ابھی زندہ موجود ہے۔ اتنے میں ایک کم سن لڑکی زمین سے نکلی وُہی بلقیس تھی۔ پھر وہ ملکہ اپنے شوہر سے جدا ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئی اور بادشاہ نے بڑھ کر دشمن پر فتح حاصل کی۔ اُس کے بعد پھر باپ کے بعد مالک تخت و تاج ہوئی۔

ملک کی بادشاہت:

بعض مورخین کا قول ہے کہ وہ جنگ سے واپس آ کر چند روز کے بعد بلا وصیت کیے ہوے مر گیا۔ رعایا نے اپنے بادشاہ کی وفات کے بعد بہت اختلاف کیا ایک فریق نے ملکہ بلقیس سے اور دوسرے نے بادشاہ کے بھتیجے سے بعیت کی مگر رعایا کی حالت روز بروز خراب ہونے لگی اور ملکہ بلقیس کے چچا زاد بھائی کی بدعنوانیوں سے لوگ تنگ آ گئے کیونکہ یہ نہایت بدکار تھا۔ ملکہ بلقیس نے جب یہ حالت دیکھی تو اُسے غیرت آئی۔ اسی زمانے میں اُس ظالم نے ملکہ بلقیس کو طلب کیا ملکہ بلقیس نے جواب بھجوا دیا کہ میرے پاس خود تمہیں آنا چاہیے۔ ادھر دو مسلح آدمی تیار کر رکھے کہ جیسے ہی وہ محل میں داخل ہو یہ دونوں نکل کر اُس کا کام تمام کر دیں چنانچہ جیسے ہی وہ ملکہ بلقیس کے محل میں پہنچا تو دونوں نے فوراً حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اس کے بعد ملکہ بلقیس نے اُس کے تمام وزرا کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور کہا کہ کیا کوئی تم میں ایسا نہیں ہے کہ جو اس ظالم کے ظلم سے رعایا کو نجات دے سکے۔ پھر اُن سب کو مقتول کا سر دکھایا اور کہا کہ اب کسی ایسے آدمی کو تم پسند کرو جسے اپنا بادشاہ بنا سکو۔ اُن سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم آپ کے سوا کسی کو پسند نہیں کرتے اور ایک روایت یہ ہے کہ اُس نے اپنے چچا زاد بھائی سے درخواست کی کہ مجھے آپ اپنی بیوی بنانے کی عزت دیں تو بڑی خوشی کی بات ہے۔

یہ سُن کر وہ بہت خوش ہوا اور اُس نے جواب دیا کہ ”مجھے امید نہ تھی کہ تم

راضی ہو جاؤ گی۔ اسی سبب سے میں یہ خواہش نہ کرسکا اور کبھی تم کو مجبور نہیں کیا"۔
بلقیس نے کہا کہ میں آپ سے کیونکر انکار کرسکتی تھی۔ آپ تو میرے بہتر کفو (خاندان سے) ہیں مگر اب آپ میری قوم کے لوگوں کو جمع کیجئے اور اُن کو میری منگنی کا پیام دیجے۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ بلقیس کے عزیزوں نے اس سے پوچھا اُس نے بہت خوشی سے اس نسبت کو قبول کیا اور نکاح ہو گیا جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو بلقیس دُلھن بن کر اُس کے پاس پہنچی اور اُس قدر شراب پلادی کہ وہ بالکل بے ہوش ہو گیا تب اُس کا سر قلم کر کے اپنے محل کو واپس چلی آئی اور حکم دیا کہ اُس کا سر میرے محل کے دروازے پر لٹکا دیا جائے جب لوگوں کو اس راز سے آگاہی ہوئی تو سب نے مل کر اسی کو ملکہ بنالیا اور اب وہ تمام اطراف ملک میں خود مختار ملکہ ہو گئی۔

مورخین کی ایک جماعت کا یہ قول بھی ہے کہ بلقیس کا باپ خود مختار بادشاہ نہ تھا بلکہ ایک بادشاہ کا وزیر تھا اور یہ بادشاہ بدکار تھا اُس کے افعال یہی تھے جو اوپر مذکور ہوئے تمام رعایا اُس کی حرکتوں سے نالاں اور پریشان تھی آخر بلقیس نے اُس کو اپنی مذکور حکمت عملی سے قتل کر ڈالا اور خود ملکہ بن بیٹھی۔

اُس کی یہ ایک ایسی جرات تھی جس نے تمام رعایا کو اُس کا گرویدہ بنا دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے بہت خوشی سے بلقیس ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا سچ کہا ہے "دل بدست آور کہ حج اکبرست"۔

شان وشوکت:

بلقیس بڑی عقل مند عورت تھی اس کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی بادشاہی شان وشوکت کو بہت ترقی ہوئی لشکر کی تعداد میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا اور حدود مملکت بھی پہلے سے بہت وسیع ہو گئے یہاں تک کہ بعض مورخین کا قول ہے کہ بلقیس کے زیر حکومت چار سو ملک تھے اور ہر ملک میں کئی کئی شہر وقصبات و

دیہات آباد تھے اور تقریباً چالیس ہزار جرار جنگی فوج تھی اور تقریباً تین سو وزیر اور افسران فوج وغیرہ تھے۔

تخت ملکہ بلقیس:

ملکہ بلقیس کے جس تخت کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہے اُس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑا سونے چاندی کا جڑاو تخت تھا جس میں نہایت بیش قیمت جواہر جڑے ہوئے تھے وہ سات مکانوں کے اندر رکھا رہتا تھا اور اُس پر سات پردے پڑے رہتے تھے۔ یہ ساتوں مکان ایک کے اندر ایک بنائے گئے تھے جو مکان سب کے اندر ایک بنائے گئے تھے جو مکان سب کے اندر واقع تھا اُس میں یہ تخت رکھا ہوا تھا اور کہا گیا ہے کہ اُس تخت کے سامنے کا حصہ سونے کا تھا جس پر سُرخ یاقوت اور سبز زمرد کی پچی کاری کی گئی تھی اور پچھلا حصہ چاندی کا تھا مگر وہ بھی جواہرات سے مرصع تھا۔ اس تخت کے چار پائے تھے ایک سرخ یاقوت کا ایک زرد یاقوت کا ایک سبز دبرحد کا یاک سفید موتی کا اور اوپر کا حصہ نشست بالکل سونے کا تھا۔

جس رُخ سے سورج اس مکان میں داخل ہوتا تھا اُدھر ایک دریچہ کیا گیا تھا جس کی تعمیر میں بلقیس نے تیس لاکھ اشرفیاں خرچ کی تھیں اور یہ وہاں سورج کی پرستش کیا کرتی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ذکر:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بلقیس کے آنے اور اسلام لانے کا سبب مورخین نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی کسی لڑائی میں مصروف تھے کہ اُن کو لشکر کے لیے پانی کی حاجت ہوئی مگر بے حد تلاش کرنے پر بھی کوئی چشمہ یا کنواں اُس سرزمین پر نہ دریافت ہوا۔ آپ نے ہُدہُد کو یاد کیا معلوم ہوا کہ وہ اس وقت موجود نہیں ہے۔ آپ کو بلا اجازت اُس کی غیر حاضری

ناگوار ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ آج میں ہدہد کو نہیں پاتا کیا وہ غائب ہوگیا ہے۔

اُس کی ضرورت یہ تھی کہ وہ اڑ کر معلوم کرے کہ اس سرزمین میں کہیں پانی ہے یا نہیں اگر ہے تو نزدیک ہے یا کہیں دور تھوڑی دیر میں ہدہد بھی آگیا اُس نے ملک سبا کی شہزادی بلقیس کا حال بیان کیا کہ "آپ کی خدمت میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس سے آپ اب تک واقف نہیں ہیں۔ میں آپ کے دربار میں اس وقت مُلک سَبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں وہ یہ کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ وہاں حکومت کررہی ہے۔ اُسے سلطنت کا تمام سازوسامان اور شاہی آرائش وزینت کا اسباب سب کچھ حاصل ہے اور اُس کے پاس ایک نہایت عمدہ تخت ہے جس پر وہ بیٹھی ہے مگر وہاں کے باشندے سورج کو پوجتے ہیں اور اللہ کی پرستش نہیں کرتے"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہم دیکھتے ہیں تو جھوٹا ہے یا سچا۔ جا ہمارا خط لیجا کر اوپر سے تخت پر ڈال دے پھر چھپ کر دیکھنا کہ وہ کیا کرتی ہے اور اُس کے مشیر کار کیا جواب دیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسی وقت اس مضمون کا ایک مختصر خط عبرانی زبان میں لکھا اور ہدہد کو دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب سے بھیجا جاتا ہے کہ تم میرے پاس مطیع ہوکر حاضر ہو جاؤ اور تکبر نہ کرو"۔

قوم کے اشراف سے ملکہ کا مشورہ اور تحائف خدمت میں:

ہدہد یہ خط لیکر روانہ ہوا اور بلقیس کے تخت پر ڈال دیا اُس نے پڑھا پھر اپنے ارکان دولت سے ذکر کیا کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔ میں حضرت

سلیمان علیہ السلام کے پاس جاؤں یا نہ جاؤں میں کوئی بات آپ لوگوں کی عدم موجودگی میں طے نہیں کرتی۔ ارکان دولت نے جواب دیا کہ ہم لوگ بڑے زور آور بہادر اور بڑے لڑنے والے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کچھ خوف نہیں تاہم آپ کی جو رائے ہو وہی مناسب ہے''۔

ملکہ بلقیس بڑی عقل مند اور نکتہ رس عورت تھی اُس نے کہا کہ میری نظر میں لڑائی کا انجام بُرا ہوتا ہے کیوں کہ بادشاہوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُس کو خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کرتے ہیں اگر حضرت سلیمان علیہ السلام غالب آگئے تو وہ بھی ہماری تمام بستیوں کو اُلٹ پلٹ دیں گے اور معزز لوگوں کو ذلیل کریں گے۔ میری رائے میں صلح کر لینا بہتر ہے اول مرتبہ وہاں جانا تو مناسب نہیں تحفہ تحائف دے کر ایلچیوں کو بھیجنا چاہیے اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ساری کیفیت معلوم ہو جائیگی دیکھوں ایلچی وہاں سے کیا جواب لے کر آتے ہیں''۔

یہ بات سب کو پسند آئی اُسی وقت بڑے بڑے بیش قیمت ہدیے دے کر ایلچیوں کو روانہ کیا تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس مال و دولت کو دیکھ کر نرم ہو جائیں مگر آپ کا مقصد صرف اُس شہزادی کو اسلام میں لانا اور برائی سے بچانا تھا اس لیے آپ علیہ السلام ان تحائف کو ذرا بھی اہمیت نہ دی اور فرمایا کہ میرے پاس اللہ کا دیا بہت کچھ موجود ہے۔ تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو ایسے ہدیوں سے تم ہی خوش رہو اور یہ مال و دولت تمھیں کو مبارک ہو۔ جاؤ جا کر ملکہ بلقیس سے کہہ دو کہ جلد حاضر ہو ورنہ میں ایسا لشکر بھیجوں گا جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا اور میں اُن کو ذلیل و خوار کر کے نکال دونگا۔ یہ سُن کر ایلچی تو اُدھر روانہ ہوئے۔

ملکہ بلقیس بمعہ تخت دربار میں:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا کہ اے سردارو تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اُس کا تخت میرے پاس اُٹھا لائے۔ ایک بڑے قوی جن نے کہا کہ میں اُس کو (آپ کا) دربار برخاست ہونے سے پیشتر اُٹھالاتا ہوں میں قوی بھی ہوں اور امانت دار بھی۔ مگر آصف بن برخیانے جو اسم اعظم جانتا تھا کہا کہ میں آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت حاضر خدمت کر دوں گا۔ یہ کہنا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے تخت آ گیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو تخت سامنے موجود ہے خدا کی عنایت کا بڑا شکریہ ادا کیا پھر حکم دیا کہ اس تخت میں کچھ ایسا تغیر کر دو کہ اس کی کچھ صورت بدل جائے تا کہ جب بلقیس آئے تو میں اُس کی عقل کا امتحان لوں دیکھوں کہ وہ پہچان سکتی ہے یا نہیں اگر نہ پہچان سکی تو کہونگا کہ دنیاوی چیزوں کے پہچاننے میں یہ حال ہے تو خدا کی ذات وصفات کے پہچانتے میں تم نے کتنی غلطی کی ہوگی''۔

ملکہ بلقیس کو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دوسرا حکم پہنچا تو اُس نے فوراً اپنی روانگی کی تیاریاں کیں اور شاہانہ تزک واحتشام سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے دربار میں آنے کا حکم دیا جب وہ سامنے آئی تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا آپ کا تخت ایسا ہی ہے؟ بلقیس دھوکا کھا گئی اور نہ پہچان سکی اور کہا کہ جی ہاں ایسا ہی میرا تخت ہے مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم کرایا گیا کہ یہ وُہی تخت ہے اس پر اُس نے بطور معذرت کے کہا کہ حضور ہم کو کیا آزماتے ہیں ہمیں تو اس سے پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ آپ بڑے طاقت ور ہیں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور ہم یہاں آنے سے بیشتر ہی آپ کے فرمانبردار ہو چکے ہیں''۔

شیشے کا محل اور ایمان لانا:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کو غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا اور مسلمان کرنا چاہا بلقیس نے بہت خوشی سے توبہ کی اور اسلام و ایمان قبول کیا پھر دوسرا امتحان لیا گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک محل بنوایا جس کے صحن میں پانی کا حوض تھا اور حوض میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں اور اُسی کو اوپر سے صاف بلوریا سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا اُس کے اوپر سے آتے جاتے تھے۔ آپ اُس صحن کے وسط میں تخت شاہی بچھوا کر بیٹھے اور بلقیس کو اندر آنے کا حکم دیا جس کا راستہ اُس حوض پر سے تھا شیشہ و بلور میں پانی کا لہرانا اور مچھلیوں کا تیرتے پھرنا دیکھ کر بلقیس یہ سمجھی کہ حوض ہے اس لیے پائنچے اوپر کھسکائے اس سے پنڈلیاں کھل گئیں۔ شلوار کا اوپر اُٹھانا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ ''یہ پانی کا حوض شیشے سے پٹا ہوا ہے پائنچے اوپر اُٹھانے کی ضرورت نہیں''۔ بلقیس اس پر بادشاہ کے دربار میں اپنی بے عقلی اور گنوار پن ظاہر ہو جانے سے بہت شرمندہ ہوئی اور سمجھی کہ مجھے کچھ عقل نہیں پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کہنے لگی کہ اس وقت میں بڑی خطاوار تھی میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا اور خدا کے پہچاننے سے قاصر رہی مگر اب حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہدایت سے اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے نکاح:

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے ساتھ نکاح کر لیا اور اس سے بہت محبت کرنے لگے۔

ایک عرصے تک بلقیس یہیں رہی۔ پھر آپ نے اُس کے ملک یمن میں پہنچا دیا اور ہر مہینے میں ایک دفعہ آپ بلقیس کی ملاقات کو جاتے تھے اور تین دن تک وہاں رہتے تھے۔ ﴿تاریخ الکامل ابن اثیر﴾

مولف تاریخ گزیدہ لکھتا ہے کہ بلقیس کے بطن سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام رجعم تھا۔ یہ اپنے باپ کی وفات کے بعد اُن کے تخت وتاج کا مالک وجانشین بنا۔

تاریخ الخمیس کے مصنف نے بحوالہ حیات الحیوان لکھا ہے کہ بلقیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا جولڑکا پیدا ہوا اُس کا نام آپ نے داؤد رکھا تھا اور بلقیس کا دارلسلطنت شہر مارب میں تھا جو سرزمین صنعار ملک یمن میں واقع ہے۔

ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کے بعد بھی یمن میں بدستور حکمران تھی اُس نے چالیس سال حکومت کی اور بہ قول بعض وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات سے پہلے مرچکی تھی اور تدمُر میں دفن کی گئی مگر اب اُس کی قبر کا بھی کہیں نام ونشان نہیں ہے خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو پنہاں ہوگئیں۔ ﴿تاریخ الکامل، تاریخ طبری﴾

تاریخ الخمیس میں ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اِنَّ احَدَ ابَوِیَ بِلِقِیسَ کَانَ جِنیًا"۔
﴿تاریخ الخمیس، جلد اول﴾

بلقیس کے ماں باپ میں سے ایک شخص جنی تھا۔

بلقیس جوانی میں بہت حسین وجمیل عورت تھی اور حسن وجمال کے ساتھ عقلمند وصاحب تدبیر تھی جب وہ اپنے باپ کی جگہ تخت حکومت پر جلوہ گر ہوئی تو اور سب بادشاہوں نے حسب دستور سابق بلقیس کی اطاعت کی بلقیس نے حکومت کی باگ ہاتھ میں لینے کے بعد یہ مقرر کیا تھا کہ وہ ہفتے میں صرف ایک مرتبہ دربار لگاتی تھی اور لوگوں سے پردہ کرتی تھی۔ اس صورت سے کہ ایک مرتبہ باریک پردہ حاضرین دربار کے اور اُس کے درمیان میں ڈال دیا جاتا کہ وہ سب کو دیکھ سکتی حاضرین دربار اُسے نہ دیکھ سکتے تھے اور اُس کے ہیبت وجلال سے

سرنگوں کھڑے رہتے تھے اور جب کسی کو کچھ عرض کرنا ہوتا تو پہلے وہ بلقیس کے سامنے اپنا شاہی حکم دیتی اور جب وہ دربار حکومت اور مظلوم وظالم کی دادرسی سے فارغ ہوتی تھی تو اپنے مکان کے ساتویں درجے میں چلی آتی تمام دروازے بند کردیے جاتے اور سینکڑوں دربان شب وروز پہرہ دیتے رہتے تھے۔

﴿تاریخ الخمیس، جلد اول﴾

عجیب وغریب حکایت:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ (اسلام لانے کے بعد) بلقیس سات ماہ سات سال تک حکمران رہی پھر اُس کا انتقال ہوگیا اور شہر تدمر میں جوارض شام میں واقع ہے ایک دیوار کے نیچے دفن کی گئی اُس کے مدفن کو ولید بن عبدالملک بن مروان کے زمانے تک کوئی نہیں جانتا تھا۔

موسیٰ بن کا بیان ہے کہ میں ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں شہر تدمر کی جانب بھیجا گیا اور میرے ساتھ ولید کے صاحبزادے عباس بن ولید بھی تھے ہم وہاں پہنچے ہی تھے کہ سخت بارش ہوئی، ایسی بارش کہ تدمر کی بعض دیواریں تک گر کے بہہ گئیں ایک دیوار گر جانے کے بعد زمین سے ایک تابوت ظاہر ہوا جس کا طول تیس گز تھا جو زرد زعفرانی پتھر کا بنا ہوا تھا اور اُس پتھر پر یہ عبارت کندہ تھی۔

”یہ نیک بخت بیوی بلقیس کا تابوت ہے جو حضرت سلیمان بن حضرت داؤد علیہ السلام کی بیوی تھی ۲۰ جلوس حضرت سلیمان علیہ السلام میں اسلام لائی تھیں اور عاشورہ کے دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس سے نکاح کیا اور ماہ ربیع ۲۷ جلوس حضرت سلیمان علیہ السلام میں اتوار کے دن اُس نے وفات پائی۔ اور شہر تدمر کی ایک دیوار کے نیچے رات کے وقت دفن کی گئی کہ سوا اُن لوگوں کے جنھوں نے اُس کو دفن کیا اور کوئی جن وانسان اُس کے دفن سے واقف نہیں“۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ہم نے جو تابوت کا پردہ اُٹھایا تو دیکھا کہ گویا ایک تازہ لاش ہے جو آج ہی شب کو اس تابوت میں رکھی گئی ہے۔ ہم نے اس چشم دید واقعہ کو خلیفۃ المومنین ولید کے حضور میں لکھ بھیجا وہاں سے یہ حکم آیا کہ وہ تابوت اپنی جگہ پر بدستور رہنے دیا جائے اور اُس پر سنگ مرمر اور سنگ خارا کی ایک عمارت سی بنادی جائے ابوحسن محمد بن عبداللہ کسائی کی قصص الانبیا میں بھی اسی طرح یہ قصہ مذکور ہے۔

❀❀❀

حضرت بی بی الیسبات

زوجہ

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس کے امام اور نبی بھی تھے ان کی بیوی کا نام الیسبات تھا۔ دُدھیال کی طرف سے اُن کا خاندان ہارون بن عمران کی نسل میں تھا الیسبات کے باپ کا نام فاقوط تھا۔ فاقوظ کی بیٹی تھیں جو عمران کو بیاہی تھیں اُن کا نام حنہ تھا۔ یہ دونوں بہنیں بانجھ تھیں مگر بڑھاپے میں حنہ کے بطن سے حضرت مریم پیدا ہوئی اور الیسبات کے بطن سے حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی نہایت راست باز اور خدا کے بڑے فرمان بردار اور اپنا دیادہ وقت خدا کی عبادت میں صرف کرتے تھے مگر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دونوں آدمی بہت غمگین رہا کرتے تھے خدا کی قدرت کہ کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی اب حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ اس قدر کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کی کمر ختم ہو گئی اور بدن پر سواہڈی اور چمڑے کے کچھ باقی نہیں رہا تھا۔

بیٹے کے لیے دعا:

حضرت زکریا علیہ السلام کو اکثر خیال رہتا کہ میری کوئی اولاد نہیں۔ حسن اتفاق سے اسی زمانے میں حضرت زکریا علیہ السلام نے کئی بار حضرت مریم کے حجرے میں بے موسم کے میوے اور مختلف قسم کے پھل رکھے ہوئے دیکھے تو تعجب ہوا آخر ایک روز حضرت مریم سے پوچھا کہ یہ میوے تیرے پاس کہاں سے آئے حضرت مریم

نے کہا خدا کے یہاں سے وہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

یہ سن کر فوراً ہی حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گذرا کہ جو خدا بے موسم کے میوے دینے پر قادر ہے وہ بے شک مجھ کو بھی اس بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے تب آپ ہیکل (مسجد بیت المقدس) میں گئے اور نماز حاجت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے عین حالت نماز میں دل بھر آیا پھر تو بڑی عاجزی سے دعا مانگی کہ اے رب میں تجھ سے سوال کر کے کبھی محروم نہیں رہا اور اب میں اس حال کو پہنچ گیا ہوں کہ سر سے بڑھاپا نمایاں ہے اور جسم کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں میں اپنے بعد اقارب سے بھی ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے اب تجھ سے یہ التجا ہے کہ مجھے ایک پسندیدہ فرزند عطا فرما کہ میرا جانشین اور یعقوب (اسرائیل) کی نسل کا وارث ہو کہ نبوت اور بزرگی کا اسرائیل سے وعدہ کیا گیا تھا تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرشتے کے ذریعے سے خوش خبری دی کہ ہم تجھے ایک بیٹا دیں گے جس کا نام یحییٰ (یوحنا) ہوگا اس سے قبل اس نام کا کوئی نہیں ہوا ہے اور یہ خدا کے نزدیک بہت مقبول ہوگا۔ وہ اس قوم کی خراب حالت کی اصلاح کرے گا اور پاک باز و راست گفتار ہوگا اس کو دنیاوی خواہشوں کی طرف بالکل رغبت نہ ہوگی،

بیٹے کی بشارت تعجب:

حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ مژدہ سن کر اور اپنے بڑھاپے اور اپنی بیوی کے بانجھ ہونے کا خیال کر کے تعجب ہوا، آپ نے پوچھا کہ یہ کیونکر ہوگا ہم دونوں میاں بیوی بوڑھے ہیں اور میری بیوی بانجھ بھی ہے فرشتے نے جواب دیا کہ خدا کے نزدیک یہ سب آسان ہے خدا نے انسان کو معدوم سے موجود کر دیا تو بلا اسباب کے پیدا کر سکتا ہے اور اسباب بھی بہم کر سکتا ہے تب حضرت زکریا علیہ السلام کو اطمینان ہوا فرشتے سے اُس کی علامت پوچھی اُس نے جواب دیا کہ جب وقت آئے گا تو خود بخود تین دن رات تک آپ کی زبان بند رہے گی یہ خوش خبری سن

کے حضرت زکریا علیہ السلام بیت المقدس سے اپنے گھر واپس آئے وہ نہایت خوش تھے اور جو کچھ صورت وہاں پیش آئی تھی سب الیسات سے بیان کی آخر ایک روز اُن کو چپ لگ گئی اور تین روز تک کسی سے بات ہی نہ کر سکتے تھے یہ سمجھ گئے کہ اب اللہ مجھ پر فضل کرنے والا ہے چنانچہ چند روز کے بعد الیسات حاملہ ہوگئیں اور پانچ ماہ تک یہ برابر اپنا حمل چھپاتی رہیں وہ بے حد خوش تھیں کہ جو شرمندگی بے اولادی سے عزیزوں اور رشتہ داروں میں ہے وہ اب بہت جلد دور ہونے والی ہے، ادھر تو الیسات حاملہ تھیں اُدھر بیت المقدس میں حضرت مریم کو بیٹے کی بشارت دی گئی اور جب یہ بھی حاملہ ہوگئیں تو لوگوں سے کنارہ کرنے کی ضرورت ہوئی۔ یہ فوراً بیت المقدس سے شہر حبرون میں اپنی خالہ الیسات کے یہاں چلی آئیں اور گھر میں داخل ہو کے انھیں سلام کیا جیسے ہی حضرت مریم کے سلام کی آواز الیسبات کے کانوں میں پہنچی ایسا معلوم ہوا کہ جیسے لڑکا پیٹ میں اوچھل پڑا۔

الیسبات نے حضرت مریم سے کہا کہ تم بھی حاملہ معلوم ہوتی ہو مبارک ہو، مجھے ایسا معلوم ہوا کہ پیٹ کا بچہ تمھارے آنے کی خوشی سے اوچھل پڑا گویا تمھارے بچے کا استقبال کرتا ہے۔ حضرت مریم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت مریم جس زمانے میں یہاں آئی ہیں تو الیسبات کے حمل کو چھٹا مہینا تھا کچھ دن کم تین ماہ حضرت مریم یہاں رہ کر پھر چلی گئیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت:

اب جو الیسبات کے وضع حمل کا زمانہ قریب آیا اور بیٹا پیدا ہوا تو اُن کے عزیزوں اور پڑوسیوں میں بے حد خوشی کی گئی اور لوگوں نے باپ کے نام پر حضرت زکریا علیہ السلام نام تجویز کیا مگر ماں اور باپ نے خدا کے حکم کے بموجب یوحنا (یحییٰ) نام رکھا سب نے تعجب کیا کہ یہ نام تو کبھی ہوا ہی نہیں اور پھر مزید تعجب اس پر ہوا کہ اُسی وقت سے اُس مبارک بچے کی زبان کھل گئی اور وہ بولنے

لگا لوگوں میں اس کے چرچے ہونے لگے۔

ظالم گورنر کے ہاتھوں حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید:

حضرت زکریا علیہ السلام اور اُن کی بیوی الیسبات یروشلم میں رہتے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ یہود کی سلطنت قائم نہیں رہی تھی شاہانِ روم ان پر حکومت کرتے تھے اور ان کا ایک گورنر یہاں رہتا تھا ان دونوں جو یہاں کا والی تھا اُس کا نام ہیرڈوس تھا یہ بڑا ظالم تھا جہاں کہیں لڑکا پیدا ہونے کی خبر اس کو ملتی تھی یہ بڑی بے دردی سے فوراً قتل کر دیتا تھا چنانچہ پادری پطرس اسکندری کا بیان ہے کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو الیسبات کو حبرون کا قیام چھوڑنا پڑا اُنھوں نے عزیز بچے کو لے کر یہودا کے پہاڑوں میں سے ایک کوہ میں پناہ لی کہ شاید اس صورت سے یہ جان سلامت رہے مگر خود اُن کی زندگی نے وفا نہ کی۔

اسی پہاڑوں میں رہتے ہوئے چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ الیسبات نے وہیں وفات پائی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تنہا خدا پر چھوڑ کر آخرت کو سدھاریں حضرت زکریا علیہ السلام بھی قتل ہو چکے تھے۔ اب اُن پہاڑوں میں خدا کے سوا اور کوئی حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مددگار نہ تھا تاہم وہ کئی برس اسی حالت میں رہے اور پھر جوان ہو کر وہاں سے نکلے لوگوں کو ہدایت اور وعظ کرتے پھرتے تھے کہ ایک عورت کے کہنے سے ہیرڈوس کے ظالمانہ حکم سے حضرت یحییٰ علیہ السلام بے خطا شہید کر دیے گئے اور اُن کا سر قلم ہو کر طشت میں رکھ کر بادشاہ مذکور کے سامنے لایا گیا اور یوں حضرت زکریا علیہ السلام والیسبات کے نورِ چشم اور آئندہ نسل کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت عیسیٰ بھی وعظ کہتے پھرتے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شاگردی سے فیض پاتے تھے۔

حضرت بی بی حَنّہ

زوجہ

عمران

اولاد کی خواہش:

ایسبا کی بہن کا نام حَنّہ تھا۔ یہ بھی فاقوظ کی بیٹی تھیں۔اور اُن کے شوہر حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی اولاد میں تھے جن نام عمران بن ماثان تھا۔ حنّہ جب بہت بوڑھی ہوگئیں اور اولاد کی طرف سے بالکل یاس ہوگئی تو اپنی حالت پر اکثر اوقات افسوس کیا کرتی تھیں۔ اور دل ہی دل میں یہ خیال کرتی تھیں کہ مجھے بھی اللہ کوئی اولاد دیتا تو اس بے اولادی کے عار سے نجات پائی اور اپنے ہم چشموں مین سُرخ رو ہوتی ایک روز اسی سوچ میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ انکی نظر ایک درخت کے نیچے جا پڑی انھوں نے دیکھا کہ ایک تنہا پرندہ درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا اپنے چھوٹے سے بچے کو بڑی محبت سے دانہ بھرارہا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کے دل میں خیال گزرا کہ کاش ہم کو بھی اللہ کوئی اولاد دیتا۔ پھر اللہ سے دعا کی کہ یارب مجھے بھی اولاد دے نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے کوئی اولاد دے گا تو میں اُسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف اور اُسکے خادموں میں شامل کردوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول کی چنانچہ تھوڑے دن کے بعد ہی وہ حاملہ ہوگئیں۔ اُنھوں نے حسب دستور جنین کو نذر اللہ میں لکھ دیا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ جنین لڑکا ہے یا لڑکی اور ''نذر محرر'' اُس زمانے میں یہ تھی کہ جو لڑکا پیدا ہوتا تو ماں باپ

بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کر دیا کرتے اور جب تک وہ جوان نہ ہو جاتا وہیں رہتا۔اور جب جوان ہو جاتا تو اُسے اختیار تھا خواہ کنیسہ کا بدستور خدمت گذار رہے یا اپنے فرائض سے سبک دوش ہو جائے لیکن یہ خادم صرف لڑکے ہی ہو سکتے تھے لڑکیوں کو یہ عزت حاصل نہ تھی۔حاملہ ہو جانے کے بعد حضرت حنہؑ نے اس نذر کا اپنے شوہر عمران سے ذکر کیا۔عمران نہایت تردد میں ہوئے۔

حضرت مریم کی پیدائش:

اُنھوں نے کہا افسوس! یہ تم نے کیا سمجھ کر کیا تم کیا جانتی ہو کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی۔حال یہ ہے کہ عورت کسی طرح کنیسہ کی خدمت کی صلاحیت نہیں رکھتی۔یہ سُن کر حضرت حنہ بھی سوچ میں پڑگئی اور دونوں ایک قسم کی نئی الجھن اور پریشانی میں رہتے لگے مگر قبل اس کے کہ وضع حمل ہو عمران کا انتقال ہو گیا۔جب وضع حمل ہوا تو حضرت حنہ نے دیکھا کہ لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی ہیکل یعنی (مقدس) کی خدمت کے لیے صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔کیونکہ یہ قاعدہ ہی نہ تھا۔اور حضرت حنہ کو یہ امید تھی کہ لڑکا پیدا ہو گا تاہم اُنھوں نے بہت افسوس کیا اور نہایت حسرت سے خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ یا رب میرے یہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے اب میں کیونکر اپنی نذر پوری کروں اور تو جانتا ہے کہ لڑکی لڑکے کے برابر نہیں ہوتی میں اس کا نام مریم یعنی (عابدہ) رکھا ہے میں اُسے اور اُس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

حضرت مریم کی پرورش:

جب حضرت مریم کی دودھ بڑھائی ہو چکی تو بنی اسرائیل کے دستور کے موافق ہیکل میں کاہنوں کے پاس بھیج دی گئیں۔ان میں گفتگو ہوئی کہ اس کو کون پرورش کرے حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا۔تب مریم حضرت زکریا علیہ السلام کے

سپرد ہوئیں۔ اُنھوں نے اِن کے لیے ایک الگ حجرہ تجویز کر دیا۔ اللہ نے حضرت مریم کو بہت خوشی سے نذر میں قبول فرمایا۔ اور غیب سے اُن کے لیے کھانے پینے کا سامان مہیا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مریم جوان بھی ہو گئیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت:

ایک روز حضرت مریم اپنے حجرے میں نہادھو کر پاک وصاف ہو کر بیٹھی تھیں کہ ایک حسین وخوب صورت جوان مرد کی شکل میں حضرت جبرائیل آئے۔ اُنھوں نے حضرت مریم سے کہا اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک سعادت مند بیٹے کی بشارت دیتا ہے۔ حضرت مریم نے جواب دیا کہ نہ میں کسی مرد کے پاس گئی اور نہ میں بدکار عورت ہوں پھر لڑکا کیونکہ ہوگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا خدا تجھ کو یوں ہی بیٹا دے گا پھر قریب آکر اُن کے کرتے گریباں میں پھونک ڈال دی۔ حضرت مریم حاملہ ہوگئیں اور پھر بدنامی کے خیال سے اپنی خالہ کے یہاں چلی گئیں۔ وہاں سے تین ماہ رہ کر بحکم بادشاہ وقت اسم نویسی کے لیے ہیرڈوس کے عہد میں یروشلم میں آئیں اور بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آپ پیدا ہوئے تو آپکی برکت سے خشک کھجور میں چھوارے نمودار ہوگئے مگر یہود کے گروہ حضرت مریم کو ملامت کرتے آتے تھے اور کہتے تھے کہ تیری ماں حضرت حنہ تو ایسی پاک دامن تھی تو نے یہ کیا کیا۔ حضرت مریم نے کہا اس لڑکے سے پوچھ لو اُن لوگوں نے کہا کہ دودھ پیتا بچہ کیونکر بات کر سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گفتگو کرنا:

تب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اُٹھے کہ میں خدا کا بندہ اور نبی ہوں اور میری ماں پاک دامن ہے وہ سب متعجب ہوئے اور حضرت مریم کی بدچلنی کا گمان رفع ہوا مگر اس بات کو یہود نے مخفی کر دیا تا کہ لوگ ان کے معتقد نہ ہوں اور حضرت زکریا علیہ السلام کو تہمت لگا کر قتل کرنا چاہا۔ یہ ایک گنجان درخت میں جا چھپے

یہودیوں نے آرے سے درخت کو چیر ڈالا جس سے حضرت زکریا علیہ السلام کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے اور یو وہ بے گناہ مارے گئے۔ اس کے بعد ہیروڈس کو نجومیوں سے دریافت ہوا کہ یہ لڑکا یہود کا بادشاہ ہوگا۔ اور یہود کو غیر قوموں سے چھڑائے گا اُس نے چاہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے حکم دیا مصر چلے جاؤ اور ایک عرصے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں پرورش پائی۔ جب یہ سنا کہ بادشاہ ہیرودس مر گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس آ گئے اور اپنے گاؤں ناصرہ میں قیام کیا اسی نسبت سے عیسائی نصارے بھی کہلانے لگے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوشیار ہوئے تو طرح طرح کے معجزے یہود کو دکھا کر ہدایت کرنے لگے اور اپنے بارہ حواریوں کو لے کر یہودیوں کی ہدایت کے لیے گھر سے نکل پڑے یہود کو اُن سے اور عداوت ہو گئی آخر یہاں کے بادشاہ پلاطوس کو آمادہ قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے گئے۔ مگر اُن ہی میں سے اللہ تعالے نے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں کر دیا اور اُن کو آسمان پر بلالیا۔ یہ شخص یہود کے ہاتھ سے بڑی اذیت سے مارا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔ اور یہ واقعہ غلبہ اسکندر کے تین سو چھتیس ۳۳۶ برس بعد ظہور میں آیا۔ اس عرصے میں غالبا حضرت حنہ کا بھی انتقال ہو گیا ہوگا۔ کسی جگہ سے اور کچھ حالات اُن کے دستیاب نہیں ہوتے۔

❁❁❁

سکولوں اور کالجوں کے مقرر

طلبہ اور طالبات کے لیے

انعام یافتہ تقریریں

مُصنّف

پروفیسر محمد اکرم رضا

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

Phone
0333-4383766
042-7213575

اُمہاتُ المومنین بناتُ النبیؐ عظیم صحابیات اور جلیلُ القدر

دُخترانِ اسلام کا تذکرۂ جمیل جن کی زندگیاں ماضی کا وقار

عہدِ حال کا اعزاز اور مستقبل کیلئے شمع روشن ہیں۔

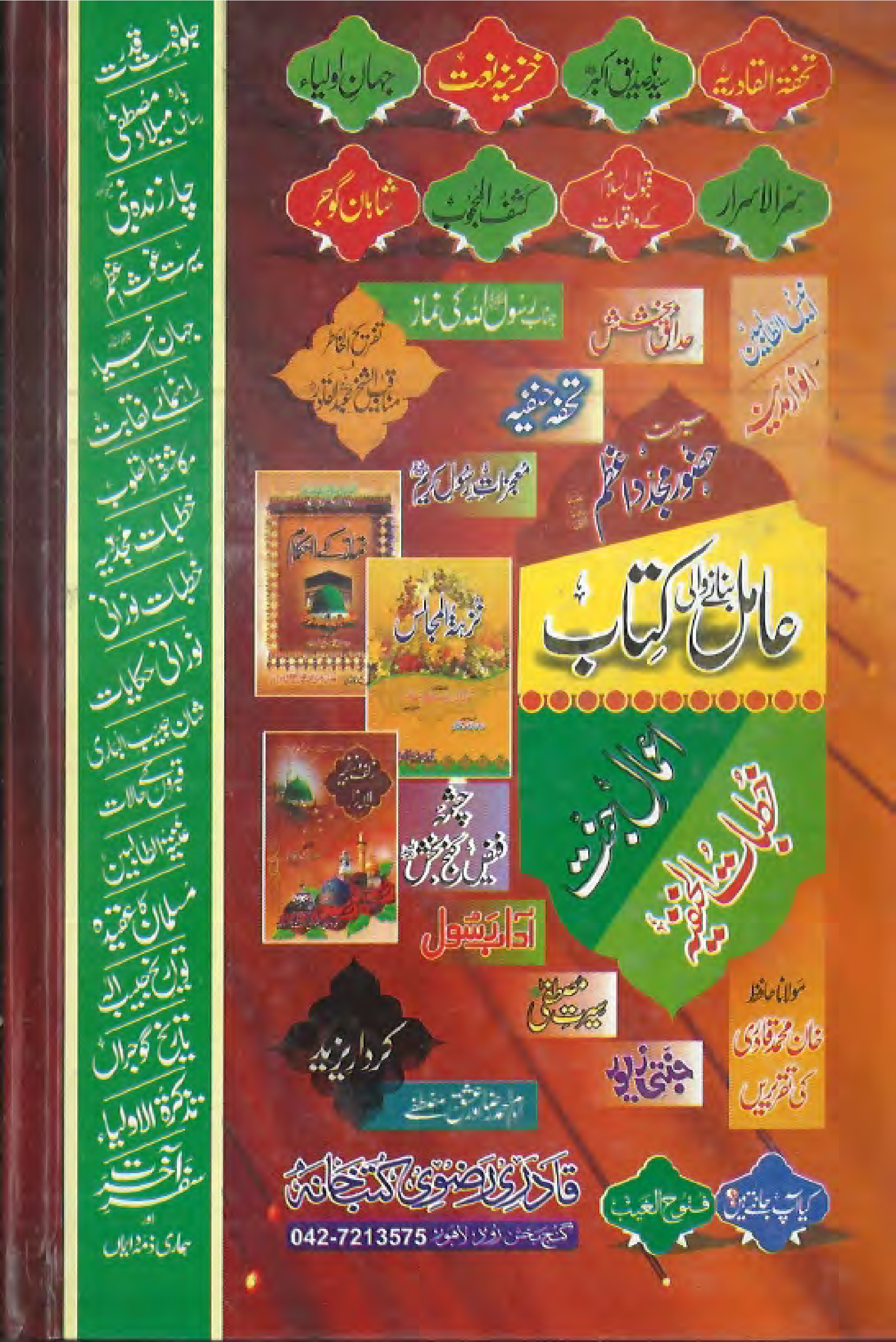
مثالی خواتینِ اسلام

مُصنّف

پروفیسر محمدؐ اکرم رضا

مکتبۂ حنفیہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

Phone
0333-4383766
042-7213575


تحفۃ القادریہ
سیدنا صدیق اکبرؓ
خزینہ نعت
جہانِ اولیاء
سرالاسرار
قبول اسلام کے واقعات
کشف المحجوب
شاہانِ گوجر
حدائق بخشش
جناب رسول اللہ کی نماز
تحفہ حنفیہ
سیرت حضور مجدد اعظم
معجزات رسول کریم
عامل بنانے والی کتاب
اعمال جنت
نزہۃ المجالس
چشمہ فیض گنج بخش
آداب رسول
سیرت مصطفی
جنتی زیور
کردار یزید
مولانا حافظ خان محمد قادری کی تقریریں
قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور 042-7213575
کیا آپ جانتے ہیں
فتوح الغیب
جلوۂ دست قدرت
میلاد مصطفی
سیرت غوث اعظم
جہان انبیاء
رہنمائے خطابت
مکاشفۃ القلوب
خطبات مجددیہ
خطبات نورانی
نورانی حکایات
قبروں کے حالات
غنیۃ الطالبین
مسلمان کا عقیدہ
تاریخ گوجراں
تذکرۃ الاولیاء
سفر آخرت
اور ہماری ذمہ داریاں